[اس] کتاب میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ طاہر القادری کے
[خ]یالات اس شریعتِ مطہرہ سے مختلف ہیں جو فقہا و ائمہ اہلسنّت
کے ذریعے ھم تک پہنچی ۔

پروفیسر طاہر القادری کا

علمی و تحقیقی جائزہ

الشاہ مفتی غلام سرور قادری

ناشر

مکتبہ مصباح القرآن

غوثیہ رضویہ (ٹرسٹ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

فون : ۸۷۲۳۹۶

اس عظیم الشان کتاب میں ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری ان عقائد و احکام سے بھٹک چکے ہیں جو قرآن و سنت و اجماعِ اُمت و اقوالِ [illegible]

پروفیسر طاہر القادری کا

علمی و تحقیقی جائزہ

حصہ دوم

تصنیف
الشاہ مفتی غلام سرور قادری (ایم اے اسلامک لاء، ایم اے عربی، عُلُومِ اسلامیہ)
رُکن مرکزی زکوٰۃ کونسل و مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان
و مؤسس و مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ، لاہور

ناشر
مرکزی ادارہ مصباح القرآن (متصل جامعہ غوثیہ رضویہ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

نام کتاب ---------- پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ حصہ دوم

تصنیف ---------- الشاہ مفتی غلام سرور قادری

تعداد اشاعت ---------- گیارہ سو

طبع ---------- اوّل

تاریخ ---------- ماہ جولائی ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۴۰۸ھ

صدقہ جاریہ

اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان علمی و دینی خدمت کے عظیم اجر و ثواب میں مصنف کے ساتھ حضرت الحاج عبد الرشید قریشی مدظلہ صدر جامعہ غوثیہ و سرپرست ادارہ ہذا کو بھی شریک فرمائے اور ان کے لیے ان علمی خدمات کو صدقہ جاریہ فرمائے، جن کی خصوصی معاونت سے ادارہ ہذا محض رضائے الٰہی کے لیے ایسی عظیم علمی و تحقیقی خدمات انجام دے رہا ہے۔ (ناظم ادارہ)

التوزیع من الادارۃ المرکزیۃ لاشاعۃ القرآن والسنۃ بمین مارکیٹ گلبرگ لاھور

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا باعث۔	۳
۲	انکشاف	۵
۳	دو گواہ	۸
۴	ایک تازہ واقعہ	۱۰
۵	ایک ایسے علامہ جو دیکھ کر بھی قرآن نہ پڑھ سکیں	۱۱
۶	پروفیسر طاہر القادری کی بدترین جہالت	۱۳
۷	کرام اور مقطعات	۱۵
۸	جھوٹے حوالے	۱۷
۹	ڈاڑھی کی حدِ شرعی	۱۸
۱۰	سبع مثانی کی مراد میں غلط بیانی اور تحریف	۲۰
۱۱	پروفیسر طاہر القادری کا ائمہ دین پر ایک اور بہتان	۲۳
۱۲	تصوف میں تحریف	۲۶
۱۳	تزکیۂ نفس کے غلط معنی	۲۶
۱۴	فنا کی غلط تفسیر	۲۸
۱۵	جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا	۳۰
۱۶	نبی اور رسول کی غلط تعریف	۳۱
۱۷	نزولِ وحی کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا غلط عقیدہ۔	۳۷
۱۸	حرکتِ زمین اور قرآن مجید	۴۰
۱۹	طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں	۴۲
۲۰	نیت مقدم اور ارادہ مؤخر؟	۴۴

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا باعث

وطن عزیز پاکستان اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا تھا، اور اس کے نفاذ کا اعلان ۱۴ اگست ۸۴ء کو ہونے ہی والا تھا مگر قوم اور ملک کی بدقسمتی کہ جناب پروفیسر طاہر القادری نے عین اس وقت عورت کی دیت کا مسئلہ کھڑا کر دیا جب اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلان میں چند دن باقی رہ گئے تھے تو طاہر صاحب کی تقریر جو انہوں نے ۴ اگست ۸۴ء کو خواتین کے ایک اجتماع سے گلبرگ میں فرمائی تو اس سے کچھ ناسمجھ خواتین کو اس بات کا علم ہوا کہ حدود قصاص اور دیت کے مسودہ میں جسے حکومت نافذ کرنا چاہتی ہے، عورت کی دیت، مرد کی دیت کا نصف مقرر ہوئی تو انہوں نے طاہر القادری کے دیئے ہوئے سبق کی روشنی میں اس کی پرزور مخالفت شروع کر دی، اگرچہ اس سے قبل کچھ چہ میگوئی کا سلسلہ چل رہا تھا، چنانچہ روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ یکم اگست ۱۹۸۴ء میں اس قانون قصاص و دیت کے بارے میں خواتین کا ایک مذاکرہ شائع ہوا، جس کے مطابق کچھ عورتوں نے جو اسلام کے نفاذ کو چاہتی تھیں، اس مسودہ کی حمایت کی جن میں سے آپا نثار فاطمہ سرفہرست تھیں، لیکن اسی مذاکرہ میں مغربیت سے متاثرہ کچھ خواتین نے کہا کہ آدھی دیت سے عورتیں دوسرے درجے کی شہری قرار پائیں گی، جسے برداشت نہیں کیا جائے گا، اور یہ بھی کہا کہ اس قانون اسلام سے عورتیں عدم تحفظ کا شکار

ہوجائیں گی اور ساتھ ہی مرد کی گواہی کے مقابلہ میں عورت کی نصف گواہی کے تسلیم کئے جانے پر بھی ان خواتین نے اعتراض کیا، اور کہا کہ عورت کی نصف دیت اور نصف شہادت نہیں ہونی چاہیئے۔ اور یہ خواتین کے ساتھ ناانصافی ہے وغیرہ وغیرہ۔ محترمہ فوزیہ احمد، خاور ممتاز، محترمہ بیگم مہناز رفیع، محترمہ گل ناز، محترمہ خالدہ جمیل، محترمہ بیگم مسعودہ سلیم اور بیگم نسرین خورشید قصوری، ان سب محترمات نے فرمایا کہ عورتیں اس قانون قصاص و دیت اور قانون شہادت کو جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق نہیں دیئے گئے، بلکہ دیت اور شہادت کا آدھا حق دیا گیا ہے، تسلیم نہیں کریں گی۔ یہ سب کا مشترکہ خیال تھا، جس کا انہوں نے اس مذاکرہ میں برملا اظہار کیا۔ اور اس قانون قصاص و دیت اور قانون شہادت کی مخالفت کی۔

ادھر اسی ۲ر اگست کے روزنامہ میں سابق وزیر اطلاعات و نشریات و مذہبی امور راجہ ظفر الحق کی تقریر کا اقتباس بھی شائع ہوا، جس میں انہوں نے قصاص و دیت کے مسّودہ قانون پر شوریٰ میں ہونے والی بحث کا خلاصہ پیش کیا اور اس قانون کی افادیت پر بھی روشنی ڈالی۔ اور ساتھ ہی کچھ علماء کا ایک مذاکرہ بھی ۲۔ اگست ۸۴ء کے روزنامہ نوائے وقت ہی میں شائع ہوا، جس میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کاندھلوی صاحب وغیرہم شریک ہوئے اور انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں حکومت کی پیش رفت کو سراہا۔ اور جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب اس دوران خاموشی سے دو طرفہ خیالات و بیانات کا جائزہ لے رہے تھے۔ بالآخر انہوں نے قانون قصاص و دیت اور قانون شہادت میں عورت کی نصف دیت اور نصف شہادت کی مخالف خواتین کی حمایت کر کے اس موقع پر لیڈ لے جانے اور شہرت

حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے پہلے تو حضرت مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کو لیڈ لے جانے کا مشورہ دیا لیکن نعیمی صاحب پر خدا خوفی غالب تھی، لہٰذا انہوں نے قرآن و سنت و اجماعِ اُمت کے خلاف، عورت کی دیت اور شہادت کے مرد کی دیت و شہادت کے برابر ہونے کا فتویٰ جاری کر کے لیڈ لے جانے سے معذوری ظاہر کی، لیکن جناب طاہر القادری نے ۴، اگست ۱۹۸۴ء کو خواتین کا گلبرگ میں جلسہ کیا جس میں مذکورہ خواتین بھی شریک ہوئیں جو اسلامی نظام نہیں چاہتی تھیں تو جناب طاہر ایک سازش کا شکار ہو کر اور دنیا کے بدلے دین بیچ کر قرآن و سنت و اجماع کے خلاف ان چند سرمایہ داروں کی بیگمات کی حمایت میں آواز بلند کر کے لیڈ لے گئے اور عورت کی دیت و شہادت کا جھگڑا کھڑا کر کے اسلامی نظام کے قیام میں ہمیشہ کے لئے روکاوٹ بن گئے۔ چنانچہ مفتی صاحب کا یہ بیان کہ طاہر القادری صاحب نے مجھے لیڈ لے جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں خوفِ خدا کے تحت ایسا نہ کر سکا۔ مگر طاہر صاحب لیڈ لے گئے۔ روزنامہ وفاق، امروز، اور جنگ لاہور، جسارت کراچی مؤرخہ ۱۹، اکتوبر ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا اور عورت کی نصف دیت کے حق میں اجماعی مؤقف پر تمام مکاتب فکر کے علماء کی مشترکہ پریس کانفرنس فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ۱۸، اکتوبر ۱۹۸۴ء کو منعقدہ ایک تقریب کے حوالے سے اخبارات میں بیان شائع ہوا۔ نیز مفتی صاحب کا وہ انکشاف ملاحظہ ہو جو مذکورہ بالا اخبارات میں چھپا۔

انکشاف

"مجلس شوریٰ کے رکن اور ممتاز عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ کچھ عرصہ بیشتر وہ اور پروفیسر طاہر القادری جناح ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں اکٹھے بیٹھے تھے، پروفیسر طاہر القادری نے انہیں

کہا "مفتی صاحب! آج لیڈ لے جانے کا موقع ہے۔ میں نے اس کی وضاحت طلب کی تو کہنے لگے۔" اگر آپ عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں مساوی قرار دے دیں، تو آپ لیڈ لے جائیں گے"، مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا پروفیسر طاہر القادری نے انہیں اس مؤقف کی تائید میں تین کتابوں کے حوالے دیئے۔ مگر جب دیکھا تو ان تینوں کتب میں سے کسی میں بھی یہ رائے اس مفہوم میں موجود نہ تھی۔ میں تو اس بنا پر "لیڈ" نہ لے جا سکا۔ کہ "کتاب وسنت" کے احکام سے سرتابی کر کے خدا کے غضب کو دعوت دینے کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ تاہم پروفیسر طاہر القادری لیڈ لے گئے۔

بشکریہ روزنامہ وفاق، امروز، جنگ لاہور وجسارت کراچی ۹، اکتوبر ۱۹۸۴ء

طاہر القادری نے محض لیڈ لے جانے اور سستی شہرت کمانے کے شوق میں پورے ملک وملت، خدا ومصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے سنہری نظام کے ساتھ غداری وبے وفائی کی، جس مقدس نظام کے لئے اس ملک کو حاصل کیا گیا تھا، اس کے راستے میں روڑا اٹکا دیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا ہر واقف حال کو رنج ہے اور رہے گا،

۴، اگست کو عورتوں کے اجتماع میں جو موصوف نے خطاب کیا نوائے وقت لاہور نے اس کی درج ذیل رپورٹنگ کی ملاحظہ ہو۔

پروفیسر طاہر القادری نے کہا۔ "عورت کی دیت کو نصف قرار دینا اُسے غیر مسلم قرار دینے کے مترادف ہے۔"

انہوں نے کہا کہ "یہ تفرقات زمانہ جاہلیت کے پیدا کردہ ہیں۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کر دیا۔"

وہ آج ۴، اگست ۱۹۸۴ء کو مجلس خواتین پاکستان کے زیر اہتمام بیگم وحیدہ مشتاق کی رہائش گاہ واقع گلبرگ میں خواتین کو قصاص و دیت کے موضوع پر درس دے رہے تھے؛

انہوں نے کہا کہ خواتین کی دیت آدھی قرار دینے کا مطلب انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا ہے؛

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵، اگست ۱۹۸۴ء)

پھر ۸، اگست کو جناب کو صدر مملکت نے اسلام آباد طلب کر لیا اور حکم دیا کہ کابینہ کے سامنے اپنا موقف بیان کریں، چنانچہ موصوف کی اس تقریر کے بارے میں ان کے دوست پروفیسر وارث میر کہتے ہیں۔

"انہوں (طاہر القادری) نے اسلام میں اصول حرکت یعنی اجتہادی کاوشوں کو جاری رکھنے کی محض بات ہی نہیں کی، اپنی بات پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ قادری صاحب نے ۵، اگست کے نوائے وقت میں اپنے ایک بیان کے ذریعے عورت کی نصف دیت کے حامیوں کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسا کرنا عورت کو جاہلیت کے دور میں پھینک دینے کے مترادف ہے۔ اس بیان نے حکومتی اور دینی حلقوں میں ہلچل پیدا کر دی۔ صدر مملکت نے بھی قادری صاحب کو کابینہ کے ایک خصوصی اجلاس ۸، اگست میں مدعو کیا۔ اس اجلاس میں عورت کی نصف دیت کی مخالفت میں قادری صاحب کے زوردار دلائل نے سب کو متاثر کیا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۳۰، اکتوبر ۱۹۸۴ء)

آخر ۹، اگست کو صدر مملکت نے قصاص و دیت کے قانون کے التواء کا اعلان کر دیا۔

(ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ اگست ۱۹۸۴ء)

یہ ایک سازش تھی کہ صدر ضیاء الحق پر شوریٰ کا دباؤ تھا اور اس دباؤ میں آکر
اس نے ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء کو اسلامی قوانین خصوصاً قصاص و دیت اور قاضی کورٹس
کے نافذ کرنے کے اعلان کا وعدہ کر لیا تھا۔ مگر صدر کے آس پاس کے رفقاء اور
اور کچھ دیگر ارباب اقتدار شاید نہیں چاہتے تھے کہ اسلامی قانون کا نفاذ ہو لیکن اب
اسکے لئے معقول بہانہ اور معقول عذر درکار تھا۔ اس سلسلے میں انہیں طاہر القادری ہی
بکاؤ مال ہاتھ آگیا۔ اور اس کے ساتھ سودا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے عورت کی دیت
کے بارے میں جھگڑا ڈال کر حکومت کو چانس فراہم کر دیا۔ اس کے بعد جناب کیساتھ
کئے گئے وعدے پورے ہوئے۔ ایک سو ساٹھ کنال اراضی بھی اونے پونے داموں
آپ کو دے دی گئی۔ ایک ہنڈا کار نئی شوروم سے نکل کر آگئی۔ اور پورے ملک
کے سرمایہ داروں کو اشارہ ہو گیا کہ اندرون ملک اور بیرون ملک اپنے وسائل سے
اس کی ہر ممکن مدد کی جائے، چنانچہ اس کے بعد ایسا ہی ہوا یہ وہی طاہر القادری ہے
جسے زمانہ جھنگ کی وکالتی پریکٹس کے دوران شاید سائیکل خریدنے کی استطاعت
بھی نہ تھی۔ اب ایک مسئلہ میں اسلامی نظام کے مخالفوں کے ہاتھ فروخت ہونے کی
سعادت حاصل ہوئی۔ تو اب جناب کے ارد گرد کلاشنکوفوں والے محافظ اور
گاڑیاں اور دولت کی ریل پیل ہے۔ ماشاءاللہ جناب نے ارباب اقتدار اور
مخالفین اسلام سے دام معقول وصول فرمائے ہیں

دو گواہ

(۱) چنانچہ روزنامہ جنگ لاہور بروز بدھ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء
میں مولانا متین ہاشمی کا درج ذیل بیان شائع ہوا جو انہوں نے
دیت سے متعلق مذاکرۂ شادمان میں جس کا اہتمام طاہر القادری نے کیا تھا، طاہر القادری
کی موجودگی میں متین ہاشمی صاحب نے یہ بیان فرمایا۔

"انہوں (متین ہاشمی) نے معتبر ذرائع کے حوالہ سے بتایا کہ ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

قاضی آرڈیننس کے نفاذ کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ لیکن دیت کے تنازعہ کی وجہ سے ملک ایک اچھے قانون کے نفاذ سے محروم رہ گیا۔"

جناب عرفانی فرماتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے ہمہ وقتی ممبر جناب عبدالمالک عرفانی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ پر شدید اختلاف رائے پیدا ہونے سے مسودۂ قانون قصاص و دیت کی منظوری معرض التواء میں پڑ گئی ہے اور اگر یہی صورت رہی تو شاید یہ التوا مستقل حیثیت اختیار کر جائے۔"

(عورت کی دیت ص۸ طبع اردو بازار لاہور)

ان فاضل ۲ دو گواہوں نے گواہی دے دی کہ طاہر القادری کے شور مچانے اور اجماعی مسئلہ دیت کے خلاف ایک سازش کے تحت آواز بلند کرنے سے اسلامی نظام کو روک دیا گیا۔

ایک تازہ واقعہ

ابھی کا تازہ ترین واقعہ ہے کہ صدر مملکت نے راقم سمیت کچھ علماء کو نفاذِ شریعت آرڈیننس پر نظرِ ثانی کرنے اور بہ اتفاق رائے اس کی منظوری دینے کے لئے اسلام آباد بلایا۔ آخر میں صدر صاحب نے قصاص و دیت کے قانون کو بھی آرڈیننس کے ذریعے نافذ کرنے کا وعدہ کیا۔ جناب خالد اسحاق ایڈووکیٹ کراچی نے یہ کہکر اس کو ایک بار پھر ملتوی کرا دیا۔ کہ دیت کے مسئلہ میں (خالد صاحب نے اپنی اور طاہر القادری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) چونکہ بعض حضرات کو اختلاف ہے۔ اس لیے اسے فی الحال نافذ نہ کیا جائے۔ جس پر صدر صاحب نے اسے پھر ملتوی کر دیا۔ مگر راقم نے صدر صاحب کو مشورہ دیا کہ اسے ملتوی کرنے کی بجائے وفاقی شریعت کے حوالہ کیا جائے۔ اور وہ عورت کی دیت کے اس مسئلہ پر بحث کے لئے معترض حضرات کو دعوت دے ہم بھی پیش ہوں گے۔ اور خالد اسحاق اور طاہر القادری بھی آئیں۔ وہاں حق واضح ہو جائے گا۔ اور ساتھ ہی عدالت کو ہدایت کی جائے کہ دس دن کے اندر اندر بحث کرا کر اپنا فیصلہ دیدے کہ عورت کی دیت نصف ہے یا مرد کی دیت کے برابر۔ چنانچہ صدر صاحب نے راقم کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

قارئین :۔ یہ اسلام کا قانونِ قصاص و دیت ہی جو ملک میں قتل و غارت اور مار دھاڑ کو روک سکتا ہے۔ قانونِ قصاص و دیت کے نافذ کرنے میں جب تک تاخیر رہے گی، قتل و غارت اور مار دھاڑ کا بازار گرم رہے گا۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری طاہر القادری پر ہو گی۔ اور اس کا گناہ اس کے عمل نامہ میں جاتا رہے گا۔

ایسے علامہ جو دیکھکر بھی قرآن صحیح نہ پڑھ سکیں

جناب طاہر القادری اس بدقسمت دور کے ایسے علامہ ہیں، جنہیں دیکھکر بھی قرآن صحیح پڑھنا نہیں آتا چنانچہ دیال سنگھ لائبریری میں عورت کی دیت پر مذاکرہ کے دوران راقم سمیت اور بھی کئی ایک اہل علم حضرات موجود تھے۔ جناب طاہر صاحب تفسیر احکام القرآن جصاص کو سامنے رکھ کر اور دیکھکر صحیح والی آیت پڑھنے لگے۔

" وَمَا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى "کو " اَوْ اُنْثٰى " پڑھا اور تین بار اور تینوں بار " اَوْ اُنْثٰى " پڑھا۔ آخر سب نے جناب کو لقمہ دیا کہ آیت کو صحیح پڑھیئے " اَوْ اُنْثٰى " پڑھئے۔ تب جناب نے صحیح پڑھا ہوا ورنہ قرآن سامنے رکھ کر غلط نہ پڑھتے۔

دوسرا واقعہ جناب رشید احمد صاحب ناظم مطبوعات جمعیۃ شبان اہلحدیث راولپنڈی لکھتے ہیں کہ ۲۵ ستمبر کی شام پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے خطاب بعنوان " رحمۃ للعالمین " میں ڈاکٹر (طاہر القادری صاحب) موصوف نے قرآنی آیت " رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا " (المومن ۷) میں وَسِعْتَ کو وُسِعَتْ پڑھا حالانکہ مصحف (قرآن شریف) انکے سامنے تھا۔ " انا للہ وانا الیہ راجعون " (نابغہ عصر کا مبلغ علم ص ۲ طبع راولپنڈی) اور تعجب یہ ہے، کہ جناب ڈاکٹر و علامہ پروفیسر کی بد سے بدترین جہالت و حماقت اور قرآن سے تلاعب بے خبری کا عالم یہ ہے، کہ موصوف نے جیسے ٹی وی پر اس آیت کو غلط پڑھا، ایسے ہی تسمیۃ القرآن میں بھی اسے غلط لکھا اور ترجمہ بھی غلط کیا ملاحظہ ہو (تسمیۃ القرآن صفحہ ۱۲۳ طبع ماہ مئی ۱۹۸۱ء)

" رَبَّنَا وُسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةٌ وَّعِلْمٌ " ہمارا رب جسکی رحمت اور علم ہر شئی پر حاوی ہے "

حالانکہ صحیح آیت یوں ہے " رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا "، (المومن ۷) اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے " اے ہمارے رب تو رحمت و علم کے اعتبار سے ہر شئی کو وسیع ہے۔

قارئین :- یہ طاہر القادری کے لئے اور اس کے رفقا اور پرستوں کے لئے خدا تعالی کی طرف سے محل عبرت ہے، کہ موصوف جسے نہ قرآن صحیح پڑھنا آتا ہے، نہ [illegible] درست کرنا آتا

ہے، جعل سازی سے باز آجائیں اور اس کے رفقاء و معاونین اس کی رفاقت و معاونت سے توبہ کریں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے ہاں جوابدہی کے لئے تیار رہیں، اور ہم موصوف سے بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ ؎

حضرت جو تالیف اور تصنیف کریں ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں
حق پہ نہ نگاہ جن بزرگوں کی ہو، بہتر ہے یہی کہ وہ نہ تکلیف کریں

پروفیسر طاہر القادری کی بدترین جہالت

قارئین :۔ پروفیسر و علامہ و ڈاکٹر طاہر القادری کے علامہ پن کا مشاہدہ فرمائیں یا اس کی بدترین جہالت کا ایک اور روشن نمونہ ملاحظہ کریں، موصوف اپنی کتاب "تسمیۃ القرآن" میں جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں "میں اپنی زیر تالیف تفسیر "منہاج القرآن" کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں" گر قبول افتد زہے عزو شرف (ملاحظہ ہو، انتساب تسمیۃ القرآن) لکھتے ہیں "عربی قاعدے کی رو سے "الرحمن" اسم فعلان واقع ہوا ہے۔ فعلان کا باب عام طور پر ایسی صفات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جو محض حالت کی حیثیت سے کسی ذات میں موجود ہوتی ہیں، مثلاً پیاسے کے لئے "عطشان" مست و بےخود کے لئے سکران" غضبناک کے لئے "غضبان" پریشان و ششدر رہنے والے کے لئے "حیران" بہنے والے کے لئے "جریان" اور سرکشی و بغاوت کے لئے طغیان" (تسمیۃ القرآن صفحہ ۱۱)

قارئین :۔ یقین فرمائیے کہ اس بےہودہ و لغو اور جاہلانہ تحقیق پر مشتمل کتاب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا کی طرف انتساب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تڑپ اٹھی ہوگی اور آپ کو اس انتساب سے یقیناً ایذا پہنچی ہوگی، اس قدر بڑی جسارت کہ بے سروپا اور بے بنیاد اور جاہلانہ تفسیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف منسوب کیا جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل علم جانتے ہیں اور جنہوں نے کچھ عربی قواعد پڑھے ہوں گے، وہ پروفیسر صاحب کی اس نرالی تحقیق پر ضرور غم کے آنسو بہائیں گے۔ سب اہل علم جانتے ہیں کہ "فعلان" مبالغہ ہے اس کا وزن "فَعْلَان" ہے۔ اس میں پہلے حرف پر فتح (زبر) ہے اور دوسرے حرف پر جزم، لیکن اس کی آخری دو مثالیں، جو نام نہاد علامہ نے پیش کی ہیں۔ ایک "جَرَیَان" اور دوسری "طُغیان" وہ نہ صرف غلط بلکہ موصوف کی بدترین

جہالت کا روشن ثبوت ہیں۔ کیونکہ "جَرَیَان" کے پہلے حرف پر اگرچہ زبر ہے، مگر دوسرے پر
جزم نہیں ہے، بلکہ اس پر بھی زبر ہے، نیز یہ کوئی رحمٰن کی طرح اسم مبالغہ نہیں بلکہ مصدر
ہے۔ ملاحظہ ہو اقرب الموارد میں لکھتے ہیں "جَرٰی یَجْرِی جَرْیًا وَجَرَیَانًا۔ (اقرب
الموارد ج ا صفحہ ۱۱۹) لہٰذا اسم مبالغہ کے لئے مصدر کی مثال پیش کرنا اور دونوں کو
ایک دوسرے پر قیاس کرنا کسی اہل علم سے نہیں، طاہر القادری جیسے نام نہاد علامہ سے
ہی متوقع ہو سکتا ہے۔ اسی طرح موصوف کا لفظ "رحمٰن" کی تحقیق میں "طُغیان" کی
مثال پیش کرنا بھی موصوف کی علمی ابتری کا چمکتا ثبوت ہے۔ کیونکہ "رحمٰن" کے پہلے حرف
پر فتح (زبر) ہے لیکن "طُغیان" کے پہلے حرف پر ضمہ (پیش) ہے۔ پھر "رحمٰن" اسم
مبالغہ ہے، اور "طُغیان" مصدر ہے، چنانچہ المنجد میں ہے "طَغٰی یَطْغٰی طُغْیًا وَ
طُغْیَانًا" (صفحہ ۴۶۷)

قارئین :۔ جب کوئی شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جائے، جس کا وہ اہل نہیں تو
اس منصب کی جو مٹی پلید ہوگی۔ اس کا قیاس کون کر سکتا ہے۔ طاہر القادری صاحب جو
بنیادی طور پر ایک وکیل ہیں، جھوٹے خوابوں اور جھوٹی بشارتوں کے ذریعے اور جھوٹے
علامہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے، قرآن کی تفسیر لکھنے اور اس کے الفاظ و معانی کی تحقیق
فرمانے لگے ہیں، ان سے ایسی جاہلانہ باتوں کا سرزد ہونا کوئی عجیب بات نہیں، بس ان کی
خدمت میں اس کے سوا کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ کہ خدارا تصنیف و تالیف کے دھندے
سے باز آجائیں، بہت کچھ کما لیا ہے، اب خدا کا خوف کریں اور قرآن و سنت اور اسلامی
علوم کو مزید تختہ مشق و ستم نہ بنائیں۔ ؎

بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو۔

کرام اور مقطّعات

جناب طاہر اپنی جملہ مطبوعات و تصنیفات کی قابلِ قبول باتوں کو اپنی طرف منسوب
تے ہیں اور ان میں کی گئی غلطیوں اور جہالتوں کو اپنے ساتھیوں کے سر پر ڈال دیتے ہیں کہ
ن کتابوں کی تدوین و ترتیب اور نظرِ ثانی کرنا جناب نیّر صاحب، جاوید صاحب اور حافظ
ق محمد خاں کی ذمہ داری ہے۔ غلطیوں کو ان کی طرف لوٹایا جائے اور اچھائیوں کو میرے
باندھا جائے۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت مولانا تقدس علی خاں کی خدمت میں ارسال
گئے جواب میں لکھا ہے۔ لیکن تسمیۃ القرآن و تفسیر سورۃ فاتحہ ایسی اور بھی کئی کتب و
ل ہیں۔ جن پر کسی اور کا نام ہی نہیں ہے۔ ان میں بھی بے شمار جہالتیں اور حماقتیں بھری
ں ہیں اور کیسٹوں میں الفاظ کے تلفّظ تک کی پھر ان کے معنوں کی بے شمار غلطیاں ہیں مثلاً
ت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی دوڑ والی حدیث، اور اسی طرح کی بے شمار مثالیں ہیں
اری اس کتاب میں آپ کو ملیں گی۔ اسی طرح آپ ایک لفظ بولتے ہیں "کَرام"
کی فتح یعنی زبر کے ساتھ حالانکہ صحیح لفظ "کرام" ہے اور لفظ "مقطّعات"
کی کسرہ (زیر) کے ساتھ کہتے ہیں یہ جہالت کے سوا کچھ نہیں (سنئے خطبہ جمعہ مورخہ
ہ شمائل نبوی قسط نمبرا۔ حلیہ مبارک، سراپا) اسی طرح سن لیجیے ۲۳ $\frac{12}{84}$ خطبۂ جمعہ
ت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسلسلہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسط نمبر ۲۔ اس میں
حدیث پڑھتے ہیں۔ اس میں لفظ "تَنَبَّتَ" کہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں لفظ
نبّت" نہیں ہے یہ غلط ہے اور جناب طاہر کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ جب کہ یہ لفظ
یں "تَنَبَّأَتَ" ہے۔ لیکن علامہ، ڈاکٹر، مفکر کہلانے والے جناب طاہر کو اس
ی شعور نہیں کہ یہ لفظ کیا ہے؟ جب علمی بے بضاعتی کا یہ عالم اور جہالت کا یہ حال

فتح یعنی زبر کے ساتھ حالانکہ صحیح لفظ "کِرام" کاف کی کسرہ زیر سے ہے اور

ہو کر حدیثِ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے الفاظ صحیح سمجھ میں نہ آئیں اور ان کے تلفظ کی صحت تک جناب کو معلوم نہ ہو۔ پھر دعویٰ کرنا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پلایا اور منہاج القرآن بنانے کا حکم فرمایا اور خود لاہور تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ سراسر جھوٹ، بہتان اور ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خدمت کے لئے ایسا ہی شخص ملا تھا جو ایل ایل بی سے بڑھ کر کوئی صلاحیت نہیں رکھتا اور فریب دہی کے ذریعے علماء کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کہتی ہے فلک کی گردش ان سے
تم کیا ہو تمہاری ہستی کیا ہے

جھوٹے حوالے

جناب علامہ طاہر القادری صاحب اپنی تقاریر میں جھوٹے حوالے اور جھوٹی و
ن گھڑت عبارتیں پیش کرنے کے عادی بھی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سامعین کوئی علماء
ن تو ہیں نہیں۔ لہٰذا جو جی میں آتے کہتے اور لکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تو
ہے کہ

موصوف اپنی اسی کتاب اجزائے ایمان کے حصّہ دوم صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں
"عدل کی تعریف علمائے لغت نے ان الفاظ میں کی ہے۔
"وضع الشیٔ علی محلہ"
امام راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، بذیل مادہ عدل"

یعنی امام راغب نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں عدل کے مادہ کے تحت عدل
تعریف یوں لکھی ہے" وضع الشیٔ علی محلہ" لیکن یقین فرمائیے کہ امام
راغب علیہ الرحمۃ نے عدل کے مادہ کے تحت عدل کی یہ تعریف ہی نہیں لکھی۔ اہل علم
مفردات کتاب اٹھا کر دیکھ لیں اور جناب طاہر صاحب کی علمی دیانت کی داد دیں۔

داڑھی کی حد شرعی

جناب طاہر کا یہ کہنا کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم دو انگل کے برابر بھی سنت ہے بالکل غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ ہمارے فقہاء کرام واضح فرما رہے ہیں کہ

المسنون وهو القبضة — کہ مسنون قبضہ ہی ہے (یعنی چار انگل)

(ہدایہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی داڑھی مبارک ایک قبضہ تھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر اس سے زائد بال کاٹ دیتے تھے یہ حدیث بخاری شریف کتاب الحج میں اور ابوداؤد و نسائی کی کتاب الصوم میں موجود ہے اور فتح القدیر میں ہے۔

واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد — کہ داڑھی میں سے کچھ لینا کہ وہ قبضہ سے کم ہو جائے۔ جیسا کہ بعض اہل مغرب اور مخنث مرد کرتے ہیں تو اسے کسی نے جائز نہیں کیا۔

(ج ۲ ص ۳۴۸)

در مختار میں ہے "المسنون وهو القبضة" کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ایک قبضہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ سنت کا اس سے کوئی کم حصہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم جواز کے لئے اس پر عمل بھی فرماتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اس سے کم نہ فرمائی اور جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ فرمایا ہو اسے کبھی بھی ترک نہ کیا ہو وہ واجب ہوتا ہے لہٰذا داڑھی بقدر قبضہ واجب ہے اسے مسنون بایں معنی کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے یعنی اس کا واجب

سنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا طاہر صاحب کا کہنا کہ دو انگل بھی سنت میں شامل ہے ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اسلامی تعلیمات میں گمراہ کن ترمیم و تبدیلی اور اس غرض کا ہی حصہ ہے جس کے لیۓ ادارہ منہاج القرآن معرضِ وجود میں لایا گیا۔

نیز کتب فقہ میں ہے کہ جب داڑھی سنت کے مطابق ہو تو اسے اس نیت سے تیل نہ لگائیں کہ یہ اور بڑھے کیونکہ سنت کی مقدار پوری ہو گئی اب اسے بڑھانے کی حاجت نہیں ہے اس پر علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ شرح در مختار میں فرماتے ہیں کہ

(اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ) اما اذا لم تکن القدر المسنون فلا یکرہ لتصلہ	جب داڑھی بقدر مسنون ہو اور وہ قبضہ ہے تو اسے تیل نہ لگائے کہ اور بڑھے لیکن جب قدرِ مسنون نہ ہو تو حرج نہیں تاکہ بڑھ کر قدرِ مسنون کو پہنچ جائے۔
(طحطاوی ج ۱ صفحہ ۴۶۹)	

علامہ امام طحطاوی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ دو انگل داڑھی ہرگز سنت نہیں ہے اگر سنت ہوتی تو اسے مزید بڑھانے کے لیۓ تیل لگانے کی حاجت و اجازت نہ ہوتی۔ جب کہ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر داڑھی قدرِ مسنون قبضہ سے کم ہے تو اس نیت سے داڑھی کو تیل لگانے میں حرج نہیں کہ وہ بڑھ کر قدرِ مسنون تک پہنچ جائے۔ لہٰذا طاہر صاحب کا دو انگل داڑھی کو قدرِ مسنون قرار دینا اسلامی تعلیمات میں تحریف اور دین کے مسلمات میں تبدیلی کرنے کی جسارت اور اپنی شریعت ایجاد کرنا ہے ؎

جسے چاہیں اسے حق مانتے ہیں
جسے چاہیں خطا گردانتے ہیں۔

سبع مثانی کی مراد میں غلط بیانی اور تحریف

پروفیسر طاہر القادری صاحب عام طور پر جعلی قسم کی باتیں کر کے عام لوگوں کو اپنی مصنوعی علمیت سے متاثر کرنے کی خوب مہارت رکھتے ہیں بلکہ خلافِ واقعہ باتیں بڑی جسارت کے ساتھ سپردِ قلم فرما دیتے ہیں۔ اس کی کئی ایک مثالیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے اور آگے بھی آئیں گی۔ کہ موصوف اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۳۰ پر "السبع المثانی" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ" سے مراد بالاتفاق سورۃ فاتحہ ہے"

اسی طرح صفحہ ۴۲ اور ۴۳ پر بھی موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ "اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے"۔ لیکن، قارئین! یقین فرمائیں کہ پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ، قرآنی علوم کی تحقیق میں کذب بیانی، غلط گوئی اور کھلی تحریف ہے۔ بلاشبہ پروفیسر صاحب کے اس دعویٰ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ موصوف قرآنی علوم سے صحیح خبر نہیں رکھتے بلکہ خود بھی بھٹکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکانے میں لگے ہوئے ہیں۔

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

سچ بات یہ ہے کہ سبع مثانی سے، سورۃ فاتحہ کے مراد ہونے میں آئمہ کا کوئی اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ "سبع مثانی" کی مراد میں، خود صحابہ کرام اور تابعین میں اختلاف رہا ہے اس سلسلے میں کہ "سبع مثانی" سے کیا مراد ہے۔ اصحابِ تفاسیر نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض مفسرین نے تین قول نقل کئے اور بعض نے چار اور امام فخر الدین عمر رازی علیہ الرحمۃ نے پانچ اقوال نقل کئے اور آخری قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ پانچواں قول، چوتھے

قول سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اگرچہ ان میں بعض اقوال بعض کی نسبت قوی یا اقوی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ امام رازی لکھتے ہیں :۔

"وللناس فیہ اقوال" سبع مثانی کے بارے میں کئی اقوال ہیں، پہلا قول جو اکثر مفسرین کا قول ہے۔ یہ ہے کہ اس سے مراد فاتحۃ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ ہے یہ حضرت علی، عمر، ابن مسعود، ابوہریرہ، حسن، ابوالعالیہ، مجاہد، ضحاک، سعید بن جبیر اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سات طویل سورتیں ہیں۔ بقرہ، آلِ عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور انفال و توبہ اکٹھی (کیونکہ ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ لاکر ان میں فرق نہیں کیا گیا) اور ان کو مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ ان میں حدود / امثال وغیرہ مکرر مذکور ہوئے ہیں یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور بعض روایات کی رو سے حضرت ابنِ عباس اور ان کے شاگرد، سعید بن جبیر و مجاہد کا قول ہے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت سفیان سے یہ قول بھی مروی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے وہ سات سورتیں ہیں جو طوال و مئین سے کم اور مفصل سے زائد ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سارا قرآنِ کریم ہے اور یہ بھی بعض روایات میں حضرت ابن عباس اور ان کے شاگرد حضرت طاؤس سے مروی ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد فاتحہ اور مثانی سے مراد سارا قرآن کریم ہے۔"

(تفسیر کبیر ج ۱۹ صفحہ ۲۰۷ تا صفحہ ۲۱۱ و تفسیرِ مظہری ج ۵ صفحہ ۳۱۴ تا صفحہ ۳۱۴ و تفسیر درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵ و تفسیر روح المعانی ج ۱۴ صفحہ ۷۸ تا ۷۹ و تفسیر امام قرطبی ج ۱۰ صفحہ ۵۴ / ۵۵ و تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التاویل امام ابی البرکات نسفی ج ۱ صفحہ ۲۷۸)

قارئین ملاحظہ فرمائیے، دورِ جدید کے خود ساختہ مفسّر پروفیسر طاہر القادری صاحب

کا دعویٰ کہ "سبعا من المثانی" سے مراد " بالاتفاق " سورۃ الفاتحہ" ہے ان کی کس قدر صریح غلط بیانی، علومِ قرآن سے بے خبری اور عوام مسلمانوں کو علومِ قرآن سے متعلق غلط معلومات فراہم کرنے کی بڑی جسارت ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو دین کے بیڑے کا ناخدا بنانے لگے تھے؟ جو امت کو قرآن و سنت کی غلط تعبیر و غلط تفسیر فراہم کر کے الٹا اس کے بیڑے کو ڈبوئے جا رہا ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، پروفیسر صاحب کو امت سے کیا غرض، ان کو تو سستی شہرت اور اس کے ذریعے سادہ لوح قوم سے لاکھوں اور کروڑوں روپے چندہ سے دلچسپی ہے۔

؎ کرم کوشیاں ہیں، ستم کاریاں ہیں
بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

پروفیسر طاہر القادری کا ائمہ دین پر ایک اور بہتان

قارئین! پروفیسر طاہر القادری نے "سبع مثانی" سے متعلق ایک دعویٰ کیا تھا کہ سبع مثانی سے مراد بہ اتفاق سورۂ فاتحہ ہے"۔ ان کے اس دعویٰ کو دلائل کی روشنی میں ہم غلط اور ائمہ پر بہتان قرار دے چکے۔ اب موصوف نے ایک اور دعویٰ فرمایا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۴۴ پر دعویٰ فرماتے ہیں کہ

"ائمہ و محدثین کا اجماع ہے کہ یہ عبادت ملتِ ابراہیمی کے مطابق زیادہ تر فکر و مراقبہ پر مشتمل ہوتی تھی"

پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ قطعاً غلط بلکہ ائمہ و محدثین پر کھلا افتراء، اور دین میں تحریف ہے۔ ائمہ و محدثین کا اس بات پر کوئی اجماع نہیں ہے۔ بلکہ پروفیسر صاحب کے دعویٰ کے برعکس اس میں ائمہ و محدثین کا اختلاف ہے:

چنانچہ امام محمد بن یوسف الکرمانی، شارح بخاری، شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں جو عبادت فرماتے تھے اس میں تین احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ کسی سابقہ شریعت کے مطابق عبادت فرماتے تھے۔ پھر اس میں بھی کئی ایک اقوال ہیں کہ وہ کس کی شریعت تھی ایک قول شریعتِ نوح کا ہے دوسرا شریعتِ ابراہیم کا، تیسرا شریعتِ موسیٰ کا اور چوتھا شریعتِ عیسیٰ کا اور ایک قول یہ ہے کہ اس عبادت کا کسی کی شریعت سے ہونا ہی ثابت نہیں ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عبادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی عقل و شعور کے تقاضا کے مطابق ہوتی تھی اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ عبادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شریعت کے مطابق تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رویائے صالحہ سے حاصل ہوتی تھی۔"

(خلاصۂ عبارت شرح کرمانی ج ۱ صہ ۳۲/۳۳)

اور امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"ان عبادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل البعثۃ ھل کانت شریعۃ احد ام لا؟ فیہ قولان لاھل العلم وعزی الثانی الی الجمھور، انما کان یتعبد بما یلقی الیہ من نور المعرفۃ الخ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی عبادت، کیا کسی کی شریعت تھی یا نہ؟ اس میں اہل علم کے دو قول ہیں دوسرے قول کی نسبت جمہور کی طرف کی گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر جو نور معرفت ڈالا جاتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی کے مطابق عبادت کرتے تھے

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۱)

لیجئے، جناب پروفیسر طاہر القادری کی علمی صحت و تحقیق کا نظارہ بھی کیجئے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ادارہ منہاج القرآن اس لئے قائم فرمایا ہے کہ وہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق، دین کی جدید تعبیر کریں گے۔ اور یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ خدمت سونپی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس شخص کی معلومات کا یہ عالم ہو کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت کا صحیح علم نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں فرماتے تھے۔ اس کا اجتہاد، دین کی جدید تعبیر و ترجیہہ کرنے اور خدمتِ دین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ سادہ لوح عوام کو مغالطے میں ڈالنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اہلِ علم حضرات جنہوں نے اس شخص کو قریب سے دیکھا ہے خوب پہچان گئے ہیں۔ خدا کرے

اس کی شب بیداریوں کے چکروں میں پڑے ہوئے عوام بھی اس کو پہچان لیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش

من انداز قدت را مے شناسم

غرض یہ کہ جناب پروفیسر صاحب اپنی نادانی سے اسے تمام ائمہ و محدثین کا اجماع و اتفاق قرار دے کر نہ صرف ائمہ و محدثین پر افتراء و بہتان باندھ رہے ہیں۔ بلکہ آنے والی خالی الذہن نسلوں کو بھی جہالت و نادانی کے گڑھے میں گرا رہے ہیں اور قوم کے لاکھوں اور کروڑوں روپے اسی جہالت کو فروغ دینے پر بے دریغ صرف فرما رہے ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

تصوّف میں تحریف

جناب طاہر القادری صاحب نے جہاں قرآن وحدیث وفقہ میں تحریف فرمائی ہے وہاں تصوّف بھی جناب کی تحریف سے محفوظ نہیں رہا۔ چنانچہ اہلِ علم حضرات اس بات سے باخبر ہوں گے۔ تصوفِ عملی کی ابتدار تزکیۂ نفس سے ہوتی ہے اور تزکیۂ نفس کے بعد فنا کا مقام آتا ہے۔ جناب طاہر القادری صاحب تصوف کا درس بھی دیتے اور اپنے آپ کو روحانی پیشوا کی حیثیت سے منوانے کے لئے اخبارات میں اپنی شب بیداریوں کے اشتہارات بھی چھپواتے ہیں۔ جب کہ اس سلسلے میں جناب کی علمی صلاحیت کا یہ عالم ہے کہ نہ تو تزکیۂ نفس کے معنی جانتے ہیں اور نہ ہی فنا کے معنی ومفہوم کی سمجھ رکھتے ہیں۔

تزکیۂ نفس کے غلط معنی

چنانچہ تزکیۂ نفس کی امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ نے جو تعریف کی ہے۔ موصوف اپنی اسی کتاب اسلامی فلسفۂ زندگی میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ فرماتے ہیں

"تنمیتھا بالخیرات والبرکات" (ترجمہ) خیرات و برکات کا انسانی نفس میں نشو ونما پانا تزکیۂ نفس ہے۔

اس ترجمہ کی رو سے مطلب یہ ہوگا کہ نفسِ انسانی میں خیرات و برکات (نیکیاں) نشو ونما پاتی ہیں۔ یہ ترجمہ غلط ہی نہیں جاہلانہ اور احمقانہ بھی ہے۔ جب کہ اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "نفسِ انسانی کو خیرات و برکات (نیکیوں) کے ذریعے نشو ونما دینا اور

پروان چڑھانا، تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیرات و برکات نشوونما نہیں پاتیں۔ بلکہ ان کے ذریعے نفس کو نشوونما دی جاتی ہے۔ یعنی خیرات و اعمالِ صالحہ، نفس کے ستھرا کرنے اور اس کو سنوارنے کا ذریعہ ہیں۔ پھر پروفیسر طاہر القادری صاحب کی کم علمی کا مظاہرہ بھی دیکھئے کہ امام راغب کے کلام میں لفظ **تنمیتھا** " میں "تنمیہ" باب تفعیل کا مصدر ہے اور متعدی ہے جس کے معنی ہیں، نشوونما دینا اور پروان چڑھانا مگر موصوف اس کا ترجمہ "نشوونما پانا" کر کے اسے لازم بنا دیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

جناب طاہر صاحب نے جو امام راغب کی عبارت کا ترجمہ فرمایا۔ اس کی رو سے جناب طاہر صاحب کے نزدیک گویا خیرات و برکات (نیکیاں) نشوونما پاتی ہیں لیکن نفس انسانی وہاں کا وہاں ہی رہتا ہے۔ غالباً موصوف نے اپنے ہی حال کے مطابق اس کا ترجمہ فرمایا ہے۔

افسوس کہ جس شخص کو تزکیۂ نفس کا معنی کرنا نہیں آتا وہ لوگوں کو تزکیۂ نفس کی تعلیم دے رہا ہے۔ پروفیسر صاحب قرآن و حدیث کا بھی یہی حشر فرما رہے ہیں۔ ان کی تحریفی کارستانیوں سے کوئی بھی شعبہ علم و تحقیق محفوظ نہیں رہا۔ ؎

دستِ جنوں نے ایسی اڑائی ہیں دھجیاں
چھوڑا نہ ایک جیب و گریباں کے تار کو!

فنا کی غلط تفسیر

محترم طاہر القادری صاحب نے اپنے خود ساختہ تصورِ تصوف کے سلسلے میں فنا کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ نہ صرف غلط بلکہ گمراہی ہے اور گمراہ کن بھی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اسلامی فلسفۂ زندگی" کے صفحہ ۵۷ پر فنا کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں "اپنی ذات کو فنا کر دو"۔ "وصالِ ذات کی شرط فنائے ذات قرار دے دی گئی"۔

"فان لم تکن" (کہ تم خود نہ رہو) یعنی اپنی ذات کو فنا کر دو

"مطلب یہ کہ اگر تمہارا وجود فنا ہو جائے جو حق تعالیٰ کی رویت و مشاہدہ میں حاجب مانع ہے تو تم اللہ کو دیکھ لو گے"۔ ص ۵۷

پھر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کے ایک جملہ کے معنی کرتے ہوئے اس میں اپنی طرف سے پیوند لگاتے ہیں "یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے حالتِ فنا میں داخل ہو جائے الخ"

"مجاہدہ کرے کہ فنائے ذات کے مقام پر فائز ہو جائے"۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ فنا کے معنی بندے کا اپنی ذات کو معدوم کر دینا ہے خواہ وہ اس کا مطلب کچھ بیان کریں لیکن لفظِ فنا کی نسبت ذات کی طرف کر کے صوفیاء کرام کے مسلک سے ہٹ کر گمراہوں اور بے دینوں کا مسلک اختیار کرنا ہے اور کا یہ فناء کا تصور بالکل جہل و گمراہی ہے۔ بندے کی ذات کبھی بھی فنا نہیں ہوتی نہ اس کا وجود فنا ہو جاتا ہے اور نہ ہی اس کی ہستی معدوم ہوتی ہے بلکہ فنا کا تعلق صرف صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ م ۸۱۶ھ کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الفناء سقوط الاوصاف — یعنی فنا بری صفات کا زائل ہونا ہے

المذمومة كما ان البقاء وجود الاوصاف المحمودة — جیسا کہ بقا اچھی صفات کا موجود ہونا ہے

(کتاب التعریفات ص ۳۰)

اور علامہ عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری جامع العلوم میں فرماتے ہیں۔

(الفناء فی اللہ) ھو تبدل الصفات البشریة بالصفات الالھیة (جامع العلوم ج ۳ صفحہ ۵) — یعنی فنا فی اللہ، بشری صفات کے خدائی صفات کے ساتھ بدل جانے کا نام ہے

ان دونوں بزرگوں نے جو فنا فی اللہ کی تعریف کی ہے اس سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ اس میں فنائے ذات کا کوئی تصور نہیں بلکہ فنا فی اللہ اس بات کا ہی نام ہے کہ بندہ (احکام شریعت پر عمل اور اعمالِ صالحہ کے اکتساب کے ذریعے) اپنے اندر کی ناپسندیدہ صفات کو دور کر کے اپنے میں وہ صفات پیدا کرے جو خدائے قدوس کو پسند اور اسکی صفات کی عکاسی کرتی ہوں

اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ حاشیہ عبدالغفور علی شرح الجامی میں فرماتے ہیں۔

ومعنی الفناء فی اصطلاح الصوفیة تبدیل الصفات البشریة بالصفات الالھیة دون الذات (حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی عبدالغفور ص) — اور صوفیہ کی اصطلاح میں فنا صفاتِ بشریہ کے صفاتِ الٰہیہ سے تبدیل کرنے کا نام ہے نہ کہ ذات کی تبدیلی۔

لیجئے امام المحققین علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے تو "دون الذات" کی قید لگا کر مزید واضح کر دیا کہ فنا میں صفات کی تبدیلی ہوتی ہے ذات کی نہیں۔ لہٰذا جناب طاہر القادری صاحب کا فنا کی تعریف و تفسیر میں ذات کو معدوم و فنا کہہ دینے کا ارشاد فرمانا، لغو و باطل اور جہل کے سوا کچھ نہیں۔ افسوس کہ آج علمِ تصوف سے بے خبر اور روحِ تصوف سے عاری جناب طاہر القادری جیسے لوگ مسندِ ارشاد پر متمکن اور تصوف کا درس دے رہے ہیں۔

جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا

مثال مشہور ہے "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا کبھی وہ کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے۔ جناب طاہر القادری کا حال بھی ایسا ہی ہے اور یہ مثال جناب موصوف پر سو فیصد صادق آتی ہے۔ چنانچہ موصوف اپنی کتاب "اجزائے ایمان" حصہ دوم کے صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام کی تعداد تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش ہے۔"

اس کے چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں۔

"انبیاء کی تعداد تو شمار اور احصاء سے ماوراء ہے۔"

موصوف نے پہلے تو انبیاء علیہم السلام کی تعداد اور حد بیان کر دی کہ چوبیس ہزار یا اس کے قریب قریب کچھ کم یا زیادہ۔ لیکن اس کے چند سطروں کے بعد فرما دیا کہ انبیاء کی تعداد تو شمار اور احصاء سے ماوراء ہے۔ یعنی ان کی تعداد اس سے کہیں بلند اور بڑھ کر ہے کہ کوئی اس کا شمار کر سکے یا ان کی تعداد کا احاطہ کرے یا حد بتا سکے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نبی اور رسول کی غلط تعریف

جناب طاہر صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر "نبی اور رسول میں فرق" کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ

"نبی تو ہر وہ پیغمبر ہے جسے شرفِ نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو"

نبی کی یہ تعریف کسی نے نہیں کی۔ یہ تعریف جناب کی خود ساختہ یا دوسرے لفظوں میں ایجادِ بندہ ہے کیونکہ اس سے نبی کا تصور واضح نہیں ہوتا اور نبی کا فارسی میں ترجمہ "پیغمبر" ہے۔ اور جب کہ نبی کی صحیح تعریف یوں ہے۔

"نبی اس بشر (آدمی) کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو"۔ (بہارِ شریعت ج ۱ صفحہ ۱)

قارئین! غور فرمائیں کہ جناب طاہر صاحب کے برعکس صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کی کس قدر واضح اور جامع تعریف فرمائی کہ اس کے ذریعے نبی کا ایک واضح تصور علم میں آجاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں طاہر صاحب کی تعریف (نبی کی) غلط ہے پھر رسول کی تعریف فرماتے ہیں۔

"رسول اسے کہتے ہیں جسے نبوت کے بعد منصبِ رسالت پر بھی سرفراز کیا گیا ہو اور اسے کسی مخصوص قوم کی طرف دعوت و تبلیغ کا باقاعدہ پیغام اور پروگرام دے کر بھیجا ہو۔ یہ پروگرام اسے کتاب یا صحیفے کی صورت میں باری تعالیٰ نے سپرد کیا ہو۔"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۲۶)

رسول کی یہ تعریف بھی کسی نے نہیں کی۔ یہ طاہر صاحب کی خود ساختہ اور من گھڑت

اور سراسر غلط ہے۔ رسول کی تعریف میں پروفیسر صاحب نے اس قدر لمبی چوڑی اور خود ساختہ عبارت لکھی ہے کہ آپ کتابیں کھول کھول کر ڈھونڈتے پھریں ایسی تعریف کہیں نہیں ملے گی یہ تعریف غیر ضروری اور غیر واضح الفاظ پر مشتمل ہے اور اس میں طاہر صاحب نے یہ بات بھی شامل کی ہے کہ رسول کے لئے کتاب یا صحیفے کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جسے کتاب یا صحیفہ نہ دیا گیا ہو وہ رسول نہ ہو گا۔ طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف سے کئی ایک رسول، رسول قرار نہیں پائیں گے (معاذ اللہ) مثلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

وكان رسولا نبيا — کہ وہ رسول نبی تھے۔

اور یہ بھی مسلم بات ہے کہ ان کو کوئی کتاب نہ دی گئی اور نہ ہی نئی شریعت یا نئے احکام بلکہ وہ شریعتِ ابراہیم کے تابع تھے۔ اس کے باوجود وہ نبی رسول تھے لیکن طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف سے تو ان کی رسالت کی نفی لازم آتی ہے (معاذ اللہ) اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام بھی رسول ہیں جن کی رسالت کی گواہی بھی قرآن دے رہا ہے۔ چنانچہ سورۂ غافر میں ہے کہ

ولقد جاءكم يوسف — اور البتہ بے شک تمہارے پاس

من قبل بالبينات — پہلے یوسف معجزات لائے۔

(سورۂ غافر ۳۵)

اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا اور وہ معجزات لائے مگر ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا صحیفہ نہیں دیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ رسول ہیں۔ چنانچہ امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

قد بعث الله فيهم — بے شک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام

رسولا من قبل موسیٰ علیہ السلام وھو یوسف علیہ السلام — سے پہلے اللہ نے ایک رسول کو بھیجا اور وہ یوسف علیہ السلام ہیں

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۷۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کے رسول ہونے میں بھی کوئی شک نہیں بلکہ یہ قطعی اور یقینی بات ہے اور یہ بھی قطعی اور یقینی بات ہے کہ ان کو کوئی کتاب یا صحیفہ بھی نہیں دیا گیا تھا۔ تو طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف کی رو سے جس میں انہوں نے رسول کے لئے کتاب یا صحیفہ کا دیا جانا بیان کیا، لازم آتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی طرح حضرت یوسف علیہ السلام بھی رسول نہ ہوں اور ایسا خیال نہ صرف غلط، بلکہ کفر ہے (معاذ اللہ) اس لئے علماء محققین نے رسول کی تعریف کرتے ہوئے کتاب یا صحیفہ یا شریعتِ جدیدہ لانے کی شرط کا ذکر ہی نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو شرح عقائد میں رسول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام — رسول اس انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے احکام کی تبلیغ کے لئے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

(صفحہ ۹۵ طبع مصر)

نبی اور رسول میں جو فرق علامہ شیخ ابو العلا محمد مصطفیٰ استاذ جامعہ ازہر قاہرہ نے بیان کیا وہ نہایت ہی موزوں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

الرسول هو انسان ذکر حر اوحی الیه بشرع وان لم یکن جدیدا لیعمل به فی خاصة نفسه وامر — رسول وہ انسان مرد آزاد ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو اگرچہ نئی شریعت کی نہ ہو تاکہ وہ اس پر خود عمل کرے اور اسے اس کے دوسروں

بتبليغه والنبي هو انسان ذكر حر اوحي اليه بشرع ليعمل به في خاصة نفسه سواء امر بتبليغه اولم يؤمر۔

(حدیث الاسلام ج ۱ صفحہ ۱۴۱ طبع قاہرہ)

تک پہنچانے کا حکم کیا گیا ہو اور نبی وہ انسان مرد آزاد ہے جسے شریعت کی وحی کی گئی ہو تاکہ وہ خود اس پر عمل کرے خواہ اسے دوسروں تک اس کے پہنچانے کا حکم کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

اس سے فرق واضح ہو گیا کہ وحی دونوں کو ہوتی ہے لیکن رسول پر تبلیغ فرض ہوتی ہے جب کہ نبی کے لئے تبلیغ کی فرضیت ضروری نہیں۔ یعنی اگر تبلیغ فرض ہوگی تو وہ رسول بھی ہوگا اور نبی بھی اور اگر تبلیغ فرض نہ ہوگی تو وہ نبی ہوگا لیکن رسول نہ ہوگا علامہ ازہر نے رسول کی تعریف میں اسے کتاب کے دیے جانے کو لازمی قرار نہیں دیا۔ گویا نبی محض وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام و معارف کی وحی کی جائے لیکن اس پر ان احکام و معارف کا دوسروں تک پہنچانا فرض نہ ہو اور اس پر اگر کتاب نازل ہو تو اس میں احکام نہ ہوں بلکہ علوم و معارف بیان کئے گئے ہوں اس صورت میں نبی صاحب کتاب بھی ہو سکتا ہے اور صاحب کتاب ہونے کے باوجود وہ رسول نہ ہوگا۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام۔ چنانچہ دنیائے علم و عرفان کے شیخ اکبر حضرت امام محی الدین بن عربی متوفی ۶۳۸ھ جن کی ولادت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا سے ہوئی۔ اپنی تفسیر میں نبی اور رسول کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بخوف طوالت اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"نبی اور رسول کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو مقام قرب میں فنا کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو۔ مقام استقامت کی طرف وجود موہوب کے ساتھ رجحان رکھتا ہو، متحقق بالحق اور عارف بالحق ہو۔ حق

کے امر سے حق کی ذات، صفات، افعال اور احکام کی خبر رکھتا ہو۔ اپنے سے پہلے رسول کی شریعت کی بنا پر اس کی طرف دعوت دینے کو مبعوث ہوا ہو۔ لوگوں کے لئے شریعت کے احکام نہ لایا ہو اور نہ حکم و ملت کا واضع ہو۔ معجزات دکھانے والا۔ لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے اور جنت کی خوشخبری سنانے والا ہو۔ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام، کہ وہ سب کے سب دینِ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے تھے۔ کسی ملت و شریعت کے واضع نہ تھے اور ان میں سے کوئی صاحبِ کتاب بھی تھا۔ جیسے داؤد علیہ السلام، ان کی کتاب (زبور) معارف و حقائق اور وعظ و نصیحت کی باتوں پر مشتمل تھی۔ احکام و شرائع پر نہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور وہ اولیاء عارفین اصحابِ تصوف ہیں اور رسول وہ ہے جو اس سب کچھ کے علاوہ شریعت و قوانین کا واضع بھی ہو۔" (تفسیر امام ابن عربی ج ۲ صفحہ ۱۱۰)

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے رسول کی طرف شریعت و قوانین کے وضع کرنے کی نسبت فرمائی یہ وضع عام ہے کہ نئی ہو یا شریعتِ سابقہ کی تجدید و تبلیغ کی صورت میں ہو کیونکہ اس میں الفاظ یہ ہیں۔

"والرسول هو الذي يكون له مع ذلك كله وضع شريعة وتقنين" (ج ۲ صفحہ ۱۱۰)

اور رسول وہ ہے جس کے لئے اس سب کچھ کے باوجود شریعت و تقنین کی وضع بھی ہو۔

اس میں "شریعۃ و تقنین" کے الفاظ مطلق ہیں یعنی اس میں شریعتِ جدیدہ اور تقنینِ جدید کی کوئی قید و شرط نہیں ہے جو شریعتِ جدیدہ و سابقہ اور تقنین جدید و سابق،

دونوں کو عام ہے۔ لیکن اس تعریف میں کتاب یا صحیفے کی کوئی قید نہیں ہے۔ لہٰذا طاہر القادری صاحب کی تعریف نہ تو جامع قرار پاتی ہے کہ اس سے حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہما السلام رسول ہونے سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا رسول ہونا قرآن سے قطعاً ثابت ہے اور نہ ہی یہ تعریف مانع ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نبی محض ہونے کے باوجود صاحبِ کتاب ہونے کی وجہ سے رسول قرار پاتے ہیں حالانکہ وہ رسول نہ تھے۔ نبیِ محض اور امرِ خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے داعی و مبلغ تھے

یہ ہیں علامہ طاہر القادری صاحب کے جوشِ خطابت اور مدہوش قلم کی ستم کاریاں کہ نبی اور رسول میں فرق بیان کیا تو ایسا کہ نبی کی تعریف رسول پر اور رسول کی تعریف نبی پر صادق آتی ہے۔ کہیں رسول، نبیّ محض ٹھہر رہے ہیں اور کہیں نبیّ محض رسول قرار پا رہے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ جناب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی خدمت سونپی اور کشتیٔ امت کا واحد ناخدا بنا دیا ہے اور دودھ کے پیالے پلاتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر سادہ لوح سنیوں پر تعجب ہے جو ایسے جہل مرکب سے دین کی خدمت کی توقعات لئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگے پھر رہے ہیں ؎

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

نزولِ وحی کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا غلط عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نزولِ وحی کے بارے میں طاہر قادری صاحب نے جو عقیدہ اپنا رکھا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"وحی محمدی کے بعد تا قیامت وحی نازل نہیں ہو سکتی"

(اجزائے ایمان حصہ دوم ص ۱۴۱)

حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان پر وحی کا نزول بھی ہوگا۔ لیکن طاہر صاحب کی عبارت سے اس کی بھی نفی ہو گئی جو بالکل غلط اور عقیدۂ اہلسنت کے خلاف اور سنتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہوگا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں ہے۔

ثم یاتی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ قوم قد عصمھم اللہ منہ فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ فبینما ھو کذلک اذا وحی اللہ الیٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دجال سے بچا لیا ہوگا پس شفقت سے ان کے چہروں کو سہلائیں گے اور انہیں ان کے جنت کے درجوں کی خبر دیں گے۔ پس اس حال میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے

انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور الخ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱)	بندے (یاجوج وماجوج کی قوم کے لوگ باہر) نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس تم میرے ان بندوں کو کوہِ طور کی طرف پناہ میں لے جاؤ الخ

اس حدیث میں سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو گا۔ لہٰذا طاہر القادری صاحب کا اپنی اس کتاب میں یہ کہنا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی شخص پر اور کسی بھی رنگ میں وحی نازل نہ ہو گی اور یہ کہ وحی محمدی کے بعد تا قیامت وحی نازل نہیں ہو سکتی" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کے خلاف ہے۔ اس قسم کی حدیثیں اور بھی بے شمار مقامات پر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجہ، مسند امام احمد اور مستدرک امام حاکم میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس سے آئمہ محدثین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ فرمان قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور ان پر وحی بھی نازل ہو گی۔ جناب طاہر القادری صاحب نے چونکہ باقاعدہ درسِ نظامی نہیں پڑھا اور دورۂ حدیث مکمل کرنے کی سعادت سے محروم رہے ہیں۔ اس لئے کتبِ حدیث کے نام تو گن سکتے ہیں۔ لیکن ان سے کما حقہٗ استفادہ کی صلاحیت و اہلیت نہیں رکھتے اس لئے تو عقائد میں بھٹکے اور اپنی جہالت کی وجہ سے راہِ حق کو گم کئے پھر رہے ہیں۔ پھر تکبر اور غرور اور "چوں من دیگرے نیست" کے گھمنڈ کی وجہ سے امام اہلسنت قبلہ سید احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کی کوشش کے باوجود بھی راہِ راست پر نہیں آتے اور طاہر القادری صاحب کے قبولِ حق سے مایوس ہو کر انہیں کہنا پڑا کہ "اگر آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو تم گمراہ نہ ہوتے۔" اور اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہو گی کہ وہ آئمہ و فقہاءِ اُمت کو اپنا فریق قرار دے کر ان کے حوالوں

کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں (ہمارے پاس اس کی کیسٹ موجود ہے سن سکتے ہیں) اگر جناب طاہر کو ان احادیث کا علم ہوتا تو یوں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تاقیامت کسی پر بھی وحی نازل نہ ہوگی۔

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر

حرکتِ زمین اور قرآنِ مجید

جناب طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصّہ دوم صفحہ ۸۶ پر سورۂ انبیاء کی آیات نمبر تیس سے چونتیس تک کا ترجمہ کرتے ہوئے درج ذیل آیت سے زمین کی تیز رفتاری اور اس کی حرکت کو ترجمۂ قرآن کا حصہ بنا کر قرآنِ کریم کے ساتھ ناقابلِ برداشت زیادتی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ط الخ (الانبیاء)

(ترجمہ) اور ہم نے زمین کی تیز رفتاری کے باعث اس میں پیدا ہونے والی جنبش کو ختم کرنے کے لئے اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کو لے کر کانپے بغیر حرکت کرے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کس قدر بڑی زیادتی ہے جسے موصوف نے قرآنِ کریم کے ساتھ روا رکھا ہے کہ اس ترجمہ میں، زمین کی تیز رفتاری اور اس کا حرکت کرنا دونوں کو ترجمہ میں شامل کر کے دونوں باتوں کو معنی و مفہومِ قرآن کا جزو اور حصہ بنا دیا تاکہ ایک خالی الذہن شخص جب جناب طاہر القادری صاحب کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن پڑھے تو شعوری یا لاشعوری طور پر اس بات کا قائل ہو اور یہ عقیدہ اختیار کر لے کہ زمین متحرک ہے اور زمین کی حرکت قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ یہ بات بھی سمجھے بغیر نہیں رہے گا کہ جو اہلِ فکر و دانش اور اربابِ علم و نظر زمین کی حرکت کے قائل نہیں بلکہ زمین کو ساکن مانتے ہیں وہ قرآن کے ہی منکر ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جب کہ

اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے ۔

" اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے "

(ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ہمارے علماء کرام نے اسی آیت سے زمین کے حرکت نہ کرنے کا مسئلہ نکالا ہے چنانچہ حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر قرآن " نور العرفان " میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

" معلوم ہوا کہ زمین حرکت نہیں کرتی کیونکہ رب تعالیٰ نے پہاڑوں کو لنگر فرمایا ۔ لنگر ڈال دیئے ۔ پر پہاڑ جنبش نہیں کرتا ۔ ایسے ہی زمین اب جنبش (حرکت) نہیں کرتی "

(صفحہ ۵۱۷ طبع گجرات)

طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں اور ان کے نام نہاد اجتہاد کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن و سنت کے معنوں میں تحریف کر کے دورِ جدید کا ایک عظیم اور جدید مفکر کہلایا جائے
امامِ اہلسنت، مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرکتِ زمین کے خلاف رسالہ تحریر فرمایا۔ نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کی نہایت ہی معقول دلائل سے تردید کی۔ ۱۹۱۹ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل اور پاک و ہند کے ممتازِ ریاضی دان پروفیسر مولوی حاکم علی۔ جو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ سائنسی موضوعات پر خط و کتابت کے ذریعے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے اور بریلی جا کر بھی بالمشافہ گفتگو کرتے اور سائنسی تجربات بھی کرتے تھے اور ان کا قیام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ایک ماہ رہتا تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ

"غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ (نظریۂ حرکتِ زمین میں) متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ سائنس اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"محبِ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلاتِ دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی۔ نہ کہ سائنس

نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے (سائنس کو) اختلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سے سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں۔ الخ

(امام احمد رضا اور نظریۂ حرکتِ زمین" صفحہ ۱۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے حرکتِ زمین کے رد میں ۱۰۵ دلائل ارشاد فرماتے جن میں سے ۱۵ دلائل اگلی کتابوں کے ہیں اور ۹۰ دلائل خود اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی فکر رسا کی ایجاد ہیں جو اہلِ علم کے لئے قابلِ مطالعہ ہیں۔ (") اور بہت سے سائنس دان آج بھی حرکتِ زمین کے نظریہ کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ان کے نام " امام احمد رضا اور نظریۂ حرکتِ زمین۔" میں مذکور ہیں۔

مگر جناب طاہر القادری صاحب کو تجدید دور کے مفکر کہلانے کا شوق لئے پھر رہا ہے لہٰذا جناب والا! اس شوق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآنِ کریم کے معانی و تعلیمات کو مسخ کرنے میں مصروف ہیں۔ ناواقف اور سادہ لوح مالداروں اور حکومت کی لامحدود اعانت موصوف کی پشت پر ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم قرآنِ کریم اور حدیث شریف کے معنوں کو اس طرح غلط اور موڑ توڑ کر چھاپتا تو اس کے خلاف عوام و خواص کی طرف سے ایک طوفانِ احتجاج بلند ہو جاتا ہے مگر یہاں اس کے باوجود سب کچھ گوارا کیا جا رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ قرآنِ کریم کے ساتھ ایسی زیادتی کرنے والا، خود قرآن ہی کی تعلیمات کو فروغ دینے کا مدعی ہے ؎

کسی دشمن نے یہ عزت مجھے اب تک نہیں بخشی
ہمیشہ دوست ہی کا ہاتھ پہنچا ہے گریباں تک

نیّتِ مقدم اور ارادہ مؤخر؟

جناب طاہر صاحب جو مدعی ہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا کام سونپا ہے۔ تجدید و تحقیق اور اجتہاد کے کیسے کیسے گل کھلا رہے ہیں۔ اسی کتاب میں فرماتے ہیں، صفحہ ۱۷۲

"نیّت مقدم ہوتی ہے اور ارادہ مؤخر، لہٰذا ارادہ ہمیشہ نیت کے تابع ہوتا ہے"

جس شخص کو اس قدر علم بھی نہ ہو بلکہ علم و تحقیق کے نام پر جہالت پھیلا رہا ہو۔ اسے مفکرِ اسلام و مفسرِ قرآن اور علامہ کے القاب سے یاد کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر اور ستم کیا ہوگا۔

آئیے، اب صحیح اہلِ تحقیق کی بھی سنئے۔ ہدایہ میں ہے " والنیۃ ھی الارادۃ" کہ نیت ارادہ ہی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ عینیؒ "البنایہ شرح ہدایہ" میں فرماتے ہیں۔

النیہ ھی الارادۃ ھذا تفسیر النیۃ ای الارادۃ الجازمۃ القاطعہ (البنایہ ج ۱ ص ۵۷۰)

نیت ارادہ ہی ہے یہ نیت کی تفسیر ہے یعنی وہ ارادہ جو پکا اور قطعی ہو۔

گویا ارادہ کی دو قسمیں ہیں ایک ارادۂ محضہ جس میں جزمیت اور قطعیت نہ ہو دوسرا وہ ارادہ جس میں جزمیت اور قطعیت ہو جسے دوسرے لفظوں میں عزم بالجزم کہتے ہیں اسی عزم بالجزم کا نام نیت ہے اس کے بعد عمل کا ہی مرحلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اکمل الدین متوفی ۷۸۶ھ عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

النیۃ فی اللغۃ العزم والعزم ھو الارادۃ الجازمۃ

نیت لغت میں عزم کا نام ہے اور عزم وہ ارادہ ہے جو پکا و قطعی ہو۔

القاطعة (العنایہ ج ۱ صـ۲۶۶)

اس عبارت سے ہی ارادے کی تقسیم ظاہر ہو رہی ہے ایک وہ جو پکا اور قطعی نہ ہو۔ یہ ابتدائی نوعیت کا ارادہ اور دوسرا وہ جو پکا اور قطعی ہو۔ یہ جزمیت اور قطعیت ارادے کا دوسرا اور آخری درجہ ہے۔ اسی کا نام نیت ہے۔

امام زین الدین ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۰ھ بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں فرماتے ہیں۔

النیۃ اسم للمقترن بالفعل (البحرالرائق ج ۱ صـ۲۵)

یعنی نیت اس عزم و پختہ ارادہ کا نام ہے جو فعل کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے

امام ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے تو از حد وضاحت و صراحت ہی فرما ڈالی کہ نیت اس پختہ ارادہ اور عزم بالجزم کا نام ہے جس کے بعد کام کی ہی نوبت آجاتی ہے۔ یعنی نیت اور کام کے درمیان کوئی اور مرحلہ باقی نہیں رہ جاتا۔ روزنامہ نوائے وقت کے علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ ترتیب یوں ہے۔

"پہلے خواہش پھر غور و خوض پھر نیت پھر عزم و ارادہ پھر عمل۔"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

لیکن ائمہ اہلسنت فرماتے ہیں کہ پہلے ارادہ پھر نیت یعنی عزم بالجزم۔ چنانچہ امام شمس الدین محمد الخراسانی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۶۲ھ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ

النیۃ لغۃ العزم وشرعا القصد الی الفعل الخ

نیت کے لغوی معنی عزم کے ہیں اور شریعت فعل کا ارادہ کر لینا نیت ہے

(فتاویٰ قہستانیہ ج ۱ صـ۳۱)

امام موصوف نے بھی واضح کر دیا کہ نیت کے بعد ارادہ کا مرحلہ نہیں ہے عمل کا مرحلہ ہے اور امام زین الدین ابو یحییٰ زکریا الانصاری علیہ الرحمۃ فتح الوہاب میں فرماتے ہیں کہ

النیۃ قصد الشئ مقترنا بفعلہ (فتح الوہاب ج ۱ ص ۱۰)

نیت کسی شئ کا ارادہ کرنا جب کہ وہ ارادہ فعل کے ساتھ ملا ہُوا ہو۔

ان ائمہ کرام کی تحقیق سے واضح ہوگیا کہ جناب طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے نیت ہوتی ہے پھر ارادہ ہوتا ہے پھر عمل۔ سراسر غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ اسی سے ہی قارئین اندازہ فرمالیں کہ جناب موصوف کس طرح متلاشیان علم و تحقیق کو علم کے نام پر غلط معلومات فراہم کر رہے ہیں یہ کیا ہی غضب اور کیا ستم ہے۔ کہ ایک شخص کو نہ علم سے واسطہ ہے اور نہ تحقیق کی خبر۔ وہ زمانہ کا مفکر و مفسر بنا ہوا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہم کو آئینِ چمن بندی سکھانے آتے ہیں
گلستان کے رنگ و بُو سے ہیں جو بیگانے ابھی

خُدا کو خیال اور احساس؟

قارئین، یقین فرمایئے کہ جناب طاہر صاحب جو پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر ایسے اونچے اونچے القاب رکھتے ہیں ان کے مبلغ علم کا یہ عالم ہے کہ آدابِ خداوندی اور اوصاف پروردگار سے متعلق بنیادی عقائد تک سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصہ اوّل میں خدا تعالیٰ کے لئے لفظ "خیال" اور لفظ "احساس" بھی استعمال کر گزرے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس کو اپنی مخلوق کی سہولت اور آسانی کا کس قدر خیال اور احساس تھا۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۱۲۶)

جب کہ خیال، وہم اور شک مخلوق کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ خیال سے قطعاً و یقیناً پاک ہے اسی طرح "احساس" بھی "حیوان" (جاندار) چیز کی صفت ہے جس کا جسم ہو اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے قطعاً اور یقیناً پاک ہے۔ لہٰذا اس کے لئے خیال اور احساس کے کلمات استعمال کرنا عقائد سے بے خبری کی دلیل ہے اور جو عقائد سے واقف نہ ہو وہ قوم کا راہنما اور اسلام کا مبلغ نہیں ہو سکتا۔

طاہر القادری کا عقیدہ کہ جس جسم پر موت واقع ہوئی وہ دوبارہ زندہ نہ ہوگا اور نہ ہی اِسے عذاب ہوتا ہے۔

جناب ڈاکٹر طاہر القادری کا ایک نیا عقیدہ، نئی تحقیق، نیا اجتہاد اور عقائدِ اسلام میں ایک نئی اختراع و گمراہ کن بدعت و ضلالت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"بعث بعد الموت (مرنے کے بعد اُٹھائے جانے) کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بعینہٖ اسی بدن اور اسی جسم کو (جو دنیا میں ہے اور جس پر موت وارد ہوتی ہے) دوبارہ انہی ذرات اور خلیوں (SELLS) کے ساتھ زندہ کیا جائے جن سے اس کا دُنیوی وجود تشکیل پایا تھا۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص ۲۱۵)

عذابِ قبر کا انکار

اس کے بعد عذابِ قبر کی مثال دیتے ہیں کہ جیسے ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کوئی جرم کرتا ہے پھر پکڑا جاتا ہے پھر خواب ہی میں اس کی سزا پاتا ہے اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ درد بھی محسوس کر رہا ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ سزا اس کے اسی جسم کو دی جا رہی ہے جو چارپائی پر پڑا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کا خواب میں چارپائی پر پڑے ہوئے جسم کے مشابہ کوئی مثالی جسم ہوتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"جب آپ خواب کے دوران میں کرب والم (تکلیف) کی خاص

کیفیت سے گذر رہے تھے اس وقت آپ کو قطعاً یہ احساس نہیں تھا کہ جس جسم کو خواب میں سزا دی جارہی ہے اور اس پر تکلیف وارد ہورہی ہے وہ کوئی دوسرا جسم ہے اور حقیقی جسم چارپائی پر پڑا ہے۔

(اجزائے ایمان حصہ اوّل صفحہ ۲۱۷)

جناب ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری جاگی تو اجتہاد اور جدید تحقیق کے نام پر اسلام کے بنیادی عقائد کا آپریشن شروع کر دیا اور واضح کر کے رکھ دیا کہ جیسے خواب میں سونے والے کو اپنے جسم پر وارد ہونے والی تکلیف اسی دُنیوی اور عنصری یا مادی جسم پر گزرتی محسوس ہوتی ہے لیکن دراصل وہ خواب کے محض تصوّراتی اور خیالاتی جسم پر ہوتی ہے۔ اس سے مادی جسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر اسے عینیّت کا شعور ہوتا ہے کہ وہ خواب میں اس خیالی جسم کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو خیال میں وہی خواب والا جسم بعینہ مادی جسم محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ قبور کے عذاب کا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا ہے وہ عذاب اس جسم حقیقی پر نہیں ہوتا یونہی موت کے بعد اُٹھایا جانا اور عذاب ہونا اسی مثالی وخیالی جسم کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ وہ مادی جسم تو خاک ہوگیا یا جانوروں کی غذا بن گیا یا جل کر راکھ ہوا پھر ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ لہٰذا اس پر عذاب کیسے وارد ہوسکتا ہے چنانچہ موصوف مزید لکھتے ہیں۔

"بعینہ اس شخص کی حالت اور کیفیت وہی ہوتی ہے جسے قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کے جسم کے مادی ذرّات کو بلاشبہ مٹی کھا گئی۔ اس کی ہڈیوں کو زمین نے ختم کر دیا۔ اس کے جسمانی ذرات اور خلیوں میں سے کچھ نہ بچا۔ لیکن اس شخص کی رُوح تو باقی ہے وہ نہ فنا ہوئی اور نہ ہی اسے مٹی نے نگلا ہے۔ مٹی انسانی جسم، بدنی ذرات اور خلیوں کو تو ختم کرسکتی ہے مگر رُوح اور اس میں پائے جانے والے احساسِ عینیت کو ختم

نہیں کر سکتی۔ (اجزائے ایمان حصہ اوّل صہ ۲۱۷)

پھر فرماتے ہیں۔

"لہٰذا جسم انسانی کے گل سڑ جانے کے باوجود اس کی حقیقی شخصیت، اس کا شعور ذاتی اور اس کا ادراکِ نفس اپنی جگہ باقی رہتا ہے اور وہ عالم برزخ میں اس کے بدن پر جزا و سزا کا جو سلسلہ مرتب ہوتا ہے وہ اس کے ظاہری جسم اور مادی خلیوں پر نہیں بلکہ اس کی حقیقی اور اصلی شخصیت پر ہوتا ہے۔ جو رُوح کے تشخّص کے باعث مثالی جسم کی صورت میں موجود رہتی ہے اسی طرح اگر جسم آگ میں جل گیا ہو یا سمندر میں ختم ہو گیا ہو تب بھی اصلی شخصیت باقی رہتی ہے جو جزا و سزا کے لیے کافی ہے۔"

(اجزائے ایمان صہ ۲۱۸)

پھر فرماتے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل صہ ۲۱۸)

طاہر القادری کا عقیدہ کتاب و سنت اور امت کے خلاف اور کفر ہے

طاہر القادری کا یہ عقیدہ جو تفصیل کے ساتھ حوالوں سے اوپر بیان ہوا۔ کتاب و سنت
[و]امت کے خلاف اور کھلی گمراہی ہے۔ بلاشبہ سنت، کتاب الٰہی کی تفسیر و تشریح
[ہے] جو سنت میں ہے اس کا سرچشمہ کتاب اللہ ہے۔ آئیے سنت کی روشنی میں دیکھتے
[م]سئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے جسم پر کچھ بھی گزرے
[خوا]ہ وہ مٹی میں دفن ہو یا آگ میں جل جائے یا سمندر میں ڈوب جائے یا اسے جانور کھا
[جا]تے۔ بہرصورت اس کے جسم کے اجزاء جنہیں اجزاء اصلیہ کہا جاتا ہے۔ روح کا ان
[س]ے تعلق رہتا ہے اور ان میں روح کا لوٹایا جانا سنت سے ثابت ہے۔ جس کا انکار
[گمر]اہی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

ویعاد روحہ فی جسدہ — میت کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔
(مشکوٰۃ ص۲۵)

مسلک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایسی احادیث کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عقائد کے بارے میں اپنی مشہور
[کتا]ب "الفقہ الاکبر" میں لکھا ہے۔

واعادۃ الروح الی العبد — اور بندے کی طرف (موت کے بعد)
[ح]ق (الفقہ الاکبر) — اس کی روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔

اس کی شرح میں امام المحدثین قدوۃ الفقہاء والمحققین امام علی القاری رضی اللہ عنہ
[فرما]تے ہیں کہ

واعادۃ الروح ای ردھا — روح لوٹایا جانا بندے کی طرف یعنی

طاہر القادری کا عقیدہ کتاب و سنت اور اُمت کے خلاف اور کفر ہے

طاہر القادری کا یہ عقیدہ جو تفصیل کے ساتھ حوالوں سے اوپر بیان ہوا۔ کتاب و سنت اور امت کے خلاف اور کھُلی گمراہی ہے۔ بلاشبہ سنت، کتابِ الٰہی کی تفسیر و تشریح ہے جو سنت میں ہے اس کا سرچشمہ کتاب اللہ ہے۔ آیئے سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے جسم پر کچھ بھی گزرے خواہ وہ مٹی میں دفن ہو یا آگ میں جل جائے یا سمندر میں ڈوب جائے یا اسے جانور کھا جائے۔ بہر صورت اس کے جسم کے اجزاء جنہیں اجزاء اصلیہ کہا جاتا ہے۔ روح کا ان سے تعلق رہتا ہے اور ان میں روح کا لوٹایا جانا سنت سے ثابت ہے۔ جس کا انکار گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

ویعاد روحہ فی جسدہ — میت کے جسم میں رُوح کو لوٹایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ صہ ۲۵)

مسلک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایسی احادیث کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عقائد کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "الفقہ الاکبر" میں لکھا ہے۔

واعادۃ الروح الی العبد حق (الفقہ الاکبر) — اور بندے کی طرف (موت کے بعد) اس کی روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔

اس کی شرح میں امام المحدثین قدوۃ الفقہاء والمحققین امام علی القاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

واعادۃ الروح ای ردھا — رُوح لوٹایا جانا بندے کی طرف یعنی

او تعلقها الی العبد ای جسده الخ

اس کے جسم کی طرف حق ہے۔

"حق" شرح فقہ اکبر صـ۱۲۱)

پھر لکھتے ہیں۔

بجميع اجزاءه او ببعضها مجتمعة او متفرقة فی قبره حق (صـ۱۲۱)

یعنی خواہ روح کا بندے کے تما
جسم کی طرف یا اس کے بعض اجزاء
طرف لوٹایا جانا، خواہ وہ اجزاء اکٹھے ہو
یا الگ ہوں حق ہے۔

نیز ابو الشکور سالمی علیہ الرحمۃ تمہید شریف میں فرماتے ہیں۔

"قالت المعتزلة ان الاجسا
تفنی وتصير معدومة ثم
ان الله تعالیٰ خلق جسدا غير
هذا الجسد يوم القيامة وادخل
الروح وعذبه واثابه و
هذا كفر والمذهب عند
اهل السنة والجماعة ان
هذه الاجساد تحشر بعينها
بدليل قوله تعالیٰ "كل
نفس بما كسبت رهينة" وقوله
"جزاء بما كانوا يعملون" ولان
العمل حصل من هذا الجسد
ولو جوزنا تعذيب جسد آخر

یعنی معتزلہ نے کہا کہ اجسام ف
ہو کر معدوم ہو جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ر
قیامت اس جسم کے علاوہ ایک اور جسم
کرے گا اور اس میں رُوح ڈالے گا ا
اسے عذاب و ثواب دے گا اور یہ اہل
کے نزدیک کفر ہے اور اہلسنت و جماع
نزدیک مذہب یہ ہے کہ یہی جسم بلا
اٹھائے جائیں گے اس پر دلیل اللہ تعا
ارشاد ہے "ہر جان اپنے کمائے کے بد
گروی رکھی ہوئی ہے" اور یہ ارشاد بھی
کہ ان کو ان کے عمل کی بھرپور جزا دی جا
گی اور اس لئے بھی کہ عمل اسی دنیا و
جسم نے کیا اور اگر ہم دوسرے جسم کے عذا

بسبب هذا العمل فانه لا يكون
عدلا والله تعالىٰ يقول ولا
تزر وازرة وزر اخرىٰ فوجب
ان يحشر هذا الجسد بعينه
حتى يجازى ويكافى باعماله۔
(صفحہ ۱۲۳ - ۱۲۴)

ثواب دیئے جانے کو جائز قرار دیں اس عمل
کی وجہ سے تو یہ عدل نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے بوجھ
کو نہیں اُٹھائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ
اسی جسم کو زندہ کیا جائے بعینہٖ، تاکہ اسے
اس کے اعمال کی جزا دی جائے

نیز امام المحققین حضرت علی القاری لکھتے ہیں کہ

فالسؤال يشمل الاموات
جميعها حتى ان من مات و
اكلته السباع فان الله تبارك و
تعالىٰ يعلق روحه الذى فارقه
بجزئه الاصلى الباقى من اوّل
عمره الى آخره المستمر على
حالتى النمو والذبول الذى
تعلق به الروح اولا فيحيا
بحياته سائر اجزاء البدن
ليُسألَ فيثاب او يعذب ولا
يستبعد ذلك فان الله تعالےٰ
عالم بالجزئيات والكليات كلها
حسب ما هى عليها فيعلم الاجزاء
بتفاصيلها ويعلم مواقعها و

سوال قبر تمام مردوں کو شامل ہے
یہاں تک کہ یقیناً (اس کو بھی) شخص مرگیا اور
اسے درندے کھا گئے۔ پس بلاشبہ اللہ تعالےٰ
اس کی رُوح کو جو اس سے جُدا ہوگئی اس
کے (جسم کے)، اس اصلی چیز کے ساتھ
متعلق فرماتا ہے۔ ابتدائے عمر سے آخر عمر
تک، بڑھنے اور سکڑنے کی دو حالتوں پر
ہمیشہ رہتا ہے جس کے ساتھ روح پہلے
شروع سے متعلق ہوتی ہے پھر وہ زندہ ہوتا
ہے اور اس کی زندگی کے ساتھ بدن کے
تمام اجزاء زندہ ہوتے ہیں۔ تاکہ اس سے
سوال کیا جائے پھر اسے ثواب دیا جائے یا
عذاب۔ اور روح کا جسم کے اسی اصلی جز
کے ساتھ متعلق ہونا بعید نہیں۔ پس بلاشبہ

محالها ویمیز ما هو اصل و فصل ویقدر علی تعلیق الروح بالجزء الاصلی منها حالته الانفراد وتعلیقه به حال الاجتماع فان البنیة عندنا لیست شرطا للحیاة بل لایستبعد تعلیق ذلک الروح الشخصی الواحد بکل واحد من تلک الاجزاء المتفرقة فی المشارق والمغارب ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا ص ۶۸)

اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کے جاننے والا ہے ان کے حقائق کے مطابق پس وہ جسم کے تمام اجزاء کو ان کی تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور ان کے مواقع کو جانتا ہے (کہ وہ اجزاء کہاں کہاں منتشر ہو کر پڑے) اور وہ اس کو تمیز کر سکتا ہے جو اصل ہے اور جو الگ ہے اور وہ رُوح کو ان اجزاء میں سے اصلی جزء کے ساتھ متعلق کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے منفرد ہونے کی حالت میں اور دوسرے اجزاء کے ساتھ جمع ہونے کی حالت میں۔ پس بلاشک ہمارے نزدیک حیاتِ برزخی کے لئے جسمانی ڈھانچہ کا ہونا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کے ان تمام جسمانی اجزاء میں سے جو مشارق و مغارب میں پھیل گئے، ہر ایک جزء کے ساتھ رُوح کا متعلق کیا جانا بعید نہیں ہے۔

پروفیسر طاہر کا عقیدہ کہ مُردہ کے جسم کی تمام ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے

طاہر القادری کا عقیدہ کہ مردہ کے جسم کی تمام ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قطعاً خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میت کی تمام ہڈیوں کو زمین نہیں کھاتی۔ اگر کھاتے بھی، تو ایک ہڈی ایسی ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ویبلیٰ کل شیءٍ من الانسان الا عجب ذنبہ فیہ یرکب الخلق (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۰)

اور انسان کے جسم میں سے ہر شیٔ گل جاتی ہے سوائے اس کی اس ہڈی کے جو کمر کے آخر میں جڑ والی ہڈی ہے اس میں انسان کی تخلیق ترکیب پاتی ہے۔

اس کی شرح میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

"وہ ہڈی باقی رہتی ہے تاکہ انسان کا وہ جسم جسے مثلاً عذاب پہنچے۔ بعینہٖ وہی جسم ہو جس سے گناہ سرزد ہوا۔ اسی ہڈی سے دوبارہ جسم انسانی کی تخلیق وہاں سے ہوتی ہے وہ بنیاد ہے۔ اس سے جسم انسانی کا دوبارہ تخلیق پذیر ہونا بعینہٖ اسی جسم سابق کا دوبارہ معرض وجود میں آنا ٹھہرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اس سے پیدا نہ کیا جائے تو وہ نیا جسم ہوگا جس کا دنیا کی نیکی و بدی سے تعلق ہی نہ ہوگا اور یہ بات درست نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو حاشیہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰)

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس ہڈی کے جسے عجب الذنب کہا جاتا ہے ہمیشہ کے لئے باقی رہنے کا فلسفہ بیان فرما دیا کہ وہ حصہ اس لئے باقی رکھا جاتے گا۔ گلتا سڑتا نہیں بلکہ صحیح وسالم رہتا ہے تاکہ جس کو عذاب وثواب پہنچے وہ بعینہ وہی جسم یا اسی کا حصہ ہو جس نے بدی یا نیکی کی۔ لیکن طاہر القادری صاحب اس کے برعکس ایک تو سارے کے سارے جسم کے گل جانے کے قائل ہیں جو اس حدیث کے خلاف ہے اور دوسرے عذاب وثواب میں مثالی جسم کے قائل ہیں جس کا دنیا کی نیکی یا بدی سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اور اس سے تعذیب بلا معصیت لازم آتی ہے یعنی بلا قصور کسی کو سزا دینا۔ یہ ہے مجتہد صاحب کے اجتہاد کا نتیجہ جو تعلیماتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف و برعکس برآمد ہو رہا ہے ؎

ہر تسلی ہر تشفی ہے نئے انداز سے
اب شکایت کیا کرے بیمار چارہ ساز سے

صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

لیس من الانسان شئ الا یبلی الا عظما واحدا وھو عجب الذنب ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۵)

ایک ہڈی کے سوا انسان کی ہر چیز گل جاتی ہے اور وہ ہڈی عجب الذنب ہے اور قیامت کے دن اسی سے دوبارہ انسان کی تخلیق ترکیب پذیر ہو گی۔

عجب الذنب کے معنی اور مقدار

عجب الذنب کے معنی دم کی جڑ کے ہیں

عجب الذنب کے معنی دم کی جڑ کے ہیں اور یہاں انسان کی پیٹھ کی ہڈی جو کمر کو جاتی ہے اس کے آخری حصہ کے ہیں اور وہ لطیف (باریک) ہڈی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے۔

کل ابن آدم تاکل الارض	تمام انسان کو زمین کھا جاتی ہے سوائے
الا عجب الذنب منہ خلق و	عجب الذنب کے اسی سے انسان کو پیدا
منہ یرکب (سنن ابی داؤد ج ۲ ص۲۹۶)	کیا گیا اور اسی سے اس کو دوبارہ بنایا جائیگا

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اس میں ہے " ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ " (ج ۲ ص ۴۰۷) کہ قیامت کے دن دوبارہ اسی ہڈی سے انسان کو بنایا جائے گا۔ (نیز ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ ص۳۱۵ و مسند امام احمد ج ۲ ص۳۱۵ - ۴۲۲)

امام طیبی فرماتے ہیں " لانہ لا یفنیٰ اصلا " کہ یہ ہڈی ہرگز فنا نہیں ہوتی نسائی شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اس کے حاشیہ پر امام سندھی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ ہڈی کیا چیز ہے یعنی اس کی مقدار کس قدر ہے؟ فرمایا " مثل حبۃ خردل " رائی کے دانہ کے برابر ہے (نسائی ج ۱ ص۲۹۳)

اور مسند امام احمد علیہ الرحمۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

ماھو یا رسول اللہ؟ قال	یہ ہڈی کس قدر ہے؟ فرمایا رائی
مثل حبۃ خردل منہ تنبتون	کے دانہ کے برابر ہے تم قیامت کے
(ج ۳ ص۲۸)	دن اسی سے اُگائے جاؤ گے۔ (پیدا کئے جاؤ گے)۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک میں بھی ہے اس کی شرح میں امام باجی علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں کہ اگرچہ مٹی انسان کے سارے جسم کو کھا جائے گی لیکن اس کو نہیں کھاتی (گویا اللہ تعالےٰ کا امر یہی ہے کہ یہ ہڈی باقی رہے اور جسے خدا رکھے اسے کون چکھے)

پھر فرماتے ہیں کہ

لانه اول ما خلق من الانسان وهذا الذی یبقی منه لیعاد ترکیب الخلق الیه.
(المنتقی شرح موطا ج ۲ ص ۲۱)

کیونکہ یہی ہڈی انسان کے اعضا میں سے پہلے پیدا کی جاتی ہے اور یہی وہ ہڈی ہے جو باقی رہتی ہے تاکہ اس کی ترکیب تخلیق اسی کی طرف لوٹائی جاسکے یعنی انسان کی دوبارہ تخلیق وہاں سے ہو۔

طاہر القادری کا ایک اور اجماع کا انکار

ثابت ہوا کہ وہ ہڈی جسے "عجب الذنب" کہتے ہیں سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق وہ ہرگز نہ گلتی ہے اور نہ ہی جلتی ہے وہ رائی کے دانہ کے برابر بڑی لطیف ہڈی ہے وہ ہڈی ہمیشہ رہتی ہے وہی انسان کی تخلیق کی بنیاد ہے شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ اس میں روح لوٹا کر اللہ تعالیٰ میت کو ثواب یا عذاب پہنچاتا ہے۔ اور اسی پر سب آئمہ اہلسنت کا اجماع اور اتفاق ہے اس کے گل جانے اور نیست و نابود ہو جانے کا اہل حق میں سے کوئی بھی قائل نہیں بلکہ سب معترف ہیں۔ طاہر القادری ایک نئے نام نہاد مجتہد ہیں جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع آئمہ کے خلاف راستہ لئے جا رہے ہیں، خدا تعالےٰ اسے ہدایت دے۔ آمین

جن کا جسم قبر میں سلامت رہتا ہے۔

امام قسطلانی شارح بخاری نے ارشاد الساری شرح بخاری میں "عنیر الانبیاء" کی قید لگا کر واضح فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھاتی چنانچہ حدیث میں بھی ہے۔

اور امام باجی نے شہداء کو بھی شامل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی (ج ۲ صہ ۳۱)

اور امام عبدالباقی زرقانی نے شرح مؤطا میں ایسے دس حضرات کا ذکر کیا ہے جن کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی

" امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ شریف **کل ابن آدم** کہ ہر انسان یا ہر ابنِ آدم کے جسم کو زمین کھا جاتی ہے سوائے اس ہڈی کے جسے "عجب الذنب" کہتے ہیں، عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ انبیاء اور شہداء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی اور تمہیں وہ دلیل کافی ہے جو احد کے شہیدوں کے بارے میں آیا ہے کہ جب ان کو ۴۶ سال کے بعد ان کی قبروں سے نکالا گیا تو ان کے اجسام تر و تازہ تھے۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جن کے جسموں کو مٹی کھاتی ہے ان کے سارے جسم کو کھاتی ہے۔ سوائے عجب الذنب کے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسے مٹی نہیں کھاتی تو یہ بات بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ شہیدوں کے جسم کو بھی نہیں کھاتی اور یہ بات ے کے حق میں تسلیم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کر

عملاً تسلیم کرتے ہیں (یعنی صحیح العقیدہ اور شریعت کے پابند ہیں) اور امام ابن عبد البر کے علاوہ بعض آئمہ نے اس پر مزید فرمایا ہے کہ صدیقین[۳]، علماء اہلسنت[۴]، ثواب کی غرض سے اذان دینے والے[۵]، قرآن[۶] کے حافظ، مجاہد[۷]، طاعون سے مرنے والے[۸]، جنہوں نے اس پر صبر کیا تا کہ ثواب ہو، اللہ تعالیٰ کا کثرت سے[۹] ذکر کرنے والے اور آپس میں محض[۱۰] اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والے یہ دس لوگ ہیں جن کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔" (شرح زرقانی علی المؤطا ج ۲ ص ۲۹۵)

خیر! یہ تو ایک ضمنی بات تھی کہ کون کون سے لوگ ہیں۔ جن کے اجسام مبارکہ کو مٹی نہیں کھاتی مگر بتانا یہ تھا کہ جناب طاہر کا یہ کہنا کہ انسان کا سارا جسم مٹی ہو جاتا ہے یا جل جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے تمام ذرات اور خلیوں کو بھی مٹی کھا جاتی ہے اس کے جسم سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ان تمام احادیث کے قطعاً خلاف اور اجماع کے بھی منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ جس سے طاہر القادری بے خبر ہے۔ کیونکہ اس نے دورۂ حدیث باقاعدہ پڑھا ہی نہیں، حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حضور منت وسماجت اور سفارش کے ذریعے حدیث کی سند لے کر کام چلانا شروع کر دیا۔ اگر فی الواقع دورۂ حدیث پڑھا ہوتا تو یہ گمراہ کن عقیدہ اختیار نہ کرتے کہ

۱۔ "بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کے لئے ضروری نہیں کہ بعینہ اسی بدن اور اسی جسم کو دوبارہ انہی ذرات اور خلیوں کے ساتھ زندہ کیا جائے جن سے اس کا دنیوی وجود تشکیل پایا تھا۔" (اجزاء ایمان حصہ اول ص۲۱۵)

اور یہ کہ:۔

۲۔ "جسے قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کے جسم کے مادی ذرات کو بلاشبہ مٹی کھا گئی۔ اس کی ہڈیوں کو زمین نے ختم کر دیا۔ اس کے جسمانی ذرات اور خلیوں میں سے کچھ باقی نہ رہا۔" (اجزائے ایمان حصہ اول ص۲۱۷)

۳۔ "واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے۔" (اجزائے ایمان حصہ اول ص۲۱۸)

جناب طاہر کے یہ تینوں خیالات کتاب وسنت کے قطعاً خلاف اور اجماع امت سے متصادم ہیں۔ ابھی پچھلی سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

۱۔ "میت کے جسم میں رُوح لوٹائی جاتی ہے"۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی بھی گزرا کہ :۔

۲۔ "موت کے بعد بندے کی رُوح کا میت کے جسم میں لوٹایا جانا حق ہے"۔ (فقہ اکبر)

مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ کی تشریح بھی دیکھ چکے کہ

۳۔ "رُوح کا بندے کے جسم کی طرف صرف تعلق رکھنا ہی نہیں بلکہ لوٹایا جانا حق ہے۔ خواہ رُوح بندے کے تمام جسم کی طرف لوٹائی جائے یا اس کے بعض اجزاء کی طرف اور خواہ وہ اجزاء اکٹھے ہوں یا الگ ہوں"۔ (شرح فقہ اکبر)

پھر مرقاۃ کے حوالے سے بھی پڑھ لیا کہ

۴۔ "خواہ میت قبر معروف میں ہو یا اسے درندہ کھا گیا ہو یا اس کے جسم کے اجزاء ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مشرق و مغرب تک پھیل گئے ہوں۔ رُوح اس کے اجزاءِ اصلیہ سے متعلق ہوتی ہے اور یہ کہ اس کے ہر ہر جزء کے ساتھ رُوح کا تعلق ہوتا ہے"۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اور حضورِ پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی حدیث شریف میں دیکھ چکے کہ

۵۔ "انسان کے جسم کو مٹی کھائے تو اس کے سارے جسم کو کھانے کے باوجود عجب الذنب کو نہیں کھاتی۔

اب اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے انہیں ذرات کو اور خلیوں کو دوبارہ ان کی اصلی حالت میں لاکر اپنے بندے کو اپنی بارگاہ میں

حاضر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد کتبِ حدیث کے حوالوں کا مشاہدہ کریں۔ نسائی میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

" اَسْرَفَ عبدٌ علیٰ نفسہ حتی حضرتہ الوفاۃُ قال لاھلہ اذا انا مُتُّ فاحرقونی ثم اسحقونی ثم اذرونی فی الریح فی البحر فواللہ لئن قدر اللہ علیّ لیعذِّبُنی عذابا لا یعذبہ احدا من خلقہ، قال ففعل اھلہ ذلک قال اللہ عزوجل لکل شیٔ اخذ منہ شیئا اَدِّ ما اخذت منہ، فاذا ھو قائم، قال اللہ عزوجل ما حملک علی ما صنعت؟ قال خشیتک فغفر اللہ لہ۔

(سنن نسائی ج ۱ صـ ۲۹۴)

ایک بندے نے اپنی جان پر زیادتی کی (گناہ کئے) یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آگیا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے آگ میں جلادینا پھر مجھے پیسنا۔ پھر مجھے ہوا میں دریا کے اندر اُڑا دینا۔ پس خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قابو پالیا تو وہ مجھے اس قدر عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دے گا۔ تو اس کے گھر والوں نے ویسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شیٔ کو جس نے اس کے جسم میں سے کچھ لیا تھا حکم دیا کہ جو کچھ تو نے اس کے جسم سے لیا اسے ادا کر، پس جبھی (فوراً) وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کی تیرے ڈر سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کی جلد دوم صفحہ ۹۵۹، اور صفحہ ۹۷۷

پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور جلد اوّل کے صفحہ ۴۹۱، اور صفحہ ۴۹۵ پر بھی روایت کیا۔ اس میں ہے "وَكَانَ نَبَّاشًا" کہ وہ شخص کفن چور تھا، نیز اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کی جلد دوم صفحہ ۳۵۷ پر روایت کیا۔

نیز اس حدیث کو امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "موطا" میں بھی روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو موطا مع شرح زرقانی ج ۲ ص۲۹۶) موطا میں ہے کہ انہوں نے اس کے جسم کو جلا کر اس کی آدھی راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا اور آدھی راکھ کو دریا میں بہا دیا

امام زہری جو امام مالک کے استاذ ہیں، کی روایت میں یوں ہے: "قال لبنیہ اذا انا مت فاحرقونی ثم اطحنونی" کہ اس شخص نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلانا پھر مجھے پیسنا (پھر راکھ کو اڑا دینا)۔ اس حدیث کو امام ابو عوانہ علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ اس میں ہے "فی اسرع من طرفۃ عین" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جس کے پاس اس کے جسم کا کوئی ذرہ تھا اور جس حالت میں تھا، حکم دیا کہ اسے واپس ادا کرے تو وہ آنکھ جھپکنے سے بھی بڑھ کر تیزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اصل جسم کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

امام بدرالدین عینی اور امام زرقانی کے کلام سے طاہر کا رد

ان تمام حدیثوں سے طاہر کا رد تو خود بخود ہو ہی گیا مگر آئمہ کے کلام سے بھی رد ملاحظہ فرماتے جائیں۔

چنانچہ امام عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وفیہ دلالۃ علی رد من زعم ان الخطاب لیس وجہہ۔	اس حدیث میں اس شخص کی تردید پر دلالت ہے جو یہ خیال باطل رکھتا ہے

لان التحريق والتذرية انما وقعا على الجسد وهو الذى جمع واعيد ولابى عوانة من حديث حذيفة عن الصديق ' انه آخر اهل الجنة دخولا

(شرح زرقانی علی الموطا ج ۲ صہ۲۹۸)

کہ قبر کا سوال و جواب صرف رُوح سے ہوتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کیونکہ جلائے جانے اور ہوا میں بکھیرے جانے کے دونوں عمل اس کے جسم پر واقع ہوتے تھے اور اسی جسم کو جمع کیا اور اصلی حالت میں (جہاں اللہ نے چاہا) لوٹایا گیا (اور حاضر کیا گیا) اور امام ابو عوانہ کی روایت میں حضرت حذیفہ سے حضرت ابوبکر صدیق سے ہے کہ یہ شخص آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

اور صحیح بخاری کے الفاظ ہیں جہاں " فَجَمَعَ اللّٰہُ " ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کی راکھ کو جہاں جہاں اور جس حال میں تھی اپنے حکم سے اکٹھا کیا، کے تحت امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں

"ای جمع جسدہ لان التحريق والتفريق انما وقعا عليه وهو الذى يجمع ويعاد عند البعث وفى حديث سلمان الفارسى عند ابى عوانة وصححه فقال الله ، كن فكان كاسرع من طرف العين ."

(عمدۃ القاری ج ۱۶ صہ۱۴۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے جسم کو اکٹھا کیا۔ کیونکہ جلانے اور بکھیرنے کے دونوں عمل اس کے جسم پر ہی واقع ہوئے تھے اور مرنے کے بعد اسی جسم کو دوبارہ اکٹھا کیا اور لوٹایا جاتا ہے اور امام ابو عوانہ کی مسند میں حضرت سلمان فارسی کی حدیث میں ہے اور اسے انہوں نے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو اکٹھا کرنے اور حاضر کرنے کا ارادہ فرمایا تو "کُن"

فرمایا، تو وہ شخص آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ
تیزی سے حاضر ہو گیا۔

ان تمام حدیثوں اور ان کے شارحین آئمہ اہلسنت سے طاہر صاحب کے اس گمراہ بلکہ گمراہ کن نظریئے کی انتہائی وضاحت سے تردید ہو گئی کہ "مرنے کے بعد دوبارہ اسی جسم کو زندہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مرنے والے کو ایک اور مثالی جسم یعنی پہلے جسم سے ملتے جلتے ایک خیالی جسم کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا اور جزاء و سزا کا سلسلہ اسی مثالی و خیالی جسم پر گزرتا ہے۔ کیونکہ اس کا پہلا جسم تو مٹی ہو گیا یا جلا دیا گیا یا پانی میں ڈوب گیا اور جانوروں کی غذا ہو گیا۔"

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے کلام سے طاہر کا رد

امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب "شرح الصدور بشرح احوال الموتی والقبور" میں لکھتے ہیں

وھی لاتزال متعلقۃ بـہ وان بلی وتمزق وتقسم و تفرق (صفحہ ۶۰)	اور زندگی کا تعلق مرنے والے کے جسم کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کا جسم گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے اور بٹ جائے اور بکھر جائے۔

امام صاحب نے واضح فرما دیا کہ مرنے والے کے جسم اور بدن کے ساتھ زندگی جو ایک خاص نوعیت کی ہوتی ہے۔ ہمیشہ متعلق اور قائم رہتی ہے اگرچہ اس کا جسم گل جائے یا ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ زندگی بدن کے ساتھ روح کے تعلق سے ہی ہے روح کے تعلق کے بغیر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا بحوالہ عمدۃ القاری

شرح صحیح بخاری۔

نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ

ان من لم یدفن ممن
بقی علی وجه الارض یقع
لهم السؤال و العذاب ویحجب
الله ابصار المکلفین عن رویة
ذلك کما حجبوا عن رؤیة
الملائكة والشیاطین قال
بعضهم وترد الحیاة الی
المصلوب ونحن لا نشعر به کما
انا نحسب المغمی علیه میتا و
کذلك یضیق علیه الجو کضمة
القبر ولا یستنکر شیئا من
ذلك من حافظ الایمان قلبه
وکذلك من تفرقت اجزاءه
یخلق الله الحیاة فی بعضها او
کلها ویوجه السوال علیها قاله
امام الحرمین قال بعضهم و
لیس هذا بابعد من الذر الذی
اخرجه الله من صلب آدم
واشهدهم علی انفسهم الست

بلاشبہ جو دفن نہیں کئے گئے ان لوگوں
میں سے جو زمین پر باقی رہ گئے ان کے لئے
سوال اور عذاب دونوں واقع ہوتے ہیں
اور اللہ تعالیٰ مکلّفین کی آنکھوں کو اس کے
دیکھنے سے روکتا ہے جیسا کہ اس نے انہیں
فرشتوں اور شیطانوں کے دیکھنے سے روکا
بعض آئمہ نے فرمایا کہ جو پھانسی پر لٹکایا گیا
اس کی طرف رُوح لوٹائی جاتی ہے اور
اس کا شعور نہیں رکھتے۔ جیسا کہ ہم بے ہوش
کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں (حالانکہ اس میں جان
ہوتی ہے مگر وہ بے حس و حرکت پڑا ہوتا
ہے) اور اسی طرح اس پر فضاء، قبر کی
تنگی کی طرح تنگ کی جاتی ہے اور وہ شخص
اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا جس کے دل
میں ایمان رچا بسا ہے اور اسی طرح جس
شخص کے جسم کے اعضاء بکھر گئے اللہ تعالیٰ
اس کے کُل یا بعض اجزاء میں رُوح لوٹاتا ہے اور اس پر
سوال متوجہ کیا جاتا ہے۔ یہ امام الحرمین
نے ارشاد فرمایا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ ان

ببربکم قالوا بلیٰ ۔ (شرح الصدور ص ۵۹)

کے ذرّوں سے بڑھ کر بعید نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیٹھ سے نکالا اور انہیں ان پر گواہ کیا۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ "کیوں نہیں"

قارئین! غور فرمائیں کہ طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ "وہ جسم گل جاتا ہے، مٹی ہو جاتا ہے یا اسے جانور کھا گئے یا وہ جل کر راکھ ہو گیا اور ہواؤں میں بکھر گیا۔ ختم ہو گیا۔ لہٰذا جزا و سزا اور عذاب و ثواب اسی جسم کو نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک اور مثالی جسم ہوتا ہے اسی پر کیفیاتِ عذاب و ثواب وارد ہوتی ہیں۔"

بالکل غلط، حدیث اور آئمہ کی بھی تحقیق کے برعکس منکرین سنت و اجماع کا مذہب ہے جسے جناب طاہر صاحب اپنے خود ساختہ اجتہاد کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کے قلب و دماغ میں راسخ کر رہے ہیں۔

سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی اور امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہم اللہ علیہ کے کلام سے طاہر کا رد۔

قارئین! اب سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی و امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی طاہر کا رد ملاحظہ فرمائیں۔ سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ "مختصر تذکرۃ القرطبی" میں فرماتے ہیں۔

وقد اجمع اھل الکشف

اور اہلِ کشف نے اس بات پر اتفاق

على ان الميت يحس بضغطة القبر ويحس باختلاف اضلاعه ولو كان فى بطون السباع والطيور او كان قد حرق وذرى فى الريح فتحس كل ذرة بالالم ولو كانت متفرقة۔	کیا کہ میت قبر کی تنگی محسوس کرتا ہے اور پسلیوں کے باہم پیوست ہونے کو محسوس کرتا ہے اگرچہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو یا جلا دیا گیا ہو اور ہوا میں بکھیر دیا گیا۔ پس اس کے جسم کا ہر ذرہ درد کو محسوس کرتا ہے اگرچہ اس کے جسم کے ذرے منتشر ہو گئے ہوں۔

(مختصر تذکرۃ القرطبی صفحہ ۳۹)

ان آئمہ نے فرما دیا کہ کسی کا جسم گل جائے، راکھ ہو جائے، ہواؤں میں بکھر جائے، پانی میں ڈوب جائے یا جانوروں کی غذا ہو کر ان کے پیٹ میں چلا جائے، کہیں ہو اور کسی بھی حالت میں ہو اس کے جسم کا ذرہ ذرہ درد و الم کو محسوس کرتا ہے مگر اس کے برعکس طاہر صاحب کے اجتہاد نے جو گل کھلائے ملاحظہ فرمائیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے"

(اجزائے ایمان طاہر حصہ اول صفحہ ۲۱۹)

طاہر صاحب کی اس جاہلانہ اور نام نہاد تحقیق و اجتہاد پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے ؎

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں!

علامہ تفتازانی کے کلام سے طاہر کا رد

درس نظامی کی مشہور کتاب

شرح عقائد کے مصنف علامہ امام تفتازانی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی جناب طاہر کا رد ملاحظہ فرماتے جائیں۔ لکھتے ہیں کہ

ان الغریق فی الماء او الماکول فی بطون الحیوانات او المصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیہ۔

بلاشبہ جو پانی میں ڈوب گیا یا جانور کے پیٹ میں کھایا گیا یا ہوا میں پھانسی پہ لٹکا ہوا ہے اسے بھی عذاب دیا جاتا ہے اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہوں۔

(شرح عقائد مصری ص۶۳)

طاہر القادری کی کی ہوئی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے درس نظامی پڑھا ہی نہیں ورنہ اس کے کلام میں اس قدر حماقتیں دیکھنے میں نہ آتیں۔ یہ جھوٹ موٹ کے فاضل اور نام نہاد مجتہد اپنی اور کی خود ساختہ تحقیقات سے مسلمانوں کو گمراہ کئے جا رہے ہیں اور ان سادہ لوح مسلمانوں کو خدا تعالیٰ ہی سمجھ دے جو اپنی دولت کو لٹا کر جہالت کو فروغ دینے میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔

ایک سوال کا جواب

قارئین! آپ نے ان تمام حوالہ جات میں پڑھ لیا کہ اگر کسی کو جانور کھا گیا اور وہ اس کے پیٹ کی غذا بن گیا وہ جہاں ہے اور جس حال میں ہے وہاں بھی اسے عذاب پہنچتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسے وہاں عذاب ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ اس جانور کو اس کے عذاب کا احساس ہو اور وہ بے چین نظر آئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات درست نہیں۔ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ عذاب کا تعلق عالم آخرت سے ہے جسے وہی شخص ہی محسوس کرتا ہے جسے عذاب ہوتا ہے۔

جب شریعت ایک بات ارشاد فرما دے تو بندے کا کام اسے تسلیم کرنا ہے اس کو اپنی ناقص عقل سے ماپنا نہیں ورنہ ان تمام چیزوں کا انکار کرنا ہوگا جنہیں ہم دیکھے بغیر مانتے ہیں بلکہ ان کو ایمان کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے پیٹ میں کیڑے اور جراثیم موجود ہیں۔ اور ہم کیڑوں کے ختم کرنے اور جراثیم کے خاتمہ کے لئے دوا استعمال کرتے ہیں جس سے وہ کیڑے ایذا پاتے ہیں پھر مر جاتے ہیں مگر انسان ان کی ایذاء کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ چنانچہ محقق خیالی لکھتے ہیں کہ

واما تعذیب الماکول بخلق نوع الحیاۃ فی بطن الاکل فواضح الامکان کدودۃ فی الجوف وفی خلال البدن فانھا تتألم وتتلذذ بلا شعور منا (خیالی علی شرح العقائد ص۱۹۳)

رہا کھائے گئے انسان کو، کھانے والے جانور کے پیٹ میں ایک طرح کی زندگی پیدا کر کے، عذاب دینے کا مسئلہ تو یہ واضح الامکان ہے جیسے پیٹ کے اور بدن کے درمیان کیڑا ہے کہ وہ درد اور لذت پاتا ہے۔ ہمیں اس کا شعور تک نہیں ہوتا۔

ابھی بر اس شرح شرح عقائد، شرح تجرید، شرح مواقف، شرح مقاصد اور مسامرہ شرح مسایرہ وغیرہا کتب کلام و عقائد میرے پیش نظر ہیں، انکے حوالہ جات بھی درج کرنے لگوں تو کتاب و قلم کی منزل اور دور ہو جائے بس انہیں حوالہ جات پر اکتفا مناسب ہے، اگر کسی کو خدا تعالیٰ ہدایت دے تو ایک حرف بھی کافی ہے ورنہ ہزاروں اور لاکھوں کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے جائیں جب بھی کچھ نہیں اور نہ ہی اس قدر فرصت ہے کہ اس سے بڑھکر کچھ عرض کیا جائے۔ ابھی تو جناب کی کیسٹیں باقی ہیں۔ راقم نے جناب کی تین چار کیسٹیں بھی سنی ہیں جنکی اغلاط و بیہودہ تحقیقات اور جاہلانہ تفسیرات و تشریحات پر ایک الگ اور مستقل کتاب معرض وجود میں آئے گی انشاء اللہ

؎ تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہاں سے گر ملے

مرزا قادیان اور جناب طاہر القادری

قارئین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب طاہر القادری کے عقائد میں کچھ مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً غلام احمد قادیانی ان تمام حدیثوں کا منکر ہے جو اس کے موقف کے خلاف ہیں۔ اسی طرح طاہر القادری صاحب نے ان تمام صحیح حدیثوں کا انکار کر دیا جن سے ان کے باطل و بے بنیاد موقف عورت کی دیت سو اونٹ کے خلاف پچاس اونٹ کا واضح ثبوت میسر آتا ہے۔ اسی طرح قادیانی نے اجماع کا انکار کیا تو طاہر القادری صاحب نے بھی اجماع کا انکار کر کے پوری امت کے فقہاء و آئمہ مجتہدین کو اپنا فریق قرار دیا اس کے علاوہ مرزا قادیانی انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا منکر ہو گیا اور ان سے اتحاد کا نعرہ بلند کیا اور طاہر القادری صاحب ان انگریزوں کے پیدا کردہ اور ان کے مداح مخالفینِ اہلِ سُنت گمراہ فرقوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد کرنے کے منکر ہو کر ان کے ساتھ اتحاد کے داعی بن بیٹھے۔ قادیانی بھی کہتا ہے کہ اسے خدا اور رسول نے یہ خدمت سونپی ہے۔ اس کا شعر ملاحظہ ہو ؎

اب تو جو فرمان ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتواں و دل فگار

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۵)

اور طاہر القادری صاحب نے بھی یہ دعویٰ کر دیا کہ "مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور فرمایا" "تم اللہ کے دین کا، میری امت کی نصرت اور میری سنت کی خدمت کا اور میرے دین کی سربلندی کا کام کرو۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں"۔ میں نے عرض کیا۔ میں تو ایک ناکارہ، نا اہل، کمزور اور ناتواں انسان ہوں، خطا کار ہوں اور

اس لائق نہیں ہوں کہ یہ کام کر سکوں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تم شروع کرو اللہ تمہیں توفیق اور وسائل دے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ منہاج القرآن کا ادارہ بناؤ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے ادارہ منہاج القرآن میں خود آؤں گا۔ تم منہاج القرآن کا ادارہ نصرتِ دین کے لئے قائم کرو، میرا وعدہ ہے کہ میں لاہور میں تمہارے ادارہ منہاج القرآن میں آؤں گا۔" (قومی ڈائجسٹ ماہ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۴)

پہلے تو طاہر القادری صاحب کا یہ دعویٰ مسلک اہلسنت کی نفی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں اس مسلک کو حاضر و ناظر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اس قدر قریب ہیں کہ اس قدر ہماری جانیں بھی ہمارے قریب نہیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

بس درمیان میں ایک حجاب و پردہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس حجاب و پردہ کو دور فرما دیں تو ہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے میں موجود پائیں گے اور یہ شانِ اعجازی ہے جو ہماری عقلِ ناقص سے ماورا ہے۔ لیکن طاہر صاحب کا دعویٰ نہ صرف مسلکِ اہلسنت کی نفی کرتا ہے بلکہ یہ دعویٰ غلام قادیانی کے دعویٰ سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہی الفاظ "ضعیف و ناتواں" کے جو قادیانی نے استعمال کئے۔ طاہر صاحب نے بھی وہی کہے۔

پھر غلام احمد قادیانی نے اس پیش گوئی کا دعویٰ کیا کہ مجھے وحی آئی ہے۔

"ہر طرف سے مال آئے گا"

پھر کہتا ہے کہ

"یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔"

(براہین احمدیہ ج ۵ صفحہ ۵۷)

اسی طرح طاہر القادری صاحب نے بھی پیش گوئی جڑ دی اور کہا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ:۔

"رسول اللہ نے فرمایا کہ، تم شروع کرو، اللہ تمہیں توفیق اور وسائل دے گا"

(قومی ڈائجسٹ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۴)

پھر قادیانی کی طرح تسلیم بھی کرتے ہیں کہ

ادارہ منہاج القرآن کا ماہانہ چندہ سوا لاکھ روپے ہے (صفحہ ۴۴)

نیز غلام احمد قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ بیک وقت نبی بھی ہے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کہہ کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں۔ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی"

(براہین احمدیہ ج ۵ صفحہ ۱۸۴/۱۸۸/۱۸۹)

غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت وہ نبی اور امتی دونوں ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اس کی مثال یہ دیتا ہے کہ:۔

"جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کچھ پیغمبر غیر تشریعی نبی بھی ہوتے تھے اور اپنے سے پہلے رسول کی امت میں اور اس کی شریعت کے تابع ہوتے تھے۔"

اور جناب طاہر نے بھی اسی قادیانی موقف کی تائید کر دی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"پھر انہی (موسیٰ علیہ السلام) کی امت و شریعت میں حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جنہیں کتاب زبور مرحمت فرمائی گئی (الی ان قال) پھر

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جنہیں کتاب انجیل مرحمت فرمائی گئی (اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۲۹)

طاہر صاحب نے اس عبارت میں واضح طور پر اس بات کا اظہار فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام دونوں اپنی اپنی جگہ پیغمبر اور نبی ہوتے ہوئے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں تھے۔ اُمت میں ہونے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ ان کے اُمتی تھے۔ یعنی نبی بھی تھے اور اُمتی بھی۔ اور یہی مرزا غلام احمد قادیانی کا موقف ہے کہ وہ بھی ایک جہت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہے اور دوسری جہت سے نبی بھی ہے۔ اس موقف کی تائید میں وہ طاہر القادری صاحب کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں اور بلا شبہ طاہر القادری صاحب کا مفہوم و مقصود بھی یہی ہے۔ جب کہ یہ سراسر غلط ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہوں بلکہ وہ تو بجائے خود پیغمبر اور مستقل طور پر نبی تھے۔ کسی نبی کے اپنے سے پہلے رسول کی شریعت و کتاب کے احکام کی پیروی کرنے یا اس کی روش کو اپنانے سے اس کا امتی ہونا لازم نہیں آتا۔ مثلاً ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر انبیائے سابقین کی نبوتوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی روش کے اپنانے کا بھی حکم ہوا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کی پیروی کریں اور ملت ابراہیم پر رہیں تو کیا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے امتی ہو گئے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل مخلوق ہونے اور باقی سب کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء اور امام المرسلین ہیں اور سب نبیوں کے کمالات اور خوبیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی خوبیوں کا عکس

ہیں۔ اس لئے تمام انبیاء، انبیاء ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء وامتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن انبیاء سابقین میں سے کسی کو کسی دوسرے رسول کی امت میں یا اس کا امتی شمار کرنا۔ جیسے طاہر صاحب نے کیا۔ قادیانی نظریہ کی حمایت اور اس عقیدہ میں اس کی ہمنوائی ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

فکری ارتقاء

۱۔ پروفیسر کو یہ سوال ہر وقت پریشان کرتا رہتا کہ ..... ہماری درس گاہوں (دینی مدارس) کی فضاء اس قابل کیوں نہیں کہ وہ طلباء کو فکری بلند پروازی عطا کر سکے۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ص۲۱ - ۲۲)

(یہ دینی درس گاہوں کے علماء و طلباء پر تنقید ہے جس میں انہیں فکری بلند پروازی سے محروم بتایا جا رہا ہے)۔

۲۔ غیر مسلم داعیانِ انقلاب کارل مارکس، فریڈرک اینجلز، لینن، سٹالن اور ماؤزے تنگ وغیرہ کے افکار کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ ان کی تحریروں میں افکار اور فلسفۂ انقلاب کی بابت جو خود اعتمادی و عزم کی پختگی، نظریاتی خالصیت اور نتیجہ خیزی کا یقین پایا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر کے بیشتر اسلامی داعیانِ انقلاب کی تحریروں میں وہ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس تقابلی مشاہدے نے آپ کو (پروفیسر صاحب کو) مزید پریشان کیا کہ آج باطل کے مقابلہ میں حق کے علمبردار کس قدر مایوسی، بے یقینی، نظریاتی التباس، فکری مرعوبیت اور ذہنی شکست خوردگی کا شکار ہو چکے ہیں ان کی

تمام تر مساعی کے نتائج صرف عقیدۂ آخرت میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ الخ
(فرقہ پرستی صہ ۲۳-۲۴)

اس عبارت میں موصوف نے کفار کی مدح سرائی فرمائی اور ان کے مقابلہ میں
علما کو قریب قریب مایوسی کا شکار، بے یقینی، عقائد و نظریات میں التباس واشتبا
کا شکار، اور کفار سے مرعوب اور شکست خوردہ ٹھہراتے ہوئے اس بات کا برا منایا ک
قوم کو آخرت کی فکر کا سبق کیوں دیتے ہیں۔

طبعی رجحانات اور اجتہاد کی طرف پیش قدمی کا پروگرام

پروفیسر صاحب راسخ العقیدہ، حنفی المذہب ہونے کے باوجود، جدید قانونی
اقتصادی، سیاسی اور بین الاقوامی مسائل میں قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کے
قائل ہیں۔

"آپ شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ آئمہ متقدمین و متأخرین کی فقہی آراء
کی روشنی میں اجتہادی کاوشیں جاری رہنی چاہئیں" (فرقہ پرستی صہ ۲۵)۔

تقلید سے بیزاری

" اگر تمام معاملات میں محض تقلید ہی مکمل طور پر حاوی و طاری رہی
تو مسلمانوں کی علمی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر ناکارہ رہ جائیں گی"
(فرقہ پرستی صہ ۲۵)

فروع کی بجائے صرف اصول میں تقلید

"ملت کے احیاء اور امت کے عروقِ مردہ میں تازہ زندگی پیدا کرنے کے لئے اسلافِ امت اور آئمہ اسلام کی پیروی میں، ان کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق اجتہادی اور تحقیقی انداز میں علمی ارتقاء کا سلسلہ قائم رہنا چاہیئے۔"

شریعت کے مصادر و مآخذ

اسلام نے شرعی مسائل کی تحقیق کے لئے درج ذیل چار بنیادی دلائل تجویز کئے ہیں جنہیں مصادرِ شریعت اور مآخذ قانون کہا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب طاہر القادری ص۵)

آخری فیصلہ کتاب و سنت کا بس

اگر کسی معاملہ میں اختلاف رائے واقع ہو جائے تو حتمی فیصلہ کے لئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے (تا) اختلاف واقع ہونے کی صورت میں (فردوہ الی اللہ والرسول فرمانِ خدائے قدوس کے مطابق) رجوع کا حکم صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف ہے۔

اولوالامر کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ——— اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون کا مصدر
اصلاً صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص

اولوالامر کو حکم

اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا جو حکم مذکورہ بالا آیت (فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ) میں دیا گیا ہے وہ بھی دراصل اولوالامر ہی کو حکم دیا گیا ہے۔ (تحقیق مسائل ص)

اطاعتِ خدا اور رسول غیر مشروط اور اولوالامر کی مشروط ہے

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو مستقل اور غیر مشروط ہے لیکن اولوالامر کی اطاعت مستقل اور غیر مشروط نہیں بلکہ وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کے احکام، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے تابع ہوں اور ان میں کوئی تضاد و تخالف نہ ہو (تحقیق مسائل ص)

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ آیت متذکرہ کی رو سے اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اساسی، مستقل اور غیر مشروط حیثیت حاصل ہے۔ جب کہ صاحبانِ امر کی اطاعت غیر مستقل، مشروط اور پہلی دونوں اطاعتوں کے تابع قرار

دی گئی ہے (تحقیق مسائل صٹ)

امراء و حکام آئمہ مجتہدین اور علماء و فقہاء صاحبان امر ہیں

امراء و حکام، آئمہ مجتہدین اور علماء و فقہاء سب صاحبانِ امر کے زمرے میں شامل ہیں ان کی فقہی آراء، علمی اقوال، فتاویٰ، تحقیقات اور اجتہادات کی حجیت ہمیشہ کتاب و سنت کے تابع اور مشروط ہوتی ہے (تحقیق مسائل صٹ)

دیگر اہل علم کسی مسئلے پر فقہاء و مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں

شریعت نے بے شک فقہاء و مجتہدین کے اجتہادات سے استفادہ کرنے اور ان کی آراء و اقوال کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے مگر صرف اسی صورت میں جب کسی مسئلہ پر کتاب و سنت خاموش اور غیر واضح ہوں۔ مزید براں ان کی حجیت چونکہ مشروط ہوتی ہے اس لئے دیگر اہل علم کا ان سے کسی مسئلہ پر تحقیقاتی اختلاف کرنا شرعاً ناجائز نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں قول فیصل کتاب و سنت کو تصور کیا جاتا ہے۔ "فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول" کا یہی منشاء ہے (تحقیق مسائل صٹ)

پھر لکھتے ہیں "تابعین (اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ آ گئے) یا ان کے بعد کے اقوال اور اجتہادات (اس میں باقی آئمہ ثلاثہ آ گئے) سے اہل علم (جیسے طاہر القادری صاحب کہ ان سے بڑا اہلِ علم اور کون ہو گا جس کا دعویٰ ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی خدمت کا کام سونپا اور ادارہ بنانے کا حکم دیا) کبھی دلیل شرعی

کی بنا پر اختلاف کر سکتے ہیں (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۱۶۱) اپنے لئے راستہ ہموار فرما دیا۔

جناب طاہر صاحب نے مذکورہ بالا تحقیق فرما کر اپنے لئے اس بات کا راستہ ہموار فرما دیا کہ آپ دعوائے حنفیت و سنیت کے باوجود ایک اہل علم ہونے کی حیثیت سے آئمہ و فقہاء و مجتہدین سے کسی بھی مسئلہ پر اختلاف کر سکتے ہیں ان کے لئے یہ جائز ہے۔ ان کے لئے قول فیصل کتاب و سنت ہوگی۔ نہ کہ آئمہ و مجتہدین کی بات، ورنہ اختلاف کیونکر؟ چنانچہ دیت کے مسئلہ پر یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ عورت کی نصف دیت اکثر فقہاء کا مذہب ہے اور اکثر صحابہ کا اجماع ہے پھر بھی انہوں نے اکثریت کے مذہب کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ انہوں نے قرآن سے ہی عورت کی پوری دیت یعنی سو اونٹ استنباط فرمائی ہے۔ کیونکہ دیت کا مسئلہ ۱۹۸۴ء میں اٹھایا اور یہ کتاب "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" ۱۹۸۵ء میں لکھی

اس پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے تو تمام صحابہ و ائمہ کرام کا اجماع ہے، اسے اکثریت کا اجماع کہنا بڑی جہالت اور ڈھٹائی کی بات ہے تاہم اگر اسے سب کا نہیں اکثریت کا ہی اجماع تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کے منحرف ہونے والے کو کیا کہنا چاہیئے؟ اس سلسلے میں ہم جناب طاہر القادری ہی کا قول خود ان کی اپنی ذات پہ لاگو کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں :-

جناب طاہر اپنے فتویٰ سے منافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اور گمراہ ٹھہرے

جبکہ جناب طاہر اپنی کتاب "منافقت اور اس کی علامات" میں لکھ چکے ہیں

" امت کی اکثریت کا کسی مسئلے پر متفق ہو جانا خود بھی شرعی دلیل قرار پاتا ہے۔ اس پر عمل اور اس سے انحراف حرام ہوتا ہے (غالباً اس پر عمل فرض اور اس سے انحراف کہنا چاہتے ہوں گے) کیونکہ قرآنِ مجید نے بالعموم اہلِ ایمان کی راہ کی پیروی نہ کرنے کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور گمراہی قرار دیا۔

(منافقت اور اس کی علامات صہ۴۵-۴۶)

نوٹ:۔ طاہر صاحب کے خیالات کے اور اعلیٰ حضرت بریلوی و مجدد الف ثانی رحمہا اللہ تعالیٰ علیہ کے خیالات کے درمیان کھلا تضاد ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل ایک حوالہ کے علاوہ مزید تحقیق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الفضل الموہبی" اور اس پر راقم کا حاشیہ "النفل الرضوی علی الفضل الموہبی" میں ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ ایمان تازہ ہو گا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ج ۱ صہ ۶۵۹ - ۶۶۰)

"مامقلدان رانمے رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارات نمائیم"

(ترجمہ) ہم مقلدین امام اعظم کے لئے جائز نہیں کہ احادیث کے مقتضا پر عمل کرتے ہوئے اشارہ میں جرأت دکھائیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض احادیث صحیحہ میں "تشہد" میں انگلی اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے تاہم چونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ (فقہ حنفی) کی ظاہر الروایۃ میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ہم مقلدین امام اعظم اپنے امام کے فرمان کے خلاف، ان حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے انگلی سے اشارہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے امام ہماری نسبت کتاب وسنت کو زیادہ جانتے تھے۔"

مگر ظاہر صاحب فرماتے ہیں کہ دیگر اہل علم فقہاء ومجتہدین سے کتاب وسنت کی روشنی میں اختلاف کر سکتا ہے۔ حجت صرف کتاب وسنت ہے اور یہی غیر مقلدین کا مذہب ہے۔

پروفیسر طاہر القادری کا ایک اور بہت بڑا جھوٹ

"اپنے منہ میاں مٹھو" کی مصداق کتاب "نابغۂ عصر" وغیرہ میں جناب پروفیسر صاحب اپنے شوقِ اجتہاد کا اظہار فرما چکے ہی تھے۔ لیکن کویت میں اپنے ایک حالیہ دورے کے دوران وہاں کے عربی زبان میں چھپنے والے ایک مقامی اخبار "القبس" کو جو موصوف نے اپنے مجتہد ہونے اور اجتہاد کا دروازہ کھولنے کی خوشخبری سنائی اور اپنے جامعہ منہاج القرآن کے طلباء و متعلمین کی حیرت انگیز تعداد بتائی اسے اخبار نے شائع کیا اور موصوف نے اس اخبار کے ایک صفحہ کا عکس بھی اپنے ماہنامہ "منہاج القرآن" بابت ماہ جولائی ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۴ پر شائع کیا۔ ہم اس عکس کی عبارت قارئین کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور پروفیسر صاحب کی مکاری اور فریب دہی کی داد دیں۔

جامعہ منہاج القرآن کے طلباء و متعلمین کی تعداد

الجامعه تضم حاليا ۲۰۰ طالب في النظام الداخلي واكثر من اثني عشر الف متعلم يترددون على المركز لحضور مجالس العلم و الذكر (صفحہ ۴)	اس وقت جامعہ منہاج القرآن میں اقامت رکھنے والے طلباء کی تعداد دو صد ہے اور جو طالب علم جامعہ میں آکر علم پڑھ کر واپس لوٹ جاتے ہیں ان کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ ہے

یہ "بارہ ہزار متعلمین" کی تعداد کا اس قدر بڑا جھوٹ جو طاہر القادری صاحب نے غیر ملکی اخبار کے سامنے غیر ملک میں جا کر صادر فرمایا ہے۔ انہی کا ہی حصہ ہے۔ ان کے اسی ایک جھوٹ سے ان کی دوسری کذب بیانیوں کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر طاہر صاحب یہ فرمائیں کہ اس بارہ ہزار سے ان کے جمعہ کے نمازی مراد ہیں یا شب بیداری کے جمع ہونے

طالبعلم

طالبعلم جامعہ میں علم و ذکر کی مجلسوں میں آتے اور واپس لوٹتے

نوان کا فرمانا اس لئے غلط ہے کہ ایسے لوگوں کو متعلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن عربی اخبار اور رسالہ منہاج القرآن میں جو الفاظ شائع ہوئے ہیں ان میں بارہ ہزار متعلم کے الفاظ ہیں اور متعلم کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ ان کی مراد عام نمازی اور جمعرات نہیں ہیں اور اگر ایسے لوگ متعلم ہیں تو پھر بادشاہی مسجد، داتا صاحب کی مسجد، ہماری مسجد جامعہ غوثیہ گلبرگ لاہور اور دیگر مساجد کے سب نمازی اور سامعین وعظ بھی متعلم ہوئے۔ پھر تو ایسی صورت میں ہر مسجد کے خطیب ملک سے باہر جا کر اپنی اپنی مسجدوں کے سامعین اور نمازیوں کو جو کثیر تعداد میں ہوتے ہیں اپنی اپنی درس گاہوں کے طلباء متعلمین کی فہرست میں شمار کر کے سب کی مجموعی تعداد بتا کر اپنے غیر ملکی بھائیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال سکتے ہیں ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عرف کے لحاظ سے انہیں ہرگز "متعلم" نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے لوگوں کو "متعلم" قرار دے کر ان کو اپنے جامعہ سے منسوب کرنا جیسا کہ طاہر القادری صاحب نے کیا ہے۔ سفید جھوٹ اور غیر ملکی کویتی بھائیوں کو فریب اور دھوکہ میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں ہے اور یقین جانئے کہ پروفیسر صاحب کا دعویٰ کہ "انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی کہ ادارہ منہاج القرآن بناؤ۔ میں تمہارے پاس لاہور آؤں گا اور یہ کہ میں نے اپنے دین کی تبلیغ کا کام تمہارے سپرد کیا ہے۔"

اسی طرح کی کذب بیانی اور سادہ لوح عوام کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے سوا کچھ نہیں

دعوائے اجتہاد

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس اخبار سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اجتہاد کا دروازہ بھی کھول چکے ہیں اس اخبار کے وہ الفاظ ملاحظہ ہوں جو انہوں نے وہاں سے اپنے ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں خراجِ تحسین حاصل کرنے کے لئے نقل کئے ہیں

ودعا القادری الی فتح باب الاجتهاد المنضبط بالاصول والقواعد التی وضعها الخ.
(ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۸۰ء ص ۴۸)

اور قادری نے ایسے اجتہاد کی دعوت دی (دعویٰ کیا) جو ایسے اصول اور قواعد کے ساتھ منضبط ہے جنہیں قادری نے (مسلمانوں کے لئے) طے کر دیا ہے۔

جناب طاہر القادری صاحب نے باہر جاکر نہ صرف اجتہاد کے دروازے کھول دینے کا دعویٰ کیا بلکہ یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ انہوں نے اجتہاد کے اصول و قواعد بھی وضع فرما دیئے ہیں. گویا مسلمانوں کو ان آئمہ اربعہ کے بعد اب نئے زمانہ کا ایک نیا امام میسر آگیا ہے۔ جس نے اجتہاد کے صدیوں سے بندشدہ دروازہ کو کھول ڈالا ہے اور اُس کے قواعد و اُصول بھی طے کر دیئے ہیں۔

اور قادری نے ایسے اجتہاد کے دروازہ کو کھولنے کی دعوت

طاہر صاحب اپنے آپ کو صحابۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ عالم سمجھتے ہیں

جناب طاہر صاحب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کے جواب میں عرض کی تھی کہ میں پہلے قرآن سے مسئلہ تلاش کروں گا۔ اس میں نہ ملے تو حدیث سے، اس میں نہ ملے تو اجتہاد کروں گا۔

نقل کرنے کے بعد ہر ایک پڑھے لکھے کو اجتہاد کرنے کی ہدایت عام صادر فرماتے ہیں

۱۔ ہر علمی اور دینی مسئلے کا حل سب سے پہلے قرآن مجید سے تلاش کیا جائے۔

۲۔ اگر پوری سعی و استعداد بروئے کار لانے کے باوجود قرآنِ مجید سے کوئی حکم میسّر نہ آسکے تو پھر اس کا فیصلہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلاش کیا جائے۔

۳۔ اگر کسی مسئلے کا حل پوری جستجو کے باوجود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی نہ میسّر آئے تو پھر (کتاب و سنت کی روشنی میں) اجتہاد کیا جائے۔

۴۔ اجتہاد کے لئے تمام دینی اور علمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھرپور سعی کی جائے تاکہ کوئی کمی نہ رہ جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

جناب طاہر القادری اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

" امام مالک نے بھی اثباتِ احکام کے لئے دلائل شرعیہ کی اسی ترتیب سے تمسک کیا۔ آپ نے کتاب و سنت کو جملہ دلائل و مصادر پہ ترجیح دی صرف ان کی عدم موجودگی میں تعاملِ اہل مدینہ اور اس کے بعد فتاوی و اقوالِ صحابہ کی طرف التفات فرمایا اور اپنے قول کو کبھی بھی نص کے مقابلہ میں اہمیت نہ دی۔" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۶۱)

یہ امام مالک علیہ الرحمۃ پر بہتان ہے آیئے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کا مذہب ملاحظہ فرمایئے :۔

امام مالک علیہ الرحمۃ مجتہد ہیں اور مجتہد کے لئے حجت نص ہی ہوتی ہے لیکن مقلد کے لئے ضروری نہیں کہ اسے معلوم ہو کہ امام مجتہد کے پیشِ نظر فلاں نص ہے۔

امام ابن الحاج مکی مالکی علیہ الرحمۃ امام مالک کا قول لکھتے ہیں۔

العمل اثبت من الاحادیث — علماء کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

لیجئے یہ امام مالک علیہ الرحمۃ ہیں جو فرماتے ہیں کہ علماء دین و آئمہ مجتہدین کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم و معتبر ہے کیونکہ وہ احادیث کو اس عالم سے بہتر جانتے ہیں جو مجتہد نہ ہو۔

علمائے مجتہدین کا عمل اور حدیث

امام ابن الحاج فرماتے ہیں کہ امام مالک

علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں نے کہا۔

وانه لضعيف ان يقال فى مثل ذلك حدثنى فى مثل ذلك فلان عن فلان

ایسی صورت میں حدیث سنانا اور حدثنی فلان عن فلان کہنا پوچ و کمزور بات ہے

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

یعنی جب علماء مجتہدین کا عمل معلوم ہو تو اس کے خلاف کسی حدیث کو حجّت لانا کمزور اور غیر معتبر بات ہے۔ کیونکہ مجتہد جو حدیث سنانے والے کی حدیث کے خلاف عمل کرتا ہے تو ضرور اس کی نظر میں اس سے بڑھ کر قوی دلیل موجود ہو گی۔

نیز فرماتے ہیں

وكان رجال من التابعين تبلغهم عن غيرهم الاحاديث فيقولون ما نجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره۔

یعنی تابعین کی ایک جماعت کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں وہ کہتے کہ ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

لیجئے اب نام نہاد مفکر ان آئمہ تابعین پر کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے کہ وہ منکرینِ حدیث تھے یا وہ جناب کی بیان کردہ ترتیب سے بے خبر؟

نیز موصوف مزید لکھتے ہیں کہ

وكان محمد بن ابى بكر بن جرير ربما قال له اخوه لم تقض بحديث كذا فيقول لم اجد الناس

امام محمد بن ابی بکر بن جریر بارہا ان کے بھائی کہتے تم نے فلاں حدیث کے مطابق فیصلہ کیوں نہ کیا۔ وہ فرماتے میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے نہیں پایا۔

علیہ (المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

جناب طاہر القادری جو آئمہ مجتہدین کو اپنا فریق بنائے بیٹھے ہیں۔ ذرا خوفِ خدا
دل میں جگہ دیں اور ہوش میں آکر جعلی اجتہاد سے (جو سراسر فساد فی الدین سے عبارت ہے)
توبہ کریں اور قادریت کا فریب دے کر سادہ لوح عوام کو مزید بے وقوف نہ بنائیں۔

امام موصوف مزید فرماتے ہیں کہ

امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ

السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث
اہلِ مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

اہلِ مدینہ کی پرانی سنت جس پر اہلِ مدینہ چلے آرہے ہیں۔ ضرور کسی دلیل ثابت پر
ہوگی جس کی انتہاء مجتہد پر ہوگی اور وہ مجتہد ضرور اس حدیث سے باخبر ہوگا جو
ان کے عمل کے خلاف اور عمل اہلِ مدینہ کے مقابلہ میں ہے لہٰذا اس کے پاس
اس کا مناسب جواب ہوگا یا تاویل معقول۔ اس کے بعد جناب طاہر کے ارشاداتِ عالیہ
کسی کے جالے سے زیادہ قوت نہیں رکھتے ؎

آں تیغِ عقل واں نگہ پُر فسوں نماند
سودا بجوش آمد واں رنگِ خون نماند

06071

طاہر القادری کے نزدیک تقلید کی حیثیت

ان اہلِ علم حضرات سے بڑے ادب سے درخواست ہے جو سنی حنفی کہلاتے اور طاہر القادری کی خوشامد محض اس لئے کرتے پھر رہے ہیں کہ اس کے وزیرِ اعلیٰ سے تعلقات ہیں اور کام نکلوانے کی مجبوریاں درپیش رہتی ہیں نامعلوم کب ان کی خدمات کی ضرورت پڑ جائے یا ان کے ساتھ ان کے ذاتی مراسم ہیں، وہ طاہر صاحب کے "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کے مصداق حالیہ انٹرویو، جو انھوں نے حال ہی میں اپنی حسبِ مرضی سوالات قائم کئے اور خود ہی جوابات دیئے ہیں۔ شائع کیا۔ اس کی بجائے وہ ان حقائق کو مدِ نظر رکھیں جو ان کی اپنی تصانیف ہیں یا خطبات اور کیسٹوں میں ہیں جن کے حوالہ جات راقم پہلے بھی عرض کر چکا ہے مزید بھی عرض کرتا ہے طاہر القادری کے نزدیک تقلید کی جو حیثیت ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اقوالِ صحابہ اور دیگر آئمہ کے اقوال کو تیمم کے مقام پر رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی طرف بھی صرف اس وقت توجہ کی جاتی ہے۔ جب پانی میسّر نہ آئے"۔ (تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۲)

اہلِ علم حضرات اس بات کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ جناب طاہر صاحب عوام و خواص کو تربیت دے رہے ہیں کہ آئمہ مجتہدین کی تقلید و پیروی کی حیثیت وہی ہے جو تیمم کی ہے کہ تیمم کی طرف رجوع اس وقت کیا جاتا ہے جب پانی نہ ملے۔ ہر شخص کو پانی کی تلاش کرنی چاہیئے اور تلاشِ بسیار کے باوجود اگر نہ ملے تو بامر مجبوری تیمم کر کے نماز ادا کر لینی چاہیئے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ تیمم "حکم اصلی" نہیں ہے بلکہ "حکم اصلی" وضو ہے۔

گویا طاہر صاحب کے نزدیک عوام و خواص کے لیے حکمِ اصلی یہ ہوا کہ وہ براہِ راست قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کریں اور اسی کی جدوجہد اور کوشش کریں کہ انہیں اقوالِ اصحابہ و اقوال آئمہ مجتہدین کی حاجت نہ پڑے اور اگر ایسی مجبوری پیش آئے کہ قرآن و سنت سے مسئلہ نہ ملے تو مجبوری کا تصور کرتے ہوئے اقوالِ اصحابہ و اقوال آئمہ کو دیکھیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

۱۔ "ہر علمی اور دینی مسئلے کا حل سب سے پہلے قرآنِ مجید سے تلاش کیا جائے"

۲۔ "اگر پوری سعی و استعداد بروئے کار لانے کے باوجود قرآنِ مجید سے کوئی حکم میسر نہ آسکے تو پھر اس کا فیصلہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاش کیا جائے۔"

۳۔ "اگر کسی مسئلے کا حل پوری تلاش و جستجو کے باوجود سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی میسر نہ آئے تو پھر کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے۔" (تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب ص۹)

یہاں اقوال و صحابہ و تابعین و اقوالِ آئمہ مجتہدین کو چھوڑ گئے تاکہ "عورت کی دیت کے مسئلے کی طرح جناب طاہر کو صحابہ و مجتہدین کے اقوال و ارشادات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر پڑے تو آپ یہ کہہ کر رد کرسکیں کہ یہ لوگ تو "اس کیس میں میرے فریق ہیں" بات صرف کتاب و سنت پر ہو گی ورنہ، حکم یہی ہے کہ کتاب و سنت کے بعد اجتہاد ہے، سو میں نے کتاب و سنت سے اجتہاد کر کے یہ مسئلہ ایسے ہی اخذ کر لیا ہے۔ میرے پاس سنت ہے گویا میرے پاس پانی موجود ہے میں تیمم (اقوالِ صحابہ و آئمہ پر عمل) کیوں کروں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"لہٰذا اقوالِ صحابہ و تابعین اور آئمہ کے اجماع و اجتہاد کی تمام صورتیں مصادرِ قانون کے طور پر صرف اس وقت حجیت حاصل کرتی ہیں جب کسی مسئلے پر کتاب و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو۔ اگر مسئلہ کتاب اللہ سے ثابت ہو

تو اسے سنت پر ترجیح حاصل ہوگی اور اگر سنتِ صحیحہ سے ثابت ہو تو آثارِ صحابہؓ تابعین اور اقوال آئمہ کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۴)

اس لئے جناب طاہر نے عورت کی دیت کے مسئلہ میں براہِ راست قرآن سے مسئلہ اخذ کیا اور نام نہاد اجتہاد فرما کر اپنے زعمِ باطل میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کے ساتھ مقدار میں برابر قرار دیا اور چونکہ دیت کے مسئلہ میں انہوں نے ۱۹۸۳ء میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماعِ صحابہ اور اجماعِ آئمہ اہلسنت کے برعکس مؤقف اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے اپنے اس غلط مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے ایک نیا انداز اختیار کیا تاکہ جب کبھی اس مسئلہ پر یا دوسرے مسائل پر کوئی اعتراض کرے تو آپ اس کتاب "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" جو بعد میں ۱۹۸۴ء میں شائع کی کے ذریعے پہلے ہی سادہ لوح پڑھے لکھے حضرات کے ذہنوں کو اپنے حق میں ڈھال چکے ہوں اور یہی غیر مقلدین کا مسلک ہے۔

چنانچہ علامہ سلیمان بن سحمان نجدی اپنی کتاب "الهدایة السنیه" میں لکھتے ہیں

"حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ یا مجتہد کی رائے ہمارے لئے حجت نہیں (طبع امرتسر ۱۹۲۷ء)

پھر لکھتے ہیں

"ہاں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں جب کہ احادیثِ رسول کے متعلق واقفیت نہ ہو یا اس کی اہلیت نہ ہو یا قواعد استنباط سے بے خبر ہو تو تقلید کی اجازت ہے لیکن یہ بھی اجازت عام نہیں بلکہ نہایت ضروری اور تکلیف کی حالت میں ہے۔" ص۴۹۔

یہی طاہر القادری کا مسلک ہے کہ تقلید کو تیمم کے برابر قرار دیا۔ لیکن اس بے خبر کو کون بتائے کہ یہ قواعد و ضوابط جنہیں آپ "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب" کے عنوان سے

بیان کر کے ان پر عمل کر رہے ہیں اور پڑھے لکھے شخص کو ان قواعد پر عمل کرنے کی تلقین کرتے اور ترغیب دیتے ہیں۔ آپ جیسے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ یہ آئمہ مجتہدین کے لئے ہیں آپ کیا جانیں کہ سنت کیا ہے اور اس سے استنباط (مسائل اخذ) کرنے کا کیا طور طریق ہے؟ آپ جیسے لوگوں کے لئے ایسا کرنا گمراہی میں پڑنے کا سبب ہے۔ اس لئے آپ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈالے جا رہے ہیں اور اس گمراہی کی انتہا یہ ہے کہ آئمہ مجتہدین کو بھی اپنا فریق بنا ڈالا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

حدیث علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی ہے سوائے مجتہدین کے

اس سلسلے میں امام ابن عینیہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ امام سفیان بن عینیہ مکی ہیں جو امام جعفر صادق ایسی شخصیتوں کے شاگرد اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاذ الاستاذ (استاذوں کے استاذ) ہیں جنکی پیدائش ۱۰۷ھ کو ہوئی اور وصال ۱۹۸ھ میں ہوا جن کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ

لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۹)

اگر امام مالک اور امام سفیان بن عینیہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جا چکا ہوتا۔

اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

ما رأيت احدا من الفقهاء اعلم بالقرآن والسنن منه۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۲۱)

میں نے فقہاء میں سے کوئی نہیں دیکھا جو امام ابن عینیہ سے بڑھ کر قرآن و سنت کا جاننے والا ہو۔

اس امام جلیل کا ارشاد گرامی سنئے۔ امام ابن الحاج مکی المدخل میں فرماتے ہیں کہ

قال ابن عيينة: الحديث مضلة الا للفقهاء الخ (المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

امام ابن عینیہ نے فرمایا، حدیث، آئمہ مجتہدین کے سوا دوسروں کے لئے گمراہ کرنے والی ہے۔

یعنی حدیثوں کو سمجھنا دراصل مجتہدین کا کام ہے۔ جناب طاہر جیسوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔

طاہر صاحب کا لوگوں کو آئمہ کی تقلید سے متنفر کرنے کا نیا سلسلہ

افسوس کہ طاہر صاحب اپنے آپ کو سُنی بھی کہتے ہیں اور حنفی بھی۔ مگر ان کی تین رسواکن تصانیف اِن دعوؤں کی قلعی کھول کر رکھ دیتی ہیں۔ ایک "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟" دوسری "اجتہاد اور اس کا دائرۂ کار" اور تیسری "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب"۔

موصوف "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب" میں امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اقوال بحوالہ امام ابن قیم شاگرد امام ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

۱۔ اگر صحیح حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔

۲۔ اگر تمہیں میری کتاب میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کچھ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق فتوے دو اور میرے قول کو ترک کر دو۔

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب صہ۱۸ - ۱۹)

جناب طاہر کو یہ معلوم ہو کہ امام شافعی کا یہ ارشاد آپ اور میرے جیسے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اپنے ان شاگردانِ عزیز کے لئے ہے جو درجۂ اجتہاد پر فائز تھے جیسے حضرت امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگردانِ رشید، امام محمد و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ چنانچہ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وھذا الذی قالہ الشافعی	یہ جو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ارشاد
لیس معناہ ان کل احد رای	فرمایا اس کا یہ معنی نہیں کہ جو شخص بھی
حدیثا صحیحا قال ھذا	حدیث صحیح دیکھے وہ کہہ دے کہ یہ امام

مذهب الشافعي وعمل بظاهره وانما هذا فيمن له رتبة الاجتهاد في المذهب الخ	شافعی کا مذہب ہے اور اس حدیث کے ظاہر پر عمل شروع کر دے یہ فرمان تو ایسے شخص کے بارے میں ہے جسے اجتہاد فی المذہب کا مرتبہ حاصل ہو۔
(شرح المجموع ج ۱ ص ۶۴)	

اب جناب طاہر صاحب کی آنکھیں کھلنی چاہیئں اور انہیں اس بات کو صدقِ دل سے باور کرتے ہوئے کہ وہ اپنے نام نہاد اجتہاد اور

اپنی غیر مقلد ذہنیت سے تائب ہو کر آئمہ کو فریق

کہنے اور "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" اور "اجتہاد اور اس کا دائرۂ کار" اور "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" ایسی رسوائے زمانہ تحریروں سے علانیہ رجوع کر لینا چاہیئے علاوہ ازیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی جو اس طرح کے ارشادات فرماتے ہیں کہ حدیثِ صحیح کے مقابلہ میں تمہیں ہمارا کوئی قول ملے تو اس پر عمل نہ کرنا اسے چھوڑ دینا اور سمجھ لینا کہ ہمارا مذہب وہی صحیح حدیث ہے، یہ دراصل ان علماء کے لئے ہے جو ان کے مذہب میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں یہ ارشاد جناب طاہر القادری جیسے لوگوں کے لئے نہیں جو اجتہاد تو کجا رہا عربی عبارت تک صحیح پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

ایک اور مسئلہ میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت

قارئین! جناب طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصہ اول صفحہ ۱۷۶ پر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والی حدیث نقل کی۔ جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور اس میں بھول کر دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا نماز چھوٹی کر دی گئی ہے یا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھول گئے؟

طاہر القادری لکھتے ہیں۔

"اس پر آپ نے دوسرے صحابہ کی طرف دیکھا سب نے ذوالیدین کی تائید کی۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر مزید دو رکعت ادا فرمائی اور اس کے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا۔ (۱) یہ اس لئے کیا گیا کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمائی"۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں) (۲) کوئی شخص چار رکعتوں پر مشتمل نماز میں بھول جائے اور دو رکعت پر سلام پھیر دے اگر اس نے کسی سے گفتگو نہ کی اور قبلہ سے کلیتہً رُخ نہ پھیرا تو وہ شخص اپنی بقیہ نماز مکمل کر کے بعد ازاں سجدہ سہو کر لے تو نماز ادا ہو جاتی ہے۔ ورنہ اسے چار ہی رکعتیں مکمل کرنا ہوں گی۔ (۳) لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کلیے سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپ نے بات چیت کرنے کے باوجود اسی نماز کو مکمل فرمایا

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۱۷۶-۱۷۷)

اس میں جس عبارت پر نمبر ایک درج ہے یعنی یہ اس لئے کیا گیا ......" اسے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نمازی چار رکعت والی نماز میں بھول کر چار کی جگہ دو پڑھ کر سلام پھیر دے پھر آپس میں بھول چوک سے متعلق گفتگو کر لیں تو ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل تلافی کا راستہ دکھاتا ہے کہ وہ گفتگو کے باوجود بقیہ دو رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کریں گے یوں ان کی نماز ہو جائے گی اور اس کے بعد نمبر ۲ کو دیکھئے اس میں بقیہ نماز کے مکمل کرنے کی یہ" گفتگو نہ کرنا" شرط قرار دیا۔ جب کہ نمبر ایک میں جسے تلافی کے لئے کافی قرار دیا اس میں گفتگو کا ثبوت موجود ہے تو ان دونوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جناب مفکرِ اسلام، علامہ اور ڈاکٹر تو بن گئے۔ تبلیغ و علم کا یہ حال ہے کہ اپنی بات میں تضاد تک کا شعور نہیں ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا رب!
لڑتے ہیں مگر ہاتھ میں تلوار نہیں!

پھر نمبر ۲ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شرط سے مستثنیٰ کر دیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات چیت کرنے کے باوجود اسی نماز کو مکمل فرمایا۔ جب کہ جناب کی یہ تاویل و توجیہہ خود حدیث کے خلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ابتدا کا واقعہ ہے جب نماز میں بوقتِ ضرورت گفتگو کرنے کی اجازت تھی۔ پھر اس کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كنا نسلم على النبي صلى الله عليه وسلم وهو فى الصلوة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشى سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا	ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے اور آپ نماز میں ہوتے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے پھر جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس لوٹے تو آپ نے ہمیں سلام کا جواب نہ دیا۔ تو ہم

یارسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا فقال ان فی الصلوٰۃ لشغلا (مشکوٰۃ صنہ ۹۰)	عرض کی " ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام عرض کرتے تھے آپ ہمیں جواب دیتے تھے فرمایا بلاشبہ نماز میں سلام سے ایک مانع چیز ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ " لَشُغُلًا " کے معنی لکھتے ہیں " ای مانعا من السلام " (مرقاۃ ج ۲ صلا۳) یعنی نماز کی حالت اس بات سے مانع ہے کہ میں کسی کو اس کے سلام کا جواب دوں۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ علامہ امام مظہر علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں۔

کان الکلام فی بدء الاسلام جائزا فی الصلوٰۃ ثم حرم (مرقاۃ ج ۲ صلا۳)	کہ ابتداء اسلام میں نماز میں گفتگو کرنا جائز تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بعد میں نماز کی حالت میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہو گئی اور اسے حرام ٹھہرا دیا گیا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی نماز میں کسی سے گفتگو کرنا منع تھا۔ جب سلام کا جواب نہ دیا تو گفتگو کیسے جائز ہو گئی۔ لہٰذا جناب طاہر صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مستثنیٰ کرنا فقہ حنفی اور مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصیت والی بات کو حسب عادت محققین " قِیْلَ " بہ صیغۂ تمریض ذکر کر کے اس کے خلافِ تحقیق ہونے کی طرف ارشاد فرمایا لیکن جنابِ طاہر کو اس سے کیا غرض وہ تو ہر وہ بات کریں گے جس سے عوام خوش ہو کر انہیں داد دیں۔ خواہ عند اللہ یا عند التحقیق وہ بات درست ہو یا غلط۔ اب دوسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

كنا نسلم على النبي صلى الله عليه وسلم وهو في الصلوة قبل ان نأتي ارض الحبشة اتيته فوجدته يصلي فسلمت عليه فلم يرد حتى اذا قضى صلوته قال ان الله يحدث من أمره مايشاء وان مما احدث أن لا تتكلموا في الصلوة فرد على السلام وقال انما الصلوة لقراءة القرآن وذكر الله فاذا كنت فيها فليكن ذلك شانك (مشکوٰۃ صفحہ ۹۱)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور آپ نماز میں ہوتے اس سے پہلے ہم سرزمین حبشہ کو آتے۔ تو آپ ہمیں جواب دیتے پھر جب ہم سرزمینِ حبشہ سے واپس لوٹے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو نماز پڑھتے پایا۔ پس میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ اپنی نماز ادا کرلی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر کرتا رہتا ہے اور بے شک ان احکام سے جو اللہ نے ظاہر کئے یہ ہے کہ تم نماز میں کلام نہ کرو۔ پھر آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا نماز قرآن کی قراءۃ اور اللہ کی یاد کے لئے ہی ہے۔ پس جب تم نماز میں ہو تو تمہارا یہی حال ہونا چاہیے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم بھی اس بات سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ اگر مستثنیٰ ہوتے تو آپ سلام کا جواب دے دیتے اور ان کو فرما دیتے کہ تمہیں نماز میں سلام و کلام کرنا منع ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ تعالیٰ کا ایک حکم عام قرار دے کر اپنے آپ کو بھی شامل رکھا اور مستثنیٰ نہ کیا۔

اب تیسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں :۔

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان هذه الصلوٰة لایصلح فیها شیٔ من کلام الناس انما هی التسبیح والتکبیر وقراءة القرآن الخ

بے شک یہ نماز، اس میں لوگوں کی گفتگو میں سے کوئی بھی چیز لائق وجائز نہیں یہ تو تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قرأۃ ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ صـ ۲۰۳)

اس حدیث میں کسی استثناء کے بغیر علی العموم فرمارہے ہیں کہ نماز میں گفتگو جائز و لائق نہیں ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے تو اس پر جواب دینا اور اطاعت کرنا فرض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت تھی اور ہے اور رہو گی اور یہ بھی ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ فرض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی حالت میں کسی سے بات نہ فرمائیں حتیٰ کہ کسی کے سلام کا جواب بھی نہ دیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیثوں سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مستثنیٰ کرنا ان حدیثوں کے منافی اور غلط ہے

اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

قال ابوحنیفه والکوفیون تبطل (شرح مسلم ج ۱ صـ ۲۰۳)

یعنی امام ابوحنیفہ اور کوفیوں کے نزدیک لوگوں کے ساتھ کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اس میں جناب طاہر صاحب کی تشریح نمبر ایک کی تردید ثابت ہو گئی۔ جس میں وہ فرماتے

ہیں کہ" یہ اس لئے کیا گیا (یعنی گفتگو کے باوجود بقیہ نماز ادا کر کے سجدہ سہو سے نماز مکمل کر لی جائے) کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اختیار فرمائی۔ ان حدیثوں سے واضح ہو گیا کہ یہ غلط ہے۔ نماز از سرِ نو پڑھنا ہو گی۔ سجدہ سہو سے تلافی نہ ہو گی۔ اب چوتھی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کنا نتکلم فی الصلوٰة یکلم الرجل صاحبه وهو الیٰ جنبه فی الصلوٰة حتی نزلت "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" فَاُمِرْنا بالسکوت ونهينا عن الکلام (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۴)	ہم نماز میں آپس میں باتیں کر لیتے تھے مرد نماز کے اندر اپنے ساتھی کے ساتھ بات کر لیتا اور وہ اس کے پہلو کے ساتھ ہوتا یہاں تک کہ قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی "اور کھڑے ہو اللہ کے لئے فرمانبرداری کرتے خاموش ہونے والے ہو کر تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم کیا گیا اور ہمیں کلام کرنے سے روک دیا گیا۔

اس حدیث سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ سے اور صحابہ کرام کا آپس میں نماز کے دوران گفتگو کرنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ جو بعد میں بحکمِ خداوندی منسوخ و ممنوع ہو گیا اور اس حکم میں بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی داخل تھے، مستثنیٰ نہ تھے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کے سلام کا جواب ضرور عنایت فرماتے۔ حضرت امامِ اعظم کا بھی یہی مذہب ہے۔

قال ابو حنیفه رضی اللہ عنه والکوفیون یبطل۔	یعنی امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور کوفہ والے (علماء) فرماتے ہیں۔ کلام

کرنے سے باطل ہو جاتی ہے۔ (شرح نووی ج ۱ صہ ۲۱۴)

اس سے بھی جناب طاہر صاحب کے خیال نمبرا کی واضح طور پر تردید ہو جاتی ہے امام نووی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

قال ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ واصحابہ والثوری فی اصح الروایتین عنہ تبطل صلوۃ بالکلام ناسیا او جاھلا لحدیث ابن مسعود وزید بن ارقم رضی اللہ عنہما وزعموا ان حدیث قصۃ ذی الیدین منسوخ بحدیث ابن مسعود و زید بن ارقم۔	امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں نے فرمایا اور امام ثوری سے صحیح ترین روایت کے مطابق بھی یہی ہے کہ کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ بھول کر ہو یا لاعلمی ہیں، اس کی دلیل حضرت ابن مسعود اور زید بن ارقم کی حدیث ہے اور ان اماموں کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالیدین کے واقعہ والی حدیث حضرت ابن مسعود اور زید بن ارقم کی حدیث سے منسوخ ہے

(شرح مسلم امام نووی ج ۱ صہ ۲۱۴)

لیجئے! قارئین کرام! آپ نے سمجھ لیا اور پڑھ لیا کہ آج جناب طاہر صاحب حضرت ذوالیدین والی جس حدیث کا تذکرہ کر کے یہ فرما رہے ہیں کہ "یہ اس لئے کیا گیا کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمائی" اور یہ کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کلیئے سے مستثنیٰ ہیں" وہ حدیث سرے سے منسوخ ہو گئی۔

ایک سوال اور اس کا جواب :-

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس دوران ابلیس (شیطان) آپ کو پریشان کرنے لگا "آگ کا شعلہ لے آیا تاکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کے سامنے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ نماز سے ہٹا دے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعوذ باللہ منک" یعنی تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں پھر فرمایا کہ میں اللہ کی لعنت کے ساتھ تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان سے مخاطب ہوئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بحالتِ نماز کسی سے خطاب کرنا یا بولنا منع ہوتا تو ایسا نہ فرماتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰)

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کو قرآن وسنت کے ناسخ و منسوخ تک کا علم نہیں وہ شتر بے لگام کی طرح دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے سے گھومتا پھرتا اور جو دل میں آتا ہے کہتا اور لکھا جاتا ہے۔ لوگوں کو دھوکا دینے کو سُنی بھی اور حنفی بھی کہلاتا ہے اور ساتھ ہی عقیدہ اہلسنت اور مسلک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے برعکس احکام و مسائل بھی بیان کئے جاتا ہے اور کس قدر سادہ لوح ہیں ہمارے اربابِ اقتدار اور سرمایہ دار مسلمان جو اس کے دامِ فریب میں مبتلا ہو کر اس کے پیچھے اپنی دولت لٹاتے جا رہے ہیں۔ گویا دین بھی برباد اور دنیا بھی برباد ہے

میں تم سے کیا کہوں اس وقت دل پر کیا گذرتی ہے
تصور دل میں آتا ہے تو آنکھ اشکوں سے بھرتی ہے

طاہر القادری کی فقہ سے عداوت

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ جناب طاہر القادری پر" اجتہاد " کا شوق کچھ ایسا سوار ہو چکا ہے کہ وہ اس شوق کو بہر صورت عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتے پھر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں لوگوں کے ذہنوں کو ائمہ کرام کی ترتیب دی ہوئی مسلمہ فقہ سے متنفر کرنے اور اس کے مقابلہ میں ایک نئی اور جاہلانہ فقہ کے ایجاد کئے جانے کی اہمیت کا قائل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ساتھ ساتھ تقلید کے خلاف بھی ان کے ذہنوں میں ایک تاثر پیدا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں

" ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن (علماء دین) نے (الا ماشاء اللہ) تصورِ تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اجتہاد کو عملاً شجرِ ممنوعہ بنا دیا ہے اس لئے جو فقہی کام آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا تھا۔ اسے تمام تفصیلات و جزئیات سمیت ہر اعتبار سے آج کے دور کے لئے بھی من و عن کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے۔ تمام مذہبی طبقہ اسے عملاً اور واقعتہً قرآن و سنت کی طرح ہمیشہ کے لئے حتمی و قطعی سمجھتا ہے اور اس سے جزوی اختلاف یا اس میں اجتہاد نو کو فعلِ حرام تصور کرتا ہے اس نے قرآن و سنت اور اجتہادی آراء و علوم کے درمیان امتیاز کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اس لئے کتبِ فقہ وحی کا بدل تصور ہونے لگی ہیں اور ان کی موجودگی میں نئے فقہی اجتہاد کو سراسر اسلام کے خلاف سازش تصور کیا جاتا ہے"۔ (اجتہاد اور اس کا دائرہ کار ص ۷۱)

قارئین غور فرمائیں، خاص کر سُنی حنفی کہلانے والے اور آئمہ کرام کے متوالے، جناب

طاہر کی اس تحریر پر آنکھیں کھولیں. جہاں فرقہ وہابیہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی وغیرھما آئمہ کرام کے مزارات طیبہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی فکر میں لگے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ نام نہاد مجتہد، سرتاپا جہل مرکب طاہر القادری ان بزرگوں کی اجتہادی کاوشوں اور روز روشن سے بڑھ کر تاباں و درخشاں ان کے علمی کارناموں کو اپنے جاہلانہ اجتہاد کے ذریعے نیست و نابود کرنے میں مصروف ہے۔ بلکہ جو کام غلام احمد پرویز نہ کر سکا۔ کہ وہ داڑھی منڈا تھا اور سُنی حنفی ہونے کا دعوے دار نہ تھا اور میلاد کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ لیکن جناب نے عوام کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے، سنی حنفی ہونے کا دعوےٰ کرتے ہوئے عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم، میلادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قادریت کی نسبت کا ٹاٹل اور لیبل لگا کر اسی کے مقاصد کی تکمیل کا بیڑا اُٹھا لیا ہے ؎

غیر کم بخت تو گُستاخ تھے مُدّت سے
اب تو کچھ آپ کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے

ہم اس سے پُوچھتے ہیں کہ ان آئمہ کرام و مجتہدین عظام کی تقلید کرنے والے جس قدر بزرگان آج تک گذرے، اپنے آئمہ کی فقہ پر ہی چلتے، لوگوں کو اس پر چلاتے رہے اور اسی فقہ کو کافی و دافی سمجھتے چلے آئے۔ کسی نے بھی نیا اجتہاد نہ کیا اور نہ ہی اپنے آئمہ سے کوئی جزوی اختلاف کی جسارت کی۔ بالخصوص سیّدنا غوثِ اعظم، سیدنا خواجہ غریب نواز سیّدنا شیخ شہاب الدینؒ، سیّدنا بہاءالدین چاروں اربابِ سلاسل عالیہ اور حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کے بقول وہ "قدامت پرست" نہ ہوئے یا وہ علمانہ تھے؟ کیا، ان کے سامنے زمانے نے ترقی نہ کی تھی یا کیا یہ فکری طور پر جمود کا شکار تھے؟ اگر ایسے ہی تھے تو واضح کیجئے اور اہلِ سنت سے خیر لیجئے اور اگر ایسے نہیں تھے تو انہوں نے کونسی نئی فقہ ترتیب دی اور کونسا نیا اجتہاد فرمایا تھا؟ اور انہوں نے اپنے آئمہ مجتہدین کے ساتھ کس کس مسئلہ میں

جزوی اختلاف کیا؟ کیا جناب ان مسائل کی نشاندہی فرمائیں گے۔ یہ جناب کے ذمہ ادھار رہا۔

فقہاء نے آنے والی نسلوں کی ہر ضرورت کو پیشگی پورا کر دیا

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب طاہر صاحب جنہیں اجتہاد کا بخار چڑھا ہوا ہے اور اس سلسلے میں وہ فقہ اسلامی کے مسلمات کو بدلنے کے لئے نام نہاد تحریک منہاج القرآن کو ملک ملک اور شہر شہر پھیلانے میں معروف ہیں، ایسا کوئی مسئلہ نہیں لا سکتے جس کا جواب ان کی خدمت میں اسی فقہ اسلامی سے پیش نہ کر دیا جائے جس کے حاملین کو وہ قدامت پرست کا طعنہ دے کر ضلالت و گمراہی پرست ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم امام ابن الحاج علیہ الرحمۃ کا حوالہ عرض کئے دیتے ہیں ؎

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

امام موصوف المدخل میں لکھتے ہیں

فمن لقی مثل هؤلاء کیف	جن آئمہ و فقہاء نے سیدنا ابن عباس
یکون علمه وکیف یکون حاله	ایسے ترجمان القرآن اور علی مرتضیٰ ایسی
وعمله؟ فحصل للقرن الثانی	ہستیوں سے علم فقہ حاصل کیا جو فرماتے تھے
نصیب وافر أیضا فی إقامة	کہ جب تک میں تم میں موجود ہوں مجھ سے
هذا الدین ورؤیة من رأی	جو چاہو سو پوچھو۔ میں آسمانوں کے راستوں
بعینی رأسه صاحب الشریعة	کو جانتا ہوں جیسے زمین کے راستوں کو
صلوات الله علیه وسلامه	پہچانتا ہوں، ان کا علم کیسا، ان کا حال کیسا
فلذلك کانوا أخیرا من	ہو گا اور عمل کیسا۔ پھر دوسری صدی والے

الذين بعدهم، ثم عقبهم
التابعون لهم وهم تابعوا التابعين
رضي الله عنهم، فيهم حدث
الفقهاء المقلدون المرجوع
إليهم في النوازل الكاشفون
للكروب، فوجدوا القرآن والحمد
لله مجموعا ميسرا ووجدوا
الأحاديث قد ضبطت وأحرزت،
فجمعوا ما كان متفرقا وتفقهوا
في القرآن والأحاديث على
مقتضى قواعد الشريعة، واستخرجوا
فوائد القرآن والأحاديث،
واستنبطوا منها فوائد وأحكاما
وبينوا على مقتضى المنقول
والمعقول ودونوا الدواوين
ويسروا على الناس، وبينوا
المشكلات باستخراج الفروع
من الأصول، وردوا الفروع
إلى أصله وبينوا الأصل من
فرعه فانتظم الحال، واستقر
من الدين لأمة محمد

علماء و فقہا کو اس دین کے قائم کرنے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شریعت
کے دیکھنے والوں کی زیارت کا حصہ وافر
حاصل ہوا۔ اس لئے وہ اپنے بعد والوں سے
بہتر ہوئے پھر ان کے بعد اتباع تابعین
آئے رضی اللہ عنہم ان میں وہ فقہا پیدا ہوئے
جن کی تقلید کی جاتی ہے جن کی طرف حوادث
میں رجوع کیا جاتا ہے جو سختیوں اور مشکلوں
کو دور کرنے والے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ
انہوں نے قرآن آسان کیا ہوا اور حدیثوں کو
منضبط اور مجتمع پایا پھر انہوں نے متفرق
احکام و مسائل کو یک جا جمع کیا اور شریعت
کے قواعد کے مقتضی پر قرآن و احادیث میں
اجتہاد کیا اور قرآن و احادیث سے احکام و
مسائل اور فوائد نکالے اور معقول و منقول
کے مقتضی پر خوب وضاحتیں فرمائیں اور
کتابوں کو مدون کر کے لوگوں کے لئے دین
کو آسان بنا دیا اور اصول میں سے فروع و
جزئیات کو نکال کر مشکلات کو واضح کر ڈالا
اور جزئیات کو اصول کی طرف لوٹایا اور
اصل کو فروع سے الگ بیان کر دیا پس

صلی اللہ علیہ وسلم بسببهم الخير العميم، فحصلت لهم في إقامة هذا الدين خصوصية أيضا بلقائهم من رأى من رأى صاحب العصمة صلوات الله عليه وسلامه، ومع ذلك لم يبقوا لمن بعدهم شيئا يحتاج أن يقوم به بل كل من أتى بعدهم إنما هو مقلد لهم في الغالب وتابع لهم، فإن ظهر لهم فقه غير فقههم أو فائدتهم فمردود كل ذلك عليه أعني بذلك أن يزيد في حكم من الأحكام التي تقررت أو ينقص منها فذلك مردود بالإجماع، وأما ما استخرجه من بعدهم من الفرائد غير المتعلقة بالأحكام فمقبول

(المدخل ج ۱ صـ۱۷)

صورتِ حال نظم وضبط میں آگئی اور ان کے سبب سے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دین سے عام بھلائی کا سلسلہ برقرار ہوگیا۔ پس صحابۂ کرام، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا، کی زیارت و ملاقات سے بھی اس دین کے قائم کرنے میں ان کو ایک خصوصیت حاصل ہوگئی اور اس کے باوجود انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس کے قائم کرنے کی حاجت تھی بلکہ ان کے بعد جو بھی آیا وہ غالب امور میں ان کا مقلد اور پیروکار ہوا۔ پس اس کے بعد اگر کوئی نئی فقہ ظاہر ہوئی جو ان کی دی ہوئی فقہ کے خلاف ہوگی تو وہ ساری کی ساری اس پر رد کر دی جائے گی۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی طے شدہ احکام میں اضافہ کرے یا ان میں سے کوئی چیز کم کرے تو بہ اجماع و اتفاق اسے رد کر دیا جائے گا۔ البتہ بعد والے قرآن و حدیث سے ایسے نئے موتی حاصل کریں جن کا احکام و مسائل سے تعلق نہ ہو تو وہ قبول ہوں گے (المدخل ج ۱ صـ۱۷)

جناب طاہر صاحب امام ابن الحاج کے ان ارشاداتِ عالیہ پر کان دھریں اور آنکھوں سے "اَنَا وَلَا غیری" کی پٹی اتار پھینکیں۔ اور آئمہ دین متین کی کاوشوں اور مسلسل محنتوں کا صلہ ناشکری اور ناقدری کی صورت میں چکانے کی بجائے، پھر کسی دینی درس گاہ میں باقاعدہ داخلہ لیں۔ عربی گرامر اور دیگر علوم و فنون پر اچھی طرح دسترس حاصل کریں تاکہ وہ اس بات کے اہل ہو سکیں کہ فقہ کے اُسی قدیم ذخیرہ سے ہر آنے والے مسئلہ کا حل تلاش کر لیں اور اگر آپ کو فقہی علوم پر عبور رہو تا تو نام نہاد اجتہاد اور فقہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے جزوی اختلاف کرنے کی جسارت کبھی نہ کرتے اور اس فقہ کے خلاف عوام کو اکسانے کی کوشش نہ کرتے۔ بمطابق محاورہ "النَّاسُ اعداءٌ لما جهلوا" کہ لوگ اس کے دشمن ہیں جسے نہیں جانتے، آپ فقہ سے جاہل ہونے کی وجہ سے اس کے دشمن ہیں۔

فقہ کی اہمیت وضرورت

فقہ کے لغوی معنی "کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا" ہے قرآن "لیتفقھوا فی الدین" کا حکم فرما کر علم فقہ کے حاصل کرنے کا حکم دے رہا ہے اور سنن والی حدیث میں ہے۔ ان الحیاء والفقہ من الایمان" کہ بے شک حیاء وفقہ ایمان کا حصہ ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ "جسے قوم نے فقہ کی بنیاد پر اپنا سردار بنا لیا وہ ان کی زندگی ثابت ہوگا اگر کسی کو قوم نے فقہ کے بغیر اپنا سردار بنا لیا تو وہ ان کے لئے ہلاکت ثابت ہوگا۔ (مقدمہ دارمی) سہ

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(ترجمہ) جب کسی قوم کا راہنما کوا ہو تو وہ انکو ہلاک ہونے والوں کا راستہ دکھلائے گا۔

طاہر القادری فقہ سے جاہل

رہا جناب کا فقہ سے جاہل ہونا تو یہ بات یوں مسلم ہے کہ جناب کو عربی عبارت تک صحیح پڑھنا نہیں آتی، قرآن کریم تک نہیں صحیح پڑھ سکتے باقی علوم کا مسئلہ تو الگ رہا اور اس کے علاوہ آپ نے روزنامہ جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک فتویٰ صادر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپ بلا تحقیق فتویٰ نہیں دیتے۔ جب دیتے ہیں تو تحقیق کر کے ہی دیتے ہیں (ملاحظہ ہو)

"میں اتنی آسانی اور بغیر تحقیق کے فتویٰ نہیں دیا کرتا"

"نابالغ کا سرپرست اس کا نکاح کرتا ہے جب وہ بالغ ہوگا تو اسے شرعی اختیار حاصل ہے۔ نکاح ایک کنٹریکٹ ہے جو سرپرست کر سکتا ہے۔ نکاح کے باب میں شریعت نے بلوغت کا حق رکھا ہے جس میں بالغ ہوتے ہی لڑکا اور لڑکی نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں اس سلسلے میں باپ دادا کا کیا نکاح شامل نہیں، باقیوں کا کیا ہوا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یہ طلاق کی ایک شکل ہوگی۔ (روزنامہ جنگ لاہور، جمعہ میگزین ۲۷ فروری تا ۵ مارچ ۱۹۸۷ء)

اس فتویٰ میں جناب نے تحقیق کے باوجود دو غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو باپ دادا کے نکاح کو علی الاطلاق ناقابلِ فسخ قرار دیا جو غلط ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عام حالات میں تو یہی ہے کہ باپ دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہ ہوگا۔ لیکن خاص حالات میں فسخ ہو جائے گا اور وہ "سوءِ اختیار" کی صورت ہے یعنی اگر لڑکی عدالت میں یہ ثابت کر دے کہ اس کے باپ دادا نے اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کیا ہے مثلاً وہ لالچ میں آجاتے ہیں اور شفقتِ پدری کا پورا پورا لحاظ رکھنے کی بجائے ذاتی مفاد کے لئے لڑکی کا غلط جگہ نکاح کر دیتے ہیں

اور اس کمزوری میں شہرت رکھتے ہیں یا دماغی لحاظ سے وہ اس قدر بصیرت اور دُور اندیشی کی صفت کے حامل نہیں ہیں شلاً اس سے قبل اس کی بہن کو بھی ایسی جگہ بیاہ ڈالا کہ وہ آج تک روتی پھر رہی ہے اور پریشانی کی زندگی گذار رہی ہے تو ایسی صورت میں ان کا کیا ہوا نکاح بھی فسخ ہو جائے گا۔ چنانچہ فتاوٰی درمختار میں ہے کہ

لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة او فسقا وان عرف لایصح النکاح اتفاقا (درمختار)	باپ دادا کا سوءِ اختیار معروف نہ ہو بے پروائی کے طور پر یا فاسق ہونے کے طور پر اور اگر اس میں وہ شہرت رکھتے ہیں تو ان کا کیا ہوا نکاح با تفاق صحیح نہ ہوگا۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں "ان المانع هو کون الاب مشهورا بسوء الاختیار قبل العقد" (فتاوٰی شامیہ ج ۲ صلا۶۶-۶۷) یعنی باپ کا عقد سے قبل سوءِ اختیار کے ساتھ شہرت کا حامل ہونا انعقادِ نکاح میں مانع ہے۔

لیکن فقہ سے بے خبر مفتی طاہر صاحب نے علی الاطلاق فتوٰی صادر فرما کر قارئینِ جنگ بلکہ اسلامیانِ پاکستان کو اندھیرے اور تاریکی کے حوالے کر دیا ؎

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

پھر اس فتوٰی میں دوسری غلطی یہ فرمائی کہ خیارِ بلوغ کی صورت میں فسخ نکاح کو طلاق کی ایک شکل قرار دیا (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) جب کہ فقہ اس کے برعکس ہے۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے

الفرقة التی تحتاج الی القضاء خمسة الفرقة بالجب والعنة وبان اسلمت المرءة فعرض	یعنی خاوند اور منکوحہ کے درمیان جس جدائی میں عدالت کے فیصلہ کی حاجت ہوتی ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں ایک یہ کہ

علیه الاسلام فابی وفرق بینهما اوفرق بینهما باللعان فهی طلاق فی الفصول الثلاثة وبخیار البلوغ والخامس بعدم الکفاءة فهما فسخ وان کان باختیار الزوج حتی لایجب المهران کان لم یدخل بها الخ (فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ صہ ۱۲۵)

خاوند مجبوب ہو یا عنین ہو دوسرے یہ کہ عورت اسلام لائے پھر خاوند پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام لانے سے انکار کر دے اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائے تیسرے یہ کہ لعان کی وجہ سے ان میں تفریق کی گئی ہو تفریق کی یہ تینوں صورتیں طلاق قرار پاتی ہیں اور چوتھی صورت خیار بلوغ کی ہے اور پانچویں کفو نہ ہونے کی۔ یہ دونوں صورتیں فسخ محض ہیں طلاق نہیں۔ اگرچہ خاوند کے اختیار سے ہو حتیٰ کہ عدم دخول کی صورت میں حق مہر واجب نہ ہوگا۔

یعنی خیار بلوغ کا استعمال چونکہ فسخ محض ہے اس لیے حق مہر واجب الادا نہ ہوگا جبکہ مباشرت نہ ہوئی ہو اور اگر اسے طلاق قرار دیا جائے جیسا کہ فقہ سے بے خبر جناب طاہر نے اسے طلاق کی ایک شکل ٹھہرایا تو ایسی صورت میں مہر بھی واجب ہوتا۔ جناب طاہر نے ابھی تو تحقیق سے فتویٰ صادر فرمایا اور اس میں ایسی دو غلطیاں کیں کہ مسئلہ کا حلیہ تک بگاڑ کر رکھ دیا اور اگر کبھی بغیر تحقیق کے ہی ارشادات صادر فرماتے تو اس کی واہی تباہی کا کیا عالم ہوتا

جس شخص کی جہالت کا یہ عالم ہو اسے یہ کہتے ہوئے شرم ہی نہیں آئی اور نہ ہی خدا کا خوف دامن گیر ہوا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پلایا اور منہاج القرآن بنانے کا حکم دیا اور لاہور تشریف لانے کا وعدہ بھی فرمایا۔ بقول علامہ اکبر الہ آبادی ؎

دراصل نفس کی چالاکیاں ہیں گھاتیں ہیں
جو دیکھئے تو دکھاوے کی سب یہ باتیں ہیں۔

طاہر القادری کے کلام سے ثبوت کہ وہ حنفی نہیں۔

۱۔ خلیفہ پر حد کا نفاذ

جناب طاہر نے جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے زمانۂ قاضی کورس میں قاضی کورس کرنے والوں کو یہ درس دیا تھا کہ خلیفۂ خلافت اسلامیہ شرعیہ پر حد نافذ ہو سکتی ہے۔ جب کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیروکار احناف کا موقف یہ ہے کہ اس پر حد نافذ نہیں ہو سکتی ملاحظہ ہو کتب فقہ حنفیہ، انہوں نے اس میں احناف کے موقف سے اختلاف کیا لہٰذا حنفی نہ رہے۔

۲۔ عورت کی دیت

پھر عورت کی دیت کے مسئلہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اجتہاد کر کے قرآن سے ہی عورت کی دیت مقدار میں مرد کی دیت کے برابر سو اونٹ ثابت کی ہے اس سلسلے میں ان حدیثوں کو جن سے عورت کی دیت کے پچاس اونٹ ثابت ہوتے تھے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ حدیثیں اس کے بقول قرآن کے خلاف ہیں (معاذ اللہ) اور اجماعِ صحابہ اور اجماعِ آئمہ اربعہ و اجماع جملہ مجتہدین اہلسنت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اس کے بقول یہ اجماع اکثریت ہے۔ اجماعِ کل نہیں، اس طرح بھی فقہ حنفی کے خلاف کیا۔ بلکہ آئمہ اہلسنت کو اپنا فریق قرار دیا ان کی کیسٹ موجود ہے۔

۳۔ عورت کی گواہی

پھر عورت کی گواہی اکیلی کی مرد کی گواہی کے برابر قرار دی جب کہ کتاب وسنت اور آئمہ کے اجماع کی رُو سے اکیلی عورت کی گواہی معتبر نہیں۔ مگر نسوانی امور میں معتبر ہے۔ اس مسئلہ میں بھی احناف کے خلاف کیا۔

۴۔ انکارِ اجماعِ قطعی

اجماعِ قطعی کے وجود کا انکار کیا۔ اس کا کتابچہ "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" دیکھ لیجئے جب کہ احناف کا مؤقف ہے کہ بہت سے مسائل اجماعِ قطعی سے ثابت ہیں۔ اگر اجماعِ قطعی کا انکار کیا جائے تو خلافتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار لازم آئے گا۔ امامِ شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"اجمع الناس علی خلافۃ ابی بکر"۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۲) کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوا۔

لیکن جناب طاہر صاحب فرماتے ہیں کہ

"لیکن اس اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا کہ متعلقہ قول دور ونزدیک ہر صحابی کو واقعۃً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا"؟۔

قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ جناب طاہر صاحب، صحابہ کے اجماع کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں یا اس کے منکر ہیں۔ اور جو اجماعِ قطعی کے وجود کا منکر ہو وہ عقائد کے کس قدر احکام ومسائل کا منکر ٹھہرے گا اور اس کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟

۵۔ سُنّت سے حکم کتاب کی منسوخیّت

سنت سے حکم قرآنی منسوخ ہو سکتا ہے یہ احناف کا مؤقف ہے جب کہ طاہر صاحب کا مؤقف اس کے برعکس ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"قرآن، سنت کا ناسخ ہو سکتا ہے۔ سنت قرآن کی نہیں، البتہ احناف کے مطابق سُنتِ متواترہ اور مشہورہ سے قرآن کی تخصیص و تقیید ہو سکتی ہے۔" "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۴"

اور اپنے کتابچہ "اجتہاد اور اس کا دائرہ کار" میں لکھتے ہیں۔

"بعض علماء نے "نسخ القرآن بالسنۃ" کو جائز رکھا ہے (یعنی احناف نے جیسا کہ اوپر خود اس کی عبارت سے واضح ہے) اور اسے بھی سُنت کے تشریعی دائرۂ عمل میں شمار کیا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تصوّر درست نہیں قرآن کی آیت صرف قرآن ہی سے منسُوخ ہو سکتی ہے، سنت سے نہیں۔" (اجتہاد اور اس کا دائرہ کار ص۱۳)

جناب طاہر نے واضح کر دیا کہ وہ اس مسئلہ میں احناف کے خلاف ہیں اور وہ احناف کے مؤقف کو درست نہیں سمجھتے بلکہ غلط قرار دیتے ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "نسخ الکتاب بالسنۃ جائز عندنا۔" (اصول البزدوی ص۲۲۱۔) "ہمارے احناف کے نزدیک قرآن کا حکم سنت سے منسُوخ ہو سکتا ہے۔"

۶۔ نسخ اجماع

نسخ اجماع کے بارے میں بھی طاہر صاحب کا خیال مسلک احناف کے خلاف اور بجائے خود بھی

تضاد پر مبنی ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ

"کوئی ایسا" مقامی اجماع " آئندہ کسی دور میں مطلوبہ شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے منسوخ ہو سکتا ہے (اجماعِ صحابہ اور امت کا اجماعِ قطعی اس سے مستثنیٰ ہیں " (اجتہاد کا دائرۂ کار ص۸)

جناب طاہر نے اس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اجماع اور امت کا اجماعِ قطعی کبھی بھی منسوخ نہیں ہو سکتے لیکن آگے چل کر لکھتے ہیں۔

" شرعاً اجماعِ صحابہ کے علاوہ کوئی ایک اجماع بعد کے دور کے اجماع سے منسوخ ہو سکتا ہے الخ" ص۱۹)

پہلے تو جناب نے امت کے اجماع کو منسوخیت سے مستثنیٰ فرمایا پھر شانِ بے نیازی یوں دکھائی کہ اس کی منسوخیت کا بھی حکم جاری فرما دیا۔ سچ کہتے ہیں " دروغ گورا حافظہ نباشد" ایک بار اجماعِ امت کو ناقابلِ تنسیخ قرار دے رہے ہیں اور دوسری بار اسے تنسیخ پذیر ٹھہرا رہے ہیں ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

اگر جناب علم و تحقیق سے کچھ واسطہ رکھتے ہوتے تو توضیح و تلویح ہی دیکھ لیتے لیکن جناب میں اس کی صلاحیت کہاں، اس لئے جو دل چاہتا ہے لکھ دیتے ہیں اور جسے چاہا مٹا دیا۔ لیکن عورت کی دیت کے مسئلہ میں چونکہ اجماع حائل تھا اس لئے جناب نے اس سے انتقام لینے اور اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے اسے قابلِ نسخ قرار دینا ضروری سمجھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

توضیح میں لکھتے ہیں کہ

ثم الاجماع علی مراتب — پھر اجماع کے کئی ایک مراتب ہیں

اجماعُ الصحابۃ ثم اجماع من بعدھم فیما لم یُروَ فیہ خلاف الصحابۃ ثم اجماعھم فیما رُوِی فیہ خلافھم فھذا اجماع مختلف فیہ ومثل ھذا الاجماع یجوز التبدیل فی عصرٍ واحدٍ وفی عصرین الخ	اجماع صحابہ ہے پھر ان کے بعد والوں کا اجماع ہے۔ اس میں، جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ پھر ان کا اجماع ہے اس میں جس میں ان کا اختلاف مروی ہے اور ایسے اجماع میں ایک زمانہ میں یا دو زمانوں میں تبدیل و تنسیخ جائز ہے۔

قارئین غور فرمائیں، کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے جو احناف کے جلیل القدر محققین میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے بزرگوں کا وہ اجماع جس میں ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اس میں کسی بھی زمانہ میں تنسیخ و تبدیل نہیں ہو سکتی اور جس میں ان میں سے کسی کا اختلاف منقول ہو اس میں تنسیخ و تبدیل ہو سکتی ہے اور علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ اس کی شرح تلویح میں فرماتے ہیں کہ

ان الاجماع القطعی المتفق علیہ لا یجوز تبدیلہ	بلاشبہ اجماع قطعی متفق علیہ کی تبدیل تنسیخ جائز ہے۔

(تلویح ص ۵۳۴)

لیکن اس دور کا خود ساختہ مجتہد فرماتا ہے کہ اجماع صحابہ کے علاوہ کوئی ایک اجماع منسوخ ہو سکتا ہے۔

راقم نے چھ مثالیں پیش کیں ہیں جن میں جناب طاہر صاحب نے ائمہ کرام اور خصوصاً احناف کی مخالفت فرمائی ہے اور تعجب ہے کہ اس کے باوجود وہ سُنی بھی ہیں اور حنفی بھی، نیز ناصر السنۃ مؤید الشریعہ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی

سنہ ۴۶۳ھ اپنی مشہور کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں لکھتے ہیں

"لا یجوز نسخ اجماع المسلمین لان الاجماع لا یکون الا بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والنسخ لا یجوز بعد موتہ ولا یجوز نسخ القیاس لان القیاس تابع لاصول ثابتۃ فلا یجوز نسخ تابعہا۔" (ج ۱ ص ۱۲۹)

"یعنی مسلمانوں کے اجماع کا نسخ جائز نہیں کیونکہ اجماع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کے بعد ہوتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موت کے بعد نسخ جائز نہیں اور قیاس کا نسخ بھی۔ کیونکہ قیاس شریعت سے ثابت شدہ اصولوں کے تابع ہے۔ لہٰذا جیسے اصولوں کا نسخ جائز نہیں ایسے ہی ان کے تابع کا نسخ بھی جائز نہیں"

معلوم ہوا کہ طاہر القادری کا کہنا کہ اجماع منسوخ ہو سکتا ہے ایک دیوانے کی بڑ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اجماعِ اُمّت سے اجماعِ اہلِ سُنّت مُراد ہے

اُمّت اہلِ سُنّت ہی ہیں

اور واضح ہو کہ اجماعِ اُمت سے اجماع اہلِ سنت مراد ہے، بدمذہبوں کی مخالفت انعقادِ اجماع میں حارج و حائل نہیں ہو سکتی۔ توضیح و تلویح میں ہے۔

المراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريقة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه دون اهل البدع ۔
(التوضيح والتلويح ص۵۲۰)

اور جب لفظ "امت" کا اطلاق کیا جائے (لفظ امت بولا جائے) تو اس سے مراد اہلِ سنت و جماعت مراد ہوتے ہیں اور اہلِ سنت ہی وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا طریقہ ہے۔ نہ کہ گمراہوں کا۔

مُسلمانو! خدارا سوچو اور سب فرقوں میں اتحاد کا راگ الاپنے والے طاہر القادری ایسے لوگوں، جو سُنّیت اور قادریت کے دامن پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں، کی فریب کاری اور عیاری بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آئمہ کرام تو واضح فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت صرف اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ دوسرے بدعتی اور گمراہ امت نہیں ہیں یوں تو ساری کائنات ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے سب کا نبی و رسُول بنا کر مبعوث فرمایا، "اُرسِلتُ اِلَی الخلقِ کافّةً" (الحدیث رواہ مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی شان موجود ہے کہ میں ساری کائنات کی طرف بھیجا گیا ہوں مگر امت کہلانے کی حقدار وفاشعار اور اطاعت گزار جماعت

ہی ہے اور وہ صرف اور صرف اہلِ سنت ہیں۔ مگر دولت سے کھیلنے کے شوق اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہواؤں میں اُڑنے کے ذوق کے حامل جب تک اپنا یہ مخصوص راگ نہ الاپیں، دولتِ بے پناہ سے کیسے کھیلیں، کہ :-

"ہمارے ممبران میں دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچتی ہے" (انٹرویو جناب طاہر صاحب روزنامہ نوائے وقت میگزین ۱۹ ستمبر ۱۹۸۶ء)

اور یہ کہ :-

"ہمارے ادارے میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی رکن بن سکتے ہیں، اہلِ حدیث، شیعہ، دیوبندی اور مختلف مسالک کے لوگ منہاج القرآن کے رکن ہیں" (انٹرویو طاہر صاحب روزنامہ جنگ جمعہ میگزین ۲۷ فروری تا ۵ مارچ ۱۹۸۷ء)

اور یہ کہ :-

"جہاں تک دیگر دینی اور مذہبی جماعتیں اور ان کے طریقِ کار یعنی مسلکی تشخص کی بنیاد پر دینی کام کا تعلق ہے میں نے ان پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ہمارا طریقہ کسی کے کام پر تنقید کرنا نہیں ہے اور اللہ کا فضل ہے کہ ہم اپنے دل میں بھی کسی جماعت کے کام پر تنقید کا خیال تک نہیں لاتے" (طاہر القادری' ایک اہم انٹرویو ص۳)

یہ کھلم کھلا کفر کا اعتراف ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ برائی کا کم از کم دل میں نفرت کا جذبہ تو ہونا چاہیئے۔ اسے حدیث شریف میں " اَضْعَفُ الْاِیْمَان " فرمایا گیا ہے یعنی ایمان کا کمزور ترین درجہ۔ جب یہ بھی نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب کا پھر بھی دعویٰ ہے کہ آپ سُنی، حنفی بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مسلک کے حامل ہیں اور سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں۔ بمطابق کہاوت "چہ دلاور ست دزدیکہ بکف چراغ دارد" جسارت اور ڈھٹائی کی انتہا ہے اور ساتھ دینے والوں کی سادہ لوحی کی حد ــــــــ اور "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں "بریلویت" کو دہشتناک بھی ٹھہرائیں اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہم مسلک ہونے کا دعویٰ بھی فرمائیں ؎

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

جناب کے نزدیک سب ایک امت ہیں اور سب ہدایت پر ہیں۔ تبھی تو ان کے کسی دینی کام پر تنقید کا دل میں خیال تک نہیں لاتے اور اسے خدا تعالیٰ کا فضل ٹھہراتے ہیں اس طرح حق و باطل میں تمیز اُٹھائے جا رہے ہیں پھر سُنیت و حنفیت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاشقیت کے دعویٰ کے مُقِر و مُصِر بھی ہیں۔ افسوس کہ جناب کی آنکھوں پہ جہالت کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لئے جناب کو کیسے نظر آئے کہ آئمہ کیا فرماتے ہیں۔

"صاحب البدعة الذی یدعو الناس الیہا لیس من الامة علی الاطلاق لانہ وان کان من اہل القبلة فہو من امة الدعوة دون المتابعة کالکفار ومطلق الاسم لامة المتابعة المشہود لہا بالعصمة"	بدمذہب (غیر سنی) جو لوگوں کو اپنی بدمذہبی کی طرف بلاتا ہے علی الاطلاق امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہے کیونکہ وہ اگرچہ قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے تاہم وہ اُمتِ دعوت سے ہے تابعدار امت سے نہیں جیسے کفار ہیں ویسے ہی ہے اور مطلق امت کا نام اس امت کے لئے ہے جس کے گمراہ نہ ہونے کی
(توضیح و تلویح ص ۵۲)	

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی

اس میں امام تفتازانی علیہ الرحمہ نے واضح فرما دیا کہ گمراہ لوگ جو مسلک اہل سنت سے اختلاف رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحیح طور پر ماننے والی امت سے نہیں ہیں وہ اگرچہ نمازیں پڑھتے اور کعبہ کو منہ کرتے ہیں تاہم گمراہ ہونے اور گمراہ کن عقیدے رکھنے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ ان پر امتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا اطلاق کیا جائے پس وہ اُمتِ دعوت ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ملا اور دعوت پہنچی مگر وہ صحیح ایمان لاتے جیسے کفار، مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعدار اور فرمانبردار امت جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ گمراہی پر متفق نہ ہوگی میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ نام نہاد اُمت ہیں۔ امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں!

اِمام ربّانی مُجدّد الف ثانی و اِمام احمد رضا کے فتویٰ سے طاہر القادری مُلحد ہے

ہم گذشتہ سطور میں خود طاہر صاحب کے رسائل کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں اور بطور نمونہ چھ مثالیں بھی پیش کیں جن میں جناب نے آئمہ اہلِ سنت اور خصوصاً مسلکِ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے انحراف کیا۔ اس سلسلے میں امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

نقل از مذھب الحادست اپنے مذہب حنفی سے (کسی مسئلہ پر) اِدھر اُدھر نقل و حرکت کرنا بے دینی ہے۔ (مکتوبات شریف ج ۱ ص ۲۹۰)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

" ایک مسئلہ میں بھی اگر خلافِ امام کام کیا اگرچہ اسی پر کہ اس میں حقانیتِ مذہب (حنفی) ظاہر نہ ہو تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا جو ایسا کرے وہ مُلحد ہے " (الفضل الموہبی ص ۲۴ طبع انڈیا)

قارئین! جناب طاہر کے القاب علامہ، شلامہ اور ڈاکٹر و پروفیسر کو نہ دیکھیں، اپنے بزرگوں کے ارشاداتِ عالیہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ وہ ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جو ان بزرگوں کی تصلبِ مذہبی کو " تقلیدِ جامد " کہہ کر بُرا کہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں نام نہاد " تقلیدِ متحرک " کا دعویٰ دار ہے۔ کیا وہ واقعہ میں علامہ اور مفکر کہلانے کا مستحق ہے؟

بیگانۂ منزل ہیں مگر راہنما ہیں
فطرت کے یہ انداز بھی کیا ہیں

اجماع سے تخصیص

پھر لکھتے ہیں کہ :-

"اجماع کے ذریعے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخصیص نہیں ہوسکتی"

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۴)

طاہر القادری کی یہ بات بھی جہالت پر مبنی ہے اجماع کے ذریعے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے عموم ہیں جن کی تخصیص واقع ہوئی ہے۔

ناصر السنتہ مؤید الشریعہ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۳ھ اپنی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں فرماتے ہیں

"ویجوز التخصیص باجماع الامۃ لانہ اقوی من کثیر من الظواهر فالاجماع بذلك اولیٰ" (ج ۱ ص ۱۱۲)	اور اجماع کے ذریعے تخصیص جائز ہے کیونکہ اجماع بہت سے ظواہر سے زیادہ قوی ہے تو جب ظواہر کے ذریعے تخصیص جائز ہے تو اجماع سے بطریقِ اولیٰ جائز ہے

اور شیخ محمد بخیت سلم الوصول میں لکھتے ہیں۔

"وانہ متی عارض الاجماع نص من الکتاب او السنۃ وکان النص قاطعا قابلا للتاویل اول بما یوافق الاجماع وان لم یقبل التاویل قدم الاجماع لما ذکرنا ان النص یقبل النسخ والاجماع لا یقبلہ وکان الاجماع اقوی"	"کہ جب کتاب وسنت سے کوئی نص اجماع سے ٹکرائے اور نص قاطع قابلِ تاویل ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی بمطابق اجماع اور اگر قابلِ تاویل نہ ہو تو اجماع کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ ہم نے ذکر کیا کہ نص نسخ کو قبول کرتی ہے اور اجماع اسے قبول نہیں کرتا لہٰذا اجماع زیادہ قوی ہوا"

(ج ۳ ص ۲۲۰)

اب طاہر صاحب کے ارشادات، جاہلانہ خیالات کے سوا کچھ ثابت نہ ہوسکے۔

مؤلفۃ القلوب کا حصہ اجماع صحابہ سے ساقط ہوا حالانکہ وہ نص قطعی سے ثابت تھا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے الفضل الموہبی میں فرمایا ہے کہ حدیث صحیح پر بعض اوقات مجتہد اس لئے عمل نہیں کرتا کہ مجتہدین کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے افسوس کہ طاہر صاحب اور ان کے حامی خدا تعالیٰ سے خوف کرتے، اپنی جاہلانہ تحقیقات اور بے جا حمایت سے اسلام کی مصدقہ و مسلمہ تعلیمات کا مذاق نہ اڑاتے۔

تقلیدِ صحابی اور تابعی کے بیان میں طاہر القادری کی بددیانتی یا جہالت

جناب طاہر القادری نے "کیا صحابی اور تابعی کی تقلید واجب ہے؟" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"تمام صحابہؓ کرام کا اجماعِ قطعی، صراحت کے ساتھ اسؐ طور پر ثابت ہو جائے کہ اس پر کسی بھی صحابی کا اختلاف موجود نہ ہو تو پھر اس کی حجیت بھی قطعیت کے درجے کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ اس سے منشاءِ کتاب و سنت یقینی طور پر متعین ہو جاتا ہے لیکن اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا۔ کہ متعلقہ قول دور و نزدیک ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کے تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا؟ صحابی کے ایسے قطعی اجماع کے بعد ان کے فتاویٰ، اقوال، آثار اور اجتہادات کا معاملہ آتا ہے ان کے وجوب اور عدمِ وجوب پر ائمہ مجتہدین کا اختلاف رہا ہے۔ بعض آئمہ مثلاً امام ابوالحسنؒ کرخی وغیرہ نے ان کے فتاویٰ کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں جائز۔ مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔

امام کرخی فرماتے ہیں

لایجوز تقلید صحابی	صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل
الا فیما لا یدرک بالقیاس	میں ضروری نہیں ہے۔

جب کہ امام شافعی نے کسی طور پر ان کی تقلید واجب قرار نہیں دی۔ مسائل خواہ قیاسی ہوں یا سماعی۔ اور اکثر اشاعرہ کا مذہب بھی یہی ہے (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۵)

طاہر القادری کی مذکورہ تحریر سے ان کے درج ذیل خیالات روزِ روشن کی طرح سامنے آ گئے۔

۱۔ تمام صحابہ کا اجماع قطعی ہے اور حجت۔

۲۔ اس اجماع کے ثبوت کے لیئے ضروری ہے کہ اس امر کا ثبوت بھی ہو کہ متعلقہ قول ہر ایک صحابی کو واقعۃً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی تھی یا اختلاف کیا؟

۳۔ لیکن اس امر کا ثبوت کہاں سے آئے گا کہ متعلقہ قول دور ونزدیک کے ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا یہ سوال "استفہامِ انکاری" ہے جس سے موصوف اجماعِ صحابہ کے وجود کا ہی انکار کر رہے ہیں۔

۴۔ صحابہ کے فتاویٰ وارشادات وآراء شریف کے واجب التسلیم ہونے یا نہ ہونے میں آئمہ میں اختلاف رہا ہے۔

۵۔ امام کرخی نے غیر قیاسی مسائل میں ان کی تقلید کو جائز مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔

۶۔ "لا یجوز" کا معنی ہے "ضروری نہیں"۔

۷۔ امام شافعی قیاسی اور سماعی مسائل، دونوں میں صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے

۸۔ اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی طور پر بھی صحابہ کی تقلید ضروری نہیں ہے۔

یہ ۸ باتیں حسبِ ترتیب طاہر صاحب کی تحریر سے ثابت ہوئیں، نمبر وار ملاحظہ فرما لیجئے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی۔ اب علمی وتحقیقی اعتبار سے ان باتوں

کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے

۱۔ "بلاشبہ تمام صحابہ کا اجماع حجت ہے"

طاہر القادری کے قول و فعل میں کھلا تضاد

لیکن طاہر القادری کے قول و عمل میں کھلا تضاد ہے۔ یہاں تو صحابہ کرام کے اجماع کو حجت تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر عورت کی دیت اور عورت کی شہادت دگواہی کے مسئلہ میں صحابہ کے اجماع کو پسِ پُشت ڈال کر ابن علیہ اور ابو بکر اصم ایسے معتزلیوں اور گمراہوں کا مذہب اختیار کر لیا۔ اور " ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کے مصداق بن گئے۔ بلکہ جسارت معاف، بقول حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا یہ عمل لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ حضرت میر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب میں جسے انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کر کے اس کی تصویب و توثیق حاصل کی۔ لکھتے ہیں کہ

ایں ملعون سیاہ روبر خلاف اجماع آں اصحاب مبادرت مے کند۔	یہ ملعون، سیاہ رُو، صحابہ کرام کے اجماع کے برعکس بات کہنے میں جلد بازی کرتا ہے۔

(سبع سنابل شریف ص۱۰)

۲۔ ۳۔ "ہر صحابی کو متعلقہ قول کا پہنچنا اور ان کا تصدیق کرنا یا انکار کرنا کوئی مشکل نہیں بلکہ ممکن ہے"۔ چنانچہ امام جمال الدین ۷۷۲ھ اسنوی علیہ الرحمۃ " نہایۃ السول" میں فرماتے ہیں۔

واجیب بانہ لایتعذر	اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات

في ايام الصحابة فانهم	صحابہ کے زمانہ میں مشکل نہ تھی کیونکہ وہ محدود
كانوا محصورين قليلين ۔	اور تھوڑے تھے ۔

(ج ۳ ص ۲۲۳)

لہٰذا جناب طاہر کا صحابہ کے اجماع کے خلاف اُٹھایا ہوا فتنہ بحمدہ تعالیٰ دفع ہو گیا ہے۔ صحابہ کے فتاویٰ وارشادات جن پر ان کا اتفاق ہو وہ تو اجماع قطعی قرار پا کر واجب الاتباع ہوں گے ہی لیکن کسی ایک صحابی کا قول بھی اس وقت واجب الاتباع قرار پاتا ہے جب وہ قول صحابہ میں پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔ طاہر صاحب نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں بھی دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو اس انداز سے بیان کیا کہ خالی الذہن قاری کے دل میں صحابہ کے اقوال و ارشاداتِ عالیہ کی اتباع کا جذبہ ماند پڑ جائے جب کہ ہمارے آئمہ فرماتے ہیں کہ

تقليد الصحابي يجب اجماعا	صحابی کی تقلید بر اجماع واجب ہے
فيما شاع فسكتوا مسلمين	اس قول میں جو پھیل جائے اور صحابہ اسے
(التوضيح والتلويح ص ۴۹۳)	تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں ۔

اور نامی شرح حسامی کی عبارت بھی وہی نقل فرمائی جو جناب کی الٹی سمجھ میں آئی لیکن اس سے آگے کی عبارت جس میں اس مسئلہ کی روح کار فرما تھی وہ جناب کی روح میں نہیں اتر سکی۔ اس لئے جناب نے اسے نقل نہ کرنے میں اپنی عافیت سمجھی، ملاحظہ ہو۔

لو ثبت ان ذلك الحكم	اگر ثابت ہوا کہ صحابی کا وہ قول و حکم
بلغ غيره وهو سكت وسلم	دوسروں تک پہنچا اور وہ خاموش رہے
ذلك الحكم فكان اجماعا	اور اس حکم کو تسلیم کر لیا تو یہ اجماع قرار پایا
فلا يتصور الخلاف ح بل يجب	پس اس وقت اس کی مخالفت کا تصور
تقليد الاجماع بالاتفاق (النامی شرح الحسامی ص ۱۴۱)	نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ بہ اتفاق اس کی

تقلید واجب ہے۔

جناب طاہر عنوانِ تقلید میں ان حوالہ جات کو اس لئے درج کرنے سے کترا گئے کہ ان میں صحابہ کرام کی تقلید کے واجب ہونے کا بیان تھا۔ جب کہ جناب موصوف نے عورت کی نصف پر صحابہ کے اجماع کو پسِ پشت ڈال کر گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ لہٰذا اگر ان کی تقلید کو واجب قرار دیتے تو اور تحریروں کی طرح اپنا یہ لکھا بھی جناب کے لئے وبالِ جان بنتا۔ بلکہ موصوف نے تو آئمہ اہلِ سنت و فقہاء کرام کو فریق کہہ کر ان کے اجماع سے انحراف کیا اور جب صحابہ کے اجماع کی بات آئی تو صحابہ کو فریق کہنے کی ہمت نہ پڑی البتہ ان کے اجماع کا یوں انکار کیا کہ

"لیکن (صحابہ کرام کے) اس اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا کہ متعلقہ قول دور و نزدیک ہر صحابی کو واقعۃً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا۔"

(تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب صہ ۲۵)

تین عبارتوں کا معمہ

۵۔ جناب نے امام کرخی علیہ الرحمۃ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے

"امام ابوالحسن کرخی وغیرہ نے ان (صحابہ کرام) کے فتاوی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں جائز مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔ امام کرخی فرماتے ہیں "لا یجوز تقلید الصحابی الا فیما لا یدرک بالقیاس" صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں ضروری نہیں۔"

(تحقیق مسائل صہ ۲۵)

جناب کا یہ کہنا کہ "تقلید صحابہ غیر قیاسی مسائل میں جائز" اور ساتھ یہ کہنا کہ "قیاسی مسائل میں ضروری نہیں" پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ "غیر قیاسی مسائل میں ضروری نہیں" ان تینوں عبارتوں، جنہیں ہم نے ان کے اوپر خط کھینچ کر پھر ان کو نیچے الگ الگ کر کے لکھ بھی دیا ہے، کا مطلب اور اُن میں جو فرق ہے اسے کوئی اہلِ علم بیان فرما دیں اور تین مختلف عبارتوں کا معمہ حل کر دیں تو انعام پائیں گے۔ کہنے والوں نے سچ کہا ع

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

۶۔ "لا یجوز" کا معنیٰ "ضروری نہیں" کرنا، کس لغت کی رو سے ہے؟ جب کہ اس کے معنی ہیں "جائز نہیں" اس میں جواز کی نفی ہے اور "ضروری نہیں" سے تو جواز ثابت ہوتا ہے اور مصنف اسی کی نفی فرما رہے ہیں۔ جس شخص کی بے بصیرتی اور کم علمی کی یہ حالت ہو کہ "لا یجوز" کے معنیٰ "ضروری نہیں" کے کرتا ہو اگر اس کو علمِ دین سے عاری اور عربی گرامر و عربی لغت سے قطعاً جاہل کہہ دیا جائے تو یہ اس کی توہین نہیں ہے اور نہ ہی اس کے حق ان الفاظ کو نازیبا کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے۔ نہ تو اس سے جناب کی توہین مقصود ہے نہ ہی حسد و بغض ہے بلکہ یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ یہ شخص جس کا نام جناب علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری ہے وہ بلاشبہ علوم دینیہ سے بے خبر اور عربی گرامر وغیرہ سے قطعاً نابلد ہے۔ پھر اس کا یہ دعویٰ کہ وہ دین کی تجدید پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مامور کیا گیا ہے سراسر فریب اور جعلیت اور قطعی جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پاک ہیں کہ ایسے شخص کو اپنے دین کا ذمہ دار بنائیں اور اس کی حمایت کرنے والوں کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں خواہ وہ مجاہدِ ملت کہلاتے ہیں یا شیخ الحدیث یا پیرِ طریقت۔ جب حق و باطل میں اور کھرے و کھوٹے میں تمیز کی استعداد و صلاحیت نہیں ہے تو چاہیں کچھ کہلائیں، کہلوانے سے فی الواقع اور عند اللہ ویسے نہیں ہو جائیں گے۔ ہمارا فرض پورا اور حجت

تمام ہوگئی، علم و عرفان کے جھوٹے دعوے دار کو اس کی اپنی تحریروں اور تقریروں سے بے نقاب کر دیا گیا ہے اگر کوئی عقل مند و صاحبِ عبرت ہے تو اس کے لئے مختصر گفتگو بھی اعتبار و استبصار کو کافی ہے ورنہ داستانِ طولانی بھی لایعنی ؎

میں سنے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کورِ نگاہی

طاہر صاحب کا امام شافعی علیہ الرحمۃ پر بہتان

۷۔ جناب طاہر صاحب کا یہ فرمانا کہ

" امام شافعی قیاسی اور سماعی مسائل دونوں میں صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے " (تحقیق مسائل ص ۲۵)

یہ امام شافعی پر کھلا بہتان ہے اور اس قسم کے جھوٹے بیانات سے طاہر صاحب کی کتابیں، رسائل اور کیسٹیں بھری پڑی ہیں۔ مجھے اس پر ان کے دیرینہ ساتھی جناب فیض الحسن ملک صاحب کا وہ تجزیہ یاد آرہا ہے جو انہوں نے سالہا سال کی صحبت و معیت کے بعد ان کے بارے میں کیا ہے اور اس کی روشنی میں طاہر صاحب کو چھوڑ کر الگ ہو چکے ہیں۔ خیر ان کا تجزیہ تو بہت ہی تفصیلی اور لمبا چوڑا، بلکہ عجائب و غرائب کا حامل ہے مگر ہمارا مختصر سا تجزیہ ان کی کتابوں کو پڑھنے تقریروں اور کیسٹوں کے سننے کے بعد اس قدر ہے کہ جھوٹے حوالہ جات دینا، جھوٹی عبارتیں پڑھنا، جھوٹے اور جعلی معنی کرنا اور آئمہ کرام پر حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر بھی بہتان لگانا جناب طاہر کا طرۂ امتیاز ہے۔ جس کا ثبوت ہم آگے چل کر پیش کریں گے سرِدست یہ عرض کرتا ہوں کہ امام شافعی پر یہ بہتان ہے کہ وہ کسی طور پر بھی صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ تقلیدِ صحابہ کو واجب ٹھہراتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں

اتباع قول واحد، اذا لم اجد کتابا ولا سنۃ ولا اجماعا ولا شیئا فی معناہ یحکم لہ بحکمہ الخ (الرسالۃ للامام الشافعی ص۲۶۱)

جب کسی ایک صحابی کا قول مل جائے اور متعلقہ مسئلہ میں، مجھے قرآن و سنت، اجماع اور اس کے ہم معنی چیز نہ ملے تو اس صحابی کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سے صاف اور روشن طور پر واضح ہو گیا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ اس وقت صحابی کے قول کو واجب الاتباع قرار دیتے ہیں۔ جب قرآن و سنت و اجماع اور اس کے ہم معنی دلیل نہ ملے اور جب کسی مسئلہ میں صحابہ کے مختلف اقوال ملتے ہیں تو امام شافعی اس قول کو واجب الاتباع قرار دیتے ہیں۔ جو قرآن و سنت یا اجماع کے ساتھ موافقت و مناسبت رکھتا ہو یا زیادہ قرین قیاس ہو (ملاحظہ ہو الرسالہ ص۲۶۱) لہٰذا طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ امام شافعی تقلیدِ صحابہ کو واجب قرار نہیں دیتے ان پر سراسر بہتان ہے ہم نے کسی اور کا حوالہ نقل نہیں کیا بلکہ خود امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اپنے ارشاداتِ عالیہ جو آپ کے رسالہ میں ہے ان سے نقل کیا ہے۔

طاہر القادری کی بد دیانتی

۸۔ اس کے بعد جناب طاہر القادری نے شرح حسامی کی یہ ایک عبارت لکھی ہے

"والیہ ذھب کثیر من (ترجمہ لکھتے ہیں) اور اسی رائے کو

المعتزلۃ والاشاعرۃ الخ　　　اکثر معتزلہ اور اشاعرہ نے اپنایا۔

(صفحہ ۲۶)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ عبارت میں لفظ "کثیر" ہے جس کے معنی ہیں "زیادہ"
(MORE) لیکن طاہر صاحب نے اس کا ترجمہ "اکثر" (MORE THEN MOST)
کیا ہے۔ حالانکہ کثیر، قلیل کے بعد آتا ہے مگر اس میں تقابل نہیں ہوتا جب کہ اکثر میں تقابل
ہوتا ہے۔ جس کے معنی کسی کے مقابلہ میں زیادہ ہونا ہے جس کو انگریزی میں
(MAJORITY) کہتے ہیں یہ جناب کی علمی خیانت اور بددیانتی ہے۔ تاکہ اس کے
ذریعے یہ باور کیا جائے کہ جناب کا مؤقف اکثریت کے مطابق ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

طاہر کے ایک اہم نکتہ کا جواب

جناب طاہر ایک اہم نکتہ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"اس ضمن میں ایک اور اہم پہلو قابلِ توجہ ہے کہ کبھی کوئی امر بوجوہ بعض اکابر پر مخفی رہ جائے تو یہ اس بات کو مستلزم نہیں ہوتا کہ وہ پہلو بعد کے آنے والے افراد (اصاغر) پر بھی ہمیشہ اسی طرح مخفی رہے گا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک خبر کسی سند کے ساتھ اکابر تک نہیں پہنچی لیکن بعد کے ادوار میں کسی تک صحت کے ساتھ پہنچ جاتی ہے اور وہ بدیں وجہ اس سے مطلع ہو جاتا ہے۔" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۸)

نیز موصوف اپنی یہی بات آگے چل کر مزید کھول کر لکھتے ہیں اور "چور کی داڑھی میں تنکے" کی مثال کے مطابق اپنی صفائی بھی پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکابر میں سے کسی مجتہد کی توجہ بوقت اجتہاد کسی خاص نص یا دلیل کی طرف نہیں جاتی اور وہ اپنی رائے کسی دوسری دلیل کی بنا پر قائم کر لیتا ہے مگر اصاغر میں سے کسی کا خیال اس طرف چلا جاتا ہے اور وہ مختلف نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اندریں صورت عین ممکن ہے کہ دوسرے کی دلیل پہلے کے مقابلہ میں صائب ہوا اور قوی ہو مگر اس سے نہ تو پہلے مجتہد کی علمی ثقاہت کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی اس کی تنقیص و توہین بلکہ علمی تحقیق و تدقیق کی دنیا میں یہ طریق کار اساتذہ اور ان کے تلامذہ کے مابین ہمیشہ مقبول و متداول رہا ہے۔ آئمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ و اتباع کے درمیان علمی و فقہی اختلافات اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ اگر امام اعظم سے ان

کے دو تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے فقہی اختلافات کو ہی جمع کر لیا جائے۔ تو ایک الگ فقہ مرتب ہو سکتی ہے۔ اس بیان سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ راقم الحروف (معاذ اللہ) اپنی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے۔ احقر نے عمر بھر قطعاً ایسا گمان نہ کیا ہے اور نہ الحمد للہ یہ خیال اب ذہن میں ہے" الخ

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب صہ ۲)

جناب طاہر جو اپنی صفائی پیش فرما رہے ہیں کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے یہ صفائی اس محاورہ کی مصداق ہے "چہ دلاور است دزدیکہ چراغ بکف دارد" آئمہ کرام کو فریق بھی کہے جا رہے ہیں۔ دیت کے مسئلہ میں عورت کی شہادت کے مسئلہ میں اور دیگر مسائل میں جو کرنا تھا کر گزرے ہیں اور کرتے جا رہے ہیں۔ پھر بھی صفائی دیئے جا رہے ہیں کہ ان کا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ نیز درحقیقت طاہر صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ جو اجتہاد فرما رہے ہیں اگر ان کا اجتہاد عورت کی دیت کی طرح اکابر آئمہ کے اجتہاد سے ٹکرا جائے تو ہو سکتا ہے کہ جناب کو کوئی ایسی دلیل صحیح حدیث سے مل گئی ہو جس سے اکابر بے خبر رہے ہوں۔ چنانچہ جہاں جناب اپنے آپ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقلد کہتے ہیں وہاں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں تقلید جامد کا قائل نہیں ہوں بلکہ تقلید متحرک کا قائل ہوں۔ جیسا کہ متعدد مسائل میں آپ نے امام اعظم کا ہی نہیں صحابہ کرام و جمیع آئمہ دین مجتہدین کا دامن چھوڑ دیا جیسا کہ عورت کی دیت اور اس کی گواہی کا مسئلہ ہے بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ آئمہ اہلسنت کو فریق تک قرار دے کر ان کی تصریحات اور حوالہ جات کو سند تسلیم کرنے سے کھلا انکار فرمایا ہے۔

مقلد کا ائمہ کے بارے میں اعتقاد

لیکن جناب نے اس سلسلے میں آئمہ دین کی تعلیمات کو نظر انداز فرما دیا ہے حالانکہ مقلد کا ائمہ دین کے بارے میں یہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا بلا دلیل نہیں فرمایا جیساکہ سیدی عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ

والحق انه یجب اعتقاد انهم لولا راوا فی ذلك دلیلا ماشرعوه (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹)

حق یہ ہے کہ مقلد کو اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر آئمہ نے اس بارے میں کوئی دلیل نہ دیکھی ہوتی تو اس کا حکم نہ فرماتے

نیز اکابر کے بارے میں ایسا خیال کرنا کہ ان کو اس مسئلہ کی دلیل نہیں ملی مجھے مل گئی ہے اکابر کی شان میں سوءِ ادبی اور گستاخی ہے۔ چنانچہ سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام امام زکریا انصاری، قدس سرہٗ الباری سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتهد او تخطئته الا بعد احاطتکم بادلة الشریعة کلها ومعرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیها الشریعة ومعرفتکم بمعانیها وطرقها

خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعتِ مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو جب تک تمام لغاتِ عرب کو جن پر شریعت مشتمل ہے۔ پہچان نہ لو۔ جب تک ان کے معانی، ان کے راستے جان نہ لو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

وانی لکم بذلك

بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۳۰)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ " الفضل الموہبی " میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی رائے قائم کرنا مجتہد فی المذہب کا منصب ہے۔

" جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بلاشبہ ایسے آئمہ کو اس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوں گے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیٰ اذنِ کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں یہ جزمی دعویٰ کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نہ خواہی مذہب امام ہے نہیں کر سکتے (یا یہ کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی ، نہیں کہہ سکتے) نہایت کار ظن ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے مدارک ، مدارکِ عالیۂ امام سے قاصر رہے ہوں۔ اگر امام پر (اس حدیث کو) عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔ خود آئمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے مدارجِ رفیعہ حدیث کو موافقین و مخالفین مانے ہوئے ہیں۔ امام مزنی تلمیذ امام شافعی نے فرمایا " ھو اتبع القوم للحدیث " کہ امام ابو یوسف آئمہ مجتہدین میں سب سے بڑھ کر حدیث کی پیروی کرنے والے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا " مُنْصِفٌ فی الحدیث " کہ امام ابو یوسف حدیث میں انصاف کرنے والے (اسے خوب پرکھنے والے) ہیں۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی زیادہ حدیث دان نہیں۔

فی ایام الصحابة فانھم کانوا محصورین قلیلین۔	صحابہ کے زمانہ میں مشکل نہ تھی کیونکہ وہ محدود اور تھوڑے تھے۔

(ج ۳ ص ۲۲۷)

لہٰذا جناب طاہر کا صحابہ کے اجماع کے خلاف اُٹھایا ہوا فتنہ بحمدہ تعالیٰ دفع ہو گیا ہ۔ صحابہ کے فتاویٰ وارشادات جن پر ان کا اتفاق ہو وہ تو اجماع قطعی قرار پا کر واجب الاتباع ہوں گے ہی لیکن کسی ایک صحابی کا قول بھی اس وقت واجب الاتباع قرار پاتا ہے جب وہ قول صحابہ میں پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔ طاہر صاحب نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں بھی دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو اس انداز سے بیان کیا کہ خالی الذہن قاری کے دل میں صحابہ کے اقوال و ارشاداتِ عالیہ کی اتباع کا جذبہ ماند پڑ جائے جب کہ ہمارے آئمہ فرماتے ہیں کہ

تقلید الصحابی یجب اجماعا فیما شاع فسکتوا مسلمین (التوضیح والتلویح ص ۴۹۳)	صحابی کی تقلید بر اجماع واجب ہے اس قول میں جو پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔

اور نامی شرح حسامی کی عبارت بھی وہی نقل فرمائی جو جناب کی اُلٹی سمجھ میں آئی لیکن اس سے آگے کی عبارت جس میں اس مسئلہ کی رُوح کار فرما تھی وہ جناب کی رُوح میں نہیں اتر سکی۔ اس لئے جناب نے اسے نقل نہ کرنے میں اپنی عافیت سمجھی، ملاحظہ ہو۔

لو ثبت ان ذلك الحکم بلغ غیرہ وھو سکت وسلم ذلك الحکم فکان اجماعا فلا یتصور الخلاف ح بل یجب تقلید الاجماع بالاتفاق (النامی شرح الحسامی ج ۱ ص ۱۹۱)	اگر ثابت ہُوا کہ صحابی کا وہ قول دحکم دوسروں تک پہنچا اور وہ خاموش رہے اور اس حکم کو تسلیم کر لیا تو یہ اجماع قرار پایا پس اس وقت اس کی مخالفت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ بہ اتفاق اس کی

طاہر القادری کا بعض مسائل میں امام صاحب کے ساتھ صاحبین کے اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔

جناب طاہر القادری مسئلہ دیت میں اجماع صحابہ و اجماع آئمہ مجتہدین کے خلاف موقف اختیار کرنے کے جواز میں فرماتے ہیں۔

"یہ ایک فروعی مسئلہ ہے اسلام کی تاریخ میں لاکھوں فروعی مسائل کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اساتذہ سے ان کے شاگردوں نے اختلاف کیا امام اعظم کے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہزارہا مسائل پر ان سے اختلاف کیا۔ اعلیٰ حضرت نے امام تحاوی و امام شافعی و صاحب ہدایہ امام المرغنانی سے اختلاف کیا"۔ (اہم انٹرویو صہ ۹-۱۰)

اس کا جواب تو پہلے ہی خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے پھر جناب طاہر کی کج فہمی کا یہ عالم کہ جناب اجماع صحابہ و اجماعِ آئمہ مجتہدین اور خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کی خلاف ورزی کو کس کس کے ساتھ اختلاف پر قیاس کر رہے ہیں۔ جناب سے یہ کون پوچھے کہ اجماعِ صحابہ کرام کی خلاف ورزی کی کوئی مثال دیجئے۔ دیت کے مسئلہ پر راقم نے ۵۲ حدیثیں جمع کی ہیں جو انشاءاللہ العزیز عنقریب علیحدہ کتابی شکل میں چھپ کر آجائیں گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ کریمہ میں عملاً نصف دیت رائج تھی۔ کیا اسے پسِ پشت ڈالنے کی جسارت کسی نے کی؟ پھر صاحبین امام ابو یوسف و امام محمد تو مجتہد فی المذہب اور امام صاحب سے علم و تربیت اور اجازت یافتہ تھے۔ کیا جناب بھی ان کی صف میں جا پہنچے اور اعلیٰ حضرت نے

طحطاوی، جسے آپ نے "تحتاوی" "تا" کے ساتھ رقم فرمایا، سے اختلاف کیا۔ کیا امام طحطاوی، کوئی امام مجتہد مطلق تھے اور اعلیٰ حضرت ان کے مقلد یا اعلیٰ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد تھے کہ ان پر ان کی اتباع واجب تھی۔ یا امام المرغینانی امام مجتہد مطلق تھے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مقلد؟

جناب کے ان لایعنی اور فضول قسم کے بلکہ سراسر فریب پر مبنی جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علم و تحقیق سے قطعاً کورے ہیں لہٰذا جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے شاید یہ بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہی ہے ؎

فہمیدنِ معانی ہر طبع کے تواند
لذت بیابد آں دل کو راز ہا بداند

"مقلّدین کا رد" اور اِس کا جواب

نیز جناب طاہر غیر مقلدین کی غیر متعلدیت کو تقویت پہنچانے اور اپنے نام نہاد اجتہاد کو سہارا دینے کے لیے فتح الباری کے ایک حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"اس واقعہ میں ایسے مقلدین کا رد بھی موجود ہے جن کے سامنے کوئی ایسی بات پیش کی جائے جو ان کے مؤقف (مذہب امام) کے خلاف ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو فلاں (ہمارے امام صاحب) کو ضرور اس کا علم ہوتا الخ" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۹)

راقم اپنے سادہ لوح سنی حنفی بھائیوں سے پوچھتا ہے کہ کیا ایسی باتیں اور ایسے حوالے کبھی آئمہ کی تقلید کرنے والا شخص بھی نقل کر سکتا ہے؟ تو کیا طاہر صاحب کا اپنے اس رسالہ میں اس قسم کا مواد بھر دینا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ یہ اوپر سے تو سنی حنفی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن اپنی تحریروں سے اور نام نہاد ادارہ منہاج القرآن کی تحریک سے دراصل غیر مقلدیت کے لئے راستہ ہموار اور ذہنوں کو تیار کر رہے ہیں۔
حالانکہ یہ بات جو امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں نقل فرمائی ہے۔ دراصل، یہ امام تقی الدین بن دقیق العید علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

امام ابنِ دقیق العید

یہ امام ابن دقیق العید علیہ الرحمۃ ۶۲۵ھ کو پیدا ہوئے اور ۷۰۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔ یہ امام صاحب دراصل مجتہد تھے۔ یہ کسی خاص امام کی تقلید نہیں فرماتے تھے۔ یہ بلند پایہ محدث اور فقیہہ و مجتہد تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ (ترجمہ)

"امام ابن دقیق العید مالکی و شافعی دونوں مذاہب کے امام تھے اور ان کی ایک کتاب" المجتہد باحادیث الامام "کے نام سے بھی ہے"

(ملاحظہ ہو بستان المحدثین صہ ۲۱۵)

اور امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ (ترجمہ)

"امام ابنِ دقیق العید ۶۹۵ھ دیارِ مصر میں قضاء کے عہدہ پر فائز کئے گئے اور یہ قاضی القضاۃ تھے" (البدایۃ والنہایہ ج ۱۴ صہ ۲۷)

اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر عام طور پر ایسے فقہاء کو فائز کیا جاتا تھا جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

اور امام عماد الدین حنبلی شذرات الذہب میں امام ابنِ دقیق العید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"شیخ الاسلام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع ابن ابی الطاعۃ القشیری المنفلوطی الشافعی المالکی المصری ابن دقیق العید"

(شذرات الذہب ج ۶ صہ ۵)

اس میں ان کو "شیخ الاسلام" پھر "شافعی و مالکی" لکھا گیا ہے۔ لفظ شافعی مالکی بتا رہا ہے کہ یہ کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ان کا ارشادِ گرامی محض مقلدین کے لئے کیونکر حجت ہو گا؟ اور امام تاج الدین ابونصر عبدالوہاب ابن تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ "طبقات شافعیہ کبریٰ" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں

"شیخ الاسلام الحافظ	شیخ الاسلام، حافظ، زاہد، عابد
الزاہد الناسک المجتہد المطلق	مجتہد مطلق، علومِ شریعہ پر پورا عبور رکھنے
ذوالخبرۃ التامۃ بعلوم الشریعۃ	والے علم اور دین کے جامع۔
الجامع بین العلم والدین"	

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ صہ ۲)

قارئین غور فرمائیں ! جن کے بارے میں امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ "مجتہد مطلق" کا لفظ لاکر ان کا تعارف کرائیں ، ان کے مجتہد مطلق ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے ؟ یہ اکابرین کے الفاظ ہیں جو انتہائی احتیاط کے ساتھ صادر ہوتے تھے ایسے نہیں کہ وہ ایک جاہلِ مطلق کو "نابغۂ عصر" مفکرِ اسلام اور علامہ ایسے خطابات سے نوازتے پھرتے تھے۔

جب یہ بات تسلیم کہ وہ مجتہد مطلق تھے تو ان کا فرمان مقلدین محض کے لئے نہیں بلکہ ان ائمہ دین کے لئے ہے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے مقلد ہونے کے باوجود مجتہد فی المذہب کے منصب پر فائز تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حدیث کی صحت کا کما حقہ پہچاننا مجتہد کا کام ہے نہ کہ جناب طاہر ایسے خامکار کا کام جنہیں قرآنِ کریم تک صحیح پڑھنا نہیں آتا حدیث کی صحت کا علم تو دُور کی بات ہے ۔

طاہر قادری اور عیسائی پادری کا ایک جیسا عقیدہ

قارئین کو شاید اس عنوان سے تعجب ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب جاہل شخص مفکرِ اسلام اور مجتہد بننے لگے تو اس کا ایمان بھی خطرہ میں پڑے بغیر نہیں رہتا۔ طاہر قادری صاحب کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے جیسے انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امّت میں شمار کیا اور نبی بھی بتایا تو گویا وہ امتی بھی ہوتے اور نبی بھی۔ یہی مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے اور یہاں سے وہ اپنے لئے دونوں باتیں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو "امتی نبی" ٹھہراتا ہے۔ ایسے ہی طاہر صاحب نے قرآنِ کریم سے پہلے جو آسمان سے کتابیں نازل ہوئیں ان کے بارے میں عیسائی پادریوں والا عقیدہ اختیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اجزائے ایمان" میں فرماتے ہیں۔

> "تورات، زبور، انجیل سمیت تمام کتب اور صحفِ سماوی کی حقیقت یہ تھی کہ ان کے معنی و مفہوم انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر القا کر دیئے جاتے تھے اس نازل شدہ وحی کو انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مفہوم کا جامہ پہنا کر امت کے سامنے پیش کر دیتے گویا مفہوم و منشاء خدا تعالیٰ کا ہوتا تھا مگر الفاظ و عبارت انبیاء کرام علیہم السلام کے وضع کردہ ہوتے تھے۔ (حصّہ دوم صفحہ ۵۲)

پھر فرماتے ہیں۔

> "واقعہ یہ ہے کہ کتب سماویہ چونکہ معانی کی حد تک کلامِ الٰہی تھیں اور الفاظ و عبارات میں وہ سراسر مخلوق، یعنی انبیاء کرام

کا بیان تھیں اور چونکہ انسانوں کے کلام میں ردّ و بدل کیا جانا بھی
ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کا کوئی وعدہ
بھی نہیں کیا گیا تھا اس لئے ان کتب میں ردّ و بدل ہو گیا"
(حصہ دوم صہ ۵۵)

جناب طاہر صاحب کے خیالات سابقہ کتبِ سماویہ کے بارے میں جو ان کی عبارات مندرجہ بالا سے ظاہر ہو رہے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ سابقہ کتب سماویہ یعنی تورات، انجیل و زبور اور دیگر صحیفے کتابوں کی شکل میں اور لکھے ہوئے آسمان سے نہیں اتارے گئے تھے۔

۲۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے دلوں میں ڈالے جانے والے خیالات اور الہامات تھے۔

۳۔ ان الہامات کو نبیوں اور رسولوں نے اپنے الفاظ اور اپنی بنائی ہوئی عبارتوں میں قوموں کے سامنے پیش کیا

۴۔ وہ اللہ کا کلام نہ تھے بلکہ وہ انسانوں (پیغمبروں) کے کلام تھے۔

۵۔ انسانوں کے کلام میں ردّ و بدل ہو سکتا ہے اس لئے ان کتابوں اور صحیفوں میں ردّ و بدل کیا گیا۔

۶۔ اگر وہ خدا کا کلام ہوتے تو اہلِ کتاب ان میں تبدیلی اور تغیّر نہ کر سکتے۔

۷۔ قرآنِ کریم چونکہ اللہ کے نبی کا کلام نہیں اس لئے اس میں تبدیلی اور تغیّر ممکن نہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے بارے میں عیسائی پادریوں کا بھی یہی عقیدہ ہے جو جناب طاہر قادری کا ہے۔

چنانچہ عبدالماجد دریا آبادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

" ان (اہلِ کتاب) کے علماء کا برابر صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ صرف مضامین و مطالب کا القاء ہمارے انبیاء و اصفیاء کے قلبِ صافی پر ہوتا تھا اور وہ حضرات انہیں الہاماتِ معنوی کی روشنی میں اپنے لفظ و عبارت میں نوشتے تیار کر دیتے تھے "

(تفسیر ماجدی ص۲۱)

لیجئے، پادری صاحبان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو طاہر قادری صاحب کا ہے کہ الفاظ و عبارات نبیوں کی طرف سے تھیں۔ ان دونوں عقیدوں کی رو سے سابقہ آسمانی کتابیں اور صحیفے خدا کا کلام قرار نہیں پاتے بلکہ نبیوں کا ہی کلام قرار پاتے ہیں جیسا کہ طاہر صاحب نے بھی انہیں انسانی کلام ٹھہرایا اور اسی کو ان میں تبدیلی و تغیر کرنے کے امکان کا سبب بتایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ طاہر صاحب کی عیسائی پادریوں کے اس عقیدے میں ہمنوائی نہ صرف باعثِ صد افسوس ہے بلکہ صریح طور پر قرآن کریم کے خلاف اور کفریہ عقیدہ ہے۔

ہم نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ طاہر صاحب قرآن کریم کا ترجمہ نہیں پڑھے ہوئے ورنہ وہ کفر کی حد تک گمراہی میں نہ بھٹکتے۔ قرآن کریم میں ان سابقہ آسمانی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کا ہی کلام کہا گیا ہے چنانچہ سورۃ بقرہ میں ہے۔

" أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (سورۃ بقرہ آیت ۷۵)

تو اے مسلمانو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان کا تو ایک گروہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلی آسمانی کتابوں کو اپنا کلام کہا ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر ان لوگوں نے اللہ کے کلام میں تبدیلی کیسے کر ڈالی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کیوں نہ کی؟ اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب خواہ کچھ بھی ہو۔ جو بات قرآن کریم سے واضح طور پر ثابت ہوا سے من وعن تسلیم کرنا ہی ایمان ہے یہ بات تو بالکل وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ وہ کتابیں، اللہ تعالیٰ کا کلام تھیں۔ نبیوں اور پیغمبروں کا کلام نہ تھیں۔ کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں وضاحت اور صراحت کے ساتھ لفظ "کلام اللّٰہ" موجود ہے۔ اس کے باوجود، ان کتابوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار نہ دینا بلکہ ان نبیوں کا کلام اور انہی کی عبارات ٹھہرانا، آیت مذکورہ کا انکار اور کفر ہی ہے۔ جس کا ارتکاب جناب طاہر صاحب نام نہاد تحقیق و اجتہاد کے نام پر کئے جا رہے ہیں۔ رہا اس کا جواب کہ پھر ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ کی۔ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ چونکہ ان کی کتابوں کی تعلیمات و ہدایات آخری نہ تھیں اور نہ ہی انکو قیامت تک باقی رکھنا مقصود تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کرنے کا ذمہ نہ اُٹھایا بلکہ ان کی حفاظت خود انہی کے سپرد فرما دی۔ اس کے برعکس قرآن کریم کے بعد چونکہ دوسری کتاب نہیں بلکہ اس کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ میں لے لی۔ پھر یہ جو طاہر صاحب فرما رہے ہے کہ ان کتابوں کے معانی اور مفاہیم و مطالب انبیاء کے دلوں پر القاء و الہام کئے جاتے تھے پھر ان القاء شدہ معانی و مطالب کو انبیاء اپنے الفاظ و عبارات کا جامہ پہناتے اور قوم کے سامنے پیش کرتے تھے" یاد رہے کہ پھر ایسی صورت میں وہ اللہ تعالےٰ کا کلام نہیں قرار پاتیں بلکہ وہ نبیوں کا ہی کلام اور ان کی حدیث قرار پاتی ہے

حدیثِ قدسی

اس کا نام حدیثِ قدسی رکھا جاتا ہے کلامِ الٰہی نہیں

چنانچہ "جامع العلوم" میں ہے۔

"الحدیث القدسی" ما اخبر اللہ تعالیٰ بہ نبیہ بالالہام او المنام فاخبر علیہ الصلوۃ والسلام عن ذلک المعنی بعبارۃ نفسہ

"حدیثِ قدسی" اس کو کہتے ہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعے دے پھر نبی ان معنوں کو اپنی عبارت وا پنے الفاظ میں ڈھال کر دوسروں کو بتلائے۔

("جامع العلوم" طبع بیروت ج ۲ صہ ۱۶)

طاہر صاحب نے سابقہ آسمانی کتابوں کے بارے میں جس خیال کا اظہار فرمایا ہے اس کے مطابق وہ کتابیں احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں آتی ہیں۔ انہیں کلام الہٰی نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ نبیوں کی احادیثِ قدسیہ اور ان کا کلام ٹھہرتی ہیں اور یہی بات طاہر صاحب نے بھی کہہ ڈالی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ کتبِ سابقہ چونکہ معانی کی حد تک کلامِ الہٰی تھیں اور الفاظ و عبارات میں وہ سراسر مخلوق، یعنی انبیاء کرام کا بیان تھیں اور چونکہ انسانوں کے کلام میں رد و بدل کیا جانا بھی ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کا کوئی وعدہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے ان کتب میں رد و بدل ہو گیا۔" (اجزائے ایمان حصہ دوم صہ ۵۵)

اس میں طاہر صاحب نے ان آسمانی کتابوں کو، انبیاء کرام کا بیان اور انسانوں کا کلام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کو جو ان آسمانی کتابوں کے بارے میں، قرآن میں وارد ہوا، جھٹلا دیا اور اس کا کھلا انکار کر ڈالا، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ صاف صاف اور صراحت کے ساتھ ان کتابوں کو اپنا کلام قرار دے رہا ہے کہ

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ اور ان اہلِ کتاب (یہود) کا ایک

يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ط

گروہ اللہ کے کلام کو سنتے، پھر اسے سمجھنے کے بعد، اس کو دیدہ دانستہ بدل دیتے

(سورۂ بقرہ آیت ۷۵)

اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں (تورات) کو اپنا کلام کہا۔ اس سے بڑی وضاحت اور بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے اس آیت کی تفسیر میں مفسرِ قرآن شیخ احمد مصطفےٰ مراغی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

فسمعوا کلامہ بطریق عن لانعرفہا ولا ندرک کنہہا واستیقنوا مناجاتہ ربہ وسمعوا اوامرہ ونواہیہ ثم کان منہم ان حرفوا کلام اللہ الذی حضروا وحیہ وصرفوہ عن وجہہ بالتاویل والتحریف۔ الخ

(تفسیر المراغی ج ۱ صـ ۱۴۸)

کہ بنی اسرائیل نے کسی ایسے طریقے سے، جس کا ہمیں علم نہیں اور نہ ہی ہم اس کی حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں۔ اللہ کا وہ کلام سنا جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر فرمایا اور ان لوگوں نے اس کا یقین کیا۔ اور اس کے اوامر اور نواہی کو خود سنا پھر ان سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے اس کلام کو بدل ڈالا جس کی وحی پر وہ خود بھی حاضر تھے اور تاویلِ باطل اور تحریف کر کے اس کو بدل ڈالا۔

لیجئے! علامہ شیخ احمد مصطفےٰ المراغی علیہ الرحمۃ کی سنئے۔ کیا فرماتے ہیں۔ ان کے مندرجہ بالا ارشاد سے درج ذیل مسائل واضح ہو رہے ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو گفتگو اور وحی کا سلسلہ ہوتا

تھا۔ اسے ایک بار، بنی اسرائیل کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بھی کوہِ طور پر جا کر خود سنا تھا۔ لہٰذا طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ ان انبیاء کی وحی، الفاظ کی صورت میں نہیں بلکہ ان کے دل پر معانی کو الہام والقاء کیا جاتا تھا۔ جسے وہ قوم کے آگے اپنے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ غلط اور خلافِ تحقیق ہے۔

۲۔ بنی اسرائیل نے اللہ کے کلام کو بہ طفیل حضرت موسیٰ علیہ السلام، خود سنا اور اس میں احکام بھی تھے، اوامر بھی اور نواہی بھی۔

۳۔ بنی اسرائیل اس لئے بھی زیادہ غضبِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے کہ جس وحی و کلام کو انہوں نے کوہِ طور پر جا کر بذاتِ خود سنا تھا اور اس بات کا اچھی طرح یقین حاصل کر لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اسے بعد میں بدل ڈالا۔

اس کے بعد جناب طاہر القادری کی اس بات کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں خدا کا کلام نہ تھیں۔ بلکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا اپنا ہی کلام ہوتا تھا اور چونکہ وہ انسانی کلام تھا اس لئے اس کا بدل دینا ممکن تھا۔ معلوم ہوتا ہے جناب طاہر صاحب شوقِ اجتہاد میں جو دل آتا ہے زبان سے نکالتے چلے جاتے ہیں اور نام نہاد جدید تحقیق کی آڑ میں قرآن وسنت کے مسلمہ حقائق تک کو مسخ کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ تورات کے بارے میں خود قرآن گواہی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ أَنْ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا الخ (الاعراف آیت ۱۴۵)	اور ہم نے اس (موسیٰ) کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور ہم نے فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کرو۔ الخ۔

اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے لکھا اور یہ کہ تورات تختیوں پر لکھی لکھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (ترجمہ)

"یہ تختیاں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی سات یا دس تھیں اور حدیث میں ہے کہ وہ تختیاں جنت کے بیری کے درخت کی تھیں اور وہ بارہ ہاتھ لمبی تھیں اور حدیث میں آیا ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ بِیَدِہٖ وَکَتَبَ التَّوْرَاۃَ وَغَرَسَ شَجَرَۃَ طُوْبیٰ بِیَدِہٖ ط الخ

"کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور شجرۂ طوبیٰ کو بھی اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔"

(تفسیرِ مظہری ج ۳ ص ۴۰۸)

اور علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ (اردو ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے)۔

" امام ابن ابی حاتم وغیرہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر، اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو تختیاں (تورات کی لکھی لکھائی) موسیٰ پر نازل کی گئی تھیں وہ جنت کے بیری کے درخت کی تھیں۔ جن کا طول بارہ ہاتھ تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"کَانَتْ مِنْ خَشَبٍ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَآءِ"

کہ تورات کی تختیاں لکڑی کی تھیں۔ اسے آسمان سے اتارا گیا اور ہر تختی کا طول دس ہاتھ تھا، اور جو امام ابن جریج سے مشہور ہے وہ یہ ہے کہ

تورات کو اپنے ہاتھ سے بہ حکم خداوندی جبرائیل علیہ السلام لکھنے والے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ و حضرت مجاہد و حضرت عطاء و حضرت عکرمہ اور بہت سی خلق سے مروی ہے کہ بلاشبہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے لکھا تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ جو قلمیں تورات کی لکھنے والی تھیں ان کی آواز خود موسیٰ علیہ السلام نے سُنی تھی اور یہی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔" (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۱)

ان تمام روایات کا قدرِ مشترک یہ ہے کہ تورات جو ایک آسمانی کتاب تھی۔ لکھی ہوئی نازل ہوئی اور قرآنِ کریم میں نص اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ تختیوں پر لکھی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اور اس کے بعد یہ بھی قرآن میں موجود ہے۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۰) اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔

اس میں واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے واپس لوٹے تو تختیاں اُٹھائے ہوئے تھے اور قوم کا سنا کہ وہ ان کے بعد گائے کے بچھڑے کی پوجا میں لگ گئی تھی تو غیرت و حمیّت دینی میں سخت ناراض ہوئے اور اس عالم غضب میں تورات کی تختیاں بھی زمین پر ڈال دیں اور بھائی کو پکڑ لیا کہ انہوں نے قوم کو اس طرف کیوں جانے دیا۔ اس سے تورات کا قطعی طور پر لکھا ہوا آسمان سے نازل ہونا ثابت ہو گیا۔ مگر طاہر القادری کے علم کی داد دیجئے جن کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کی خدمت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ قرآنِ کریم کے برعکس فرماتے ہیں کہ آسمانی کتابیں صرف معانی و مطالب کی صورت میں نبیوں کے دلوں میں ڈالی گئیں۔ جنہیں وہ اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر اور اپنی طرف سے لکھ کر قوم کو پیش کرتے تھے اور کہتے تھے یہ خدا کی کتاب ہے اور یہ کہ وہ دراصل ان کا اپنا ہی انسانی کلام

ہوتا تھا۔ پروفیسر صاحب کا یہ خیال قرآنِ کریم کی تعلیم و ہدایت سے قطعاً متصادم اور ٹکراتا ہے۔

سمجھدار لوگوں کے لئے جو شخصیت پرست ہونے کی بجائے حقائق نواز اور حقائق شناس ہیں۔ ان کے سمجھنے کو اس قدر کافی ہے کہ طاہر صاحب کی یہ جاہلانہ باتیں اور قرآن و حدیث کے غلط تراجم اور بے ہودہ تشریحات اور لایعنی طولانیاں ہی اس کی بشارتوں کے جھوٹے ہونے کی بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے پاک ہیں کہ ایسے نااہل اور عربی و دینی علوم سے نابلد انسان کو دین کی خدمت کا سلسلہ سونپ کر اسے کشتیٔ امت کا واحد ناخدا قرار دے دیں۔

قارئین کرام! لیجئے جناب طاہر القادری صاحب نے جو فرمایا کہ

"ان آسمانی کتابوں کے معانی و مطالب ان نبیوں کے دلوں پر القاء کئے گئے۔ اور ان کے الفاظ خدا کی طرف سے نازل کردہ نہ تھے اور یہ کہ وہ کلامِ انسانی تھا اس لئے اس میں ردّ و بدل واقع ہوا"

اس کے خلاف آپ نے قرآنِ کریم کا ارشادِ گرامی ملاحظہ فرمالیا جس میں ان کتابوں کو "اللہ کا کلام" فرمایا گیا (سورۂ بقرہ آیت ۷۵) پھر اس کے تحت تفسیرِ مراغی کا حوالہ بھی کہ وہ کلام جو موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوا۔ بنی اسرائیل کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بذاتِ خود کوہِ طور پر جا کر اپنے کانوں سے سنا۔ (تفسیر مراغی ج ۱ ص ۱۴۸)۔ پھر یہ بھی ملاحظہ کیا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ تورات تختیوں کے اوپر لکھی لکھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی گئی (سورۂ اعراف آیت ۱۴۵) پھر یہ بھی کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے لکھا (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۰۴ اور تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۱)

اب قرآنِ کریم کی ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً الخ — کیونکر نہ اتارا گیا۔

(سورۃ الفرقان آیت ۳۲)

ایک اور اجماع سے انکار

طاہر صاحب کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ مسائل اجماعیہ کا انکار کئے جا رہے ہیں۔ عورت کی نصف دیت کے انکار کے بعد ان کتابوں کے بارے میں بھی اجماعی مؤقف کا انکار ہے۔ جب کہ کفار بھی جانتے تھے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے معانی قلوب انبیاء پر نہیں اتارے گئے تھے بلکہ ان کتابوں کو کتابی صورت میں ایک ساتھ آسمان سے نازل کیا گیا تھا اس لئے ان کے برعکس قرآن کریم کے بتدریج نازل ہونے پر معترض ہوئے۔ لیکن جناب طاہر القادری کا مطالعہ ان سے بھی کمتر ٹھہرا۔ جن کا زعم ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خدمت سونپی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس سلسلے میں روح المعانی کی سنئے۔

ای هلا انزل القرآن علیه، علیه الصلوٰة والسلام دفعة غیر مفرق کما انزلت التوراة والانجیل والزبور علی ما تدل علیه الاحادیث والآثار حتی کاد یکون اجماعا کما قال السیوطی

یعنی کفار نے کہا کہ قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ویسے ایک ساتھ کیوں نہ اتارا گیا۔ جیسے تورات و انجیل و زبور ایک ساتھ اتاری گئی تھیں۔ بنا بریں کہ اس پر احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں حتیٰ کہ قریب قریب اس پر اجماع ہے۔ چنانچہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۴)

قارئین نے ملاحظہ فرمالیا! کہ تقریباً اس پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں تورات، انجیل اور زبور، کتابی شکل میں آسمان سے اتاری گئی تھیں. لہٰذا وہ کتابیں بلاشبہ الفاظ کے اعتبار سے بھی خدا تعالیٰ کا کلام تھیں۔ وہ انبیاء کا کلام نہ تھیں لہٰذا جناب طاہر القادری کا عقیدہ اس اجماع کے بھی خلاف ہے۔

اب مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

" اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کا طریقۂ نزول تورات وانجیل کے طریقۂ نزول سے دو طرح سے اعلیٰ ہے ایک یہ کہ وہ کتابیں ایک دم آئیں اور قرآن آہستہ آہستہ۔ دوسرے یہ کہ وہ کتابیں لکھی ہوئی آئیں اور قرآن بولا ہوا۔" (تفسیر نور العرفان پ۱۹ ص۵۷۵)

قارئین غور فرمائیے! قرآنِ مجید، احادیث و آثار اور تفاسیر اور اجماع کے حوالوں کے بعد، طاہر القادری کا عقیدہ مذکورہ ان کے خلاف گمراہی اور گمراہ کن پاتا ہے یا نہ؟ ضرور گمراہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ (فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ)

؎ اب صاف ہو گیا حق و باطل میں امتیاز
اب فصلِ نو بہار الگ ہے، خزاں الگ

طاہر القادری تفضیلی شیعہ

طاہر القادری اگرچہ لاکھ مرتبہ اپنے آپ کو سنی کہے مگر اس کا سنی حنفی ہونا اس کی کتابوں سے تحریروں اور تقریروں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی شخصیت عقائد کے اعتبار سے تضادات کا مجموعہ ہے جہاں اس میں غیر مقلدیت اور معتزلیت کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے گزشتہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ وہاں اس کے عقائد میں تفضیلی شیعیت بھی پائی جاتی ہے چنانچہ اس کی وہ تقریر جو انھوں نے قصرِ شیعیت و محلِ رفض، معروف بنام "قصرِ بتول" میں مولود کعبہ کے موضوع پر فرمائی۔ سننے کے بعد اگر کوئی صاحبِ شعور راقم کی رائے کو غلط ثابت کر دے تو راقم بلا تاخیر نہ صرف معذرت عرض کرے گا۔ بلکہ معذرت نامہ بھی شائع کرے گا۔ قصرِ بتول میں ہونے والی تقریر "مولود کعبہ" کے عنوان سے ان کی کیسٹ بھری ہوئی دستیاب ہوئی ہے اور سُنی جاتی ہے۔ اور روزنامہ جنگ میں بھی جناب طاہر کے وہ الفاظ جلی سُرخی کے ساتھ شائع ہوئے کہ

"تمام صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں حضرت علی کا کوئی ثانی نہیں"

اور یہ کہ "سب صحابہ نے شہادت دی ہے کہ اگر ہم تمام صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں علی کا کوئی ثانی نہیں۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم تمام صحابہ میں کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی حضرت علی کے سوا کہ وہ مسند پر کھڑا ہو کر یہ کہہ سکے کہ جو چاہو پوچھو" (روزنامہ جنگ خصوصی اشاعت ۱۹ مئی ۱۹۸۷ء)

یہ تقریر محض رافضیوں اور شیعوں کی خوشنودی اور ان کو اپنے نام نہاد ادارہ منہاج القرآن کا ممبر بنانے کے لئے کی گئی ہے اور یہ تقریر سوا جھوٹ کے کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد جناب کے تفضیلی شیعہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ حالانکہ حدیث شریف میں

ہے. صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ علم والا اعتقاد کرتے تھے. چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

کان ابوبکر اعلمنا۔	کہ حضرت ابوبکر صدیق کا علم جہاں پہنچا
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)	وہاں ہم سب صحابہ میں کسی کا بھی نہ پہنچ سکا۔
	وہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

اگر حضرت ابوبکر صدیق و عمر و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علی الاطلاق زیادہ علم والا تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ان کی خلافتوں کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ پھر صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی جناب کی نظر سے کیونکر گزرتی کہ جناب نے باقاعدہ دورۂ حدیث پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا دہ یہ کہ حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ :-

ای الناس خیر بعد النبی	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال	لوگوں سے بہتر کون ہیں ؟ فرمایا ابوبکر صدیق
ابوبکر، قال، قلت ثم من؟ قال	کہتے ہیں، میں نے پھر عرض کی، پھر کون؟
عمر الخ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸)	فرمایا حضرت عمر (رضی اللہ عنہما)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہونا، علمی افضلیت کے بغیر ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب " افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ " میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں راقم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام علمی و عملی کمالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس خیال کا حامل جس

کا اظہار جناب طاہر نے مولود کعبہ کی تقریر میں اور اخبار میں کیا۔ یہ شخص بلاشبہ شیعہ ہے جسے تفضیلی شیعہ کہا جاتا ہے

چنانچہ فتح القدیر میں ہے

"من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع" کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے برتر سمجھے وہ گمراہ ہے اہلسنت سے نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۰)

اس کے بعد جناب طاہر کے مبتدع اور گمراہ ہونے میں کون سا عقل مند اور باشعور مسلمان شک وشبہ کر سکتا ہے؟ موصوف دراصل اس قسم کی باتیں اس لئے کہہ جاتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر عالم نہیں وکیل ہیں۔ انہوں نے داڑھی کٹوانی بھی اتفاق مسجد کی خطابت اختیار کرنے کے بعد ہی لوگوں کے طعن وتشنیع سے تنگ آکر چھوڑی اور وہ بھی شاید کٹوانا چاہتے ہیں کیونکہ ان کی حال ہی میں ایک کیسٹ میں بھری تقریر راقم کو سننے کا اتفاق ہوا جو میرے پاس موجود ہے اس میں فرماتے ہیں کہ "صرف دو انگل کے برابر داڑھی چھوڑنا ادائے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کافی ہے"۔ اس سے زیادہ مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔

اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کے بارے میں
طاہر القادری کا نقطۂ نظر کہ یہ اختلافات فروعی ہیں۔

جناب طاہر القادری "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں لکھتے ہیں۔

۱۔ "مسلمانوں کے مختلف فرقے اور طبقے جو جسم ملت کے مختلف اعضا ہیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو کر نہ صرف ملت کی اجتماعی سلامتی اور تحفظ کو معرض خطر میں ڈال رہے ہیں۔ بلکہ اپنے انفرادی تحفظات کو بھی تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ مختلف طبقوں اور فرقوں کی مثال ندی نالوں کی سی ہے جو ایک ہی دریا سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دریا کی روانی سے ہی ان کا بہاؤ جاری ہے۔ اگر دریا ہی خشک ہو گیا تو ان کا اپنا وجود کب برقرار رہے گا۔" (صر۳۴)

پھر لکھتے ہیں

۲۔ آج شومئ قسمت سے حالت یہ ہو گئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردان رہی ہے۔ ہر مسلک کے پیرو اس حقیقت سے کلی طور پر اغماض برت رہے ہیں کہ اگر خدانخواستہ دشمن کے ہاتھ اسلام کے دامن تک پہنچ گئے اور خاکم بدہن محمد عربی کی ملت کو اجتماعی طور پر کوئی گزند پہنچ گیا تو تمہارے مسلکوں اور فرقوں کو کون سلامتی کی ضمانت دے گا؟ (صہ۴۴)

پھر لکھتے ہیں۔

۳۔ فرقہ پرستی کی تنگ نالوں میں بھٹکنے والے ناعاقبت اندیش مسلمان کے لئے

زوالِ بغداد کی تاریخ عبرتناک منظر پیش کر رہی ہے ـــــ وزیر اعظم کی سیاست شیعہ مسلک کے گرد گھومتی تھی۔ جب کہ خلیفہ کا بیٹا ابو بکر سنی عقائد کا نقیب تھا دونوں (شیعہ و سُنی) فرقے باہم دست و گریباں تھے۔ (ص ۴۵)

پھر لکھتے ہیں۔

۴۔ اس رستا خیز بربریت کے عالم میں شیعہ اور سُنی دونوں یکساں طور پر تاتاریوں کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنے ـــــ اگر خدا نخواستہ سرزمینِ پاک پر دشمن کے قدم پہنچ گئے اور وہ اپنے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہو گیا تو ہمارا حشر بھی دوسروں سے مختلف نہ ہو گا پھر جو تباہی ہو گی اس میں نہ کوئی بریلوی بچ سکے گا نہ دیوبندی نہ کوئی اہلِ حدیث اور نہ کوئی شیعہ۔ (ص ۴۶)

پھر لکھتے ہیں۔

۵۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ خدا اور رسول نے کسی بھی فرقے اور مسلک کے نام پر جنت کا پروانہ جاری نہیں کیا۔ اگر کوئی اس زعم میں مبتلا ہو کہ وہ محض فلاں مسلک سے متعلق ہونے کی بنا پر جنت کا حقدار ہے تو یہ اس کی خام خیالی اور خود فریبی ہے بخشش اور مغفرت کا دارومدار کسی طبقے یا فرقے کے عنوان کی بنیاد پر نہیں بلکہ ہر شخص کے ذاتی عقیدے اور عملِ صالح کے باعث خدا کے فضل و کرم پر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وحدتِ ملی کے تصور کو فرقہ پرستی کے ہاتھوں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے یہ لعنت ہماری زندگی کے لئے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ ہم نے اپنے علمی اختلافات و نزاعات کا موضوع بھی ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنا لیا ہے۔

(ص ۵۴ - ۵۵)

پھر لکھتے ہیں۔

۶۔ "یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی واعتقادی قدریں سب مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام انہی مشترک بنیادوں پر کھڑا ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی بھی کسی اور نبی یا رسول کی شریعت کا نہ انکار کرتا ہے۔ نہ اسلام کے سوا کسی اور دین کو مانتا ہے۔ سب مسلمان توحید ورسالت، وحی اور کتب سماوی کے نزول، آخرت کے انعقاد ملائکہ کے وجود، حضور کی خاتمیت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت وغیرہ جیسے معتقدات اور اعمال پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور اگر کہیں اختلاف ہے تو فروعی حد تک صرف اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی تشریحات متعین کرنے میں ہے۔ اس سے عقائدِ اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(صفحہ ۵۹)

پھر لکھتے ہیں

۷۔ "یہ کتنی حرماں نصیبی ہے کہ آج فرزندانِ توحید آقائے دوجہان کی اس سنت سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ فرقہ بندی کی عصبیت سے وہ راہِ راست سے بھٹک گئے اور انتشار وافتراق کی گمراہ کن راہوں میں کھو گئے ہیں انہیں اتنا بھی شعور نہیں رہا کہ ان کے مابین سب بنیادی قدریں مشترک تھیں۔" (ص ۲)

پھر لکھتے ہیں

۸۔ "آج کے مسلمان تو عملاً یہود سے بھی آگے گزر گئے ہیں کہ اپنے گروہی مسلکی، جماعتی اور طبقاتی مفادات کی خاطر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمِ وحدت کا اتنا بھی پاس نہیں رہا کہ اسلام کی کشتی میں ہر فرقہ کشتیِ ملت کے تختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر سمندر میں پھینک رہا ہے اور کسی کو بھی اتنا خیال

نہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ کشتی ڈوب گئی تو وہ بھی سب اس کے ساتھ غرق ہو جائیں گے۔" (ص۱۶)

پھر لکھتے ہیں۔

۹۔ " آؤ ذرا ہم اپنی حالت پر غور کریں اور سوچیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو کافر، مشرک، بدعتی، گستاخِ رسُول، لعنتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تکفیر وتفسیق کی زد میں اگر سارے آگئے تو پھر مسلمان کون بچے گا؟" (ص۱۷)

پھر لکھتے ہیں۔

۱۰۔ " اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان اپنے گرد وپیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے۔ تو وہ اسلام سے ہی بیزار ہونے لگتا ہے۔ اسے بریلویت، دیوبندیت، اہلِ حدیثیت، شیعیت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔" (ص ۱۱۱)

حقیقت کیا ہے؟

جناب طاہر القادری کی ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کے درمیان عقائد کی بنیادیں مشترک ہیں۔ ان میں کوئی اصولی اور بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ صرف فروعی اختلافات ہیں ان سے ان کے ایمان وعقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ طاہر القادری نے اس تحقیق ونقطۂ نظر میں محترم جسٹس سید محمد کرم شاہ الازہری کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ جسٹس صاحب اس سے قبل اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں یہی کچھ لکھ چکے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص۱۱)

موصوف نے علمائے حیدرآباد سے غلط بیانی کی

لیکن موصوف سے جب علمائے حیدرآباد نے درج ذیل سوال کیا کہ

سوال :- آپ نے ایک رسالہ (دید شنید) کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں وہابی اور شیعہ کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب موقع ملے ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ تو پروفیسر صاحب نے جوابات میں سراسر کذب بیانی سے کام لیا۔ ملاحظہ ہو

جواب :- (پروفیسر طاہر القادری) "میرے نزدیک حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہیں (اس موضوع پر ۱۴ گھنٹے کی میری بحث جو میں نے شریعت کورٹ میں کی۔ ٹیپ پر موجود ہے) جب ایسے شخص کی نماز ہی صحیح نہیں تو میری اس کے پیچھے نماز کیسے صحیح ہوگی؟ دراصل "دید شنید" ایک رسالہ ہے اس کا انٹرویو لینے والا دوسرے فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے یہ بات شافعی، حنبلی اور مالکی وغیرہ کے لئے کہی تھی اور اس نے اس میں وہابی اور شیعہ اپنی طرف سے لگا دیا۔ ہم نے اس رسالہ کے خلاف کارروائی کی ہے اور اب اس کا ڈیکلریشن منسوخ ہو گیا ہے"۔ (مراسلہ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مہتمم و مفتی رکن الاسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان حیدرآباد سندھ بنام راقم الحروف صرا مؤرخہ ۸۷-۱۰-۲۹۔ بحوالہ مذاکرہ علمائے حیدرآباد و طاہر القادری مؤرخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۶ء بروز پیر) یہ مذاکرہ سوالات و جوابات ٹیپ کیا گیا۔ جس کا متن

راقم کو بھیجا گیا۔

پروفیسر صاحب کے متعدد جھوٹ

پروفیسر صاحب نے حسبِ عادت یہاں بھی علمائے حیدر آباد کے سامنے متعدد جھوٹ بولے اور غلط بیانی سے کام لیا۔ ایک تو یہ کہ "دید شنید" کے انٹرویو لینے والے نے اپنے سوالات میں کہیں بھی حنبلی اور مالکی وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا اور اسے اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ ہمارے ملک میں حنبلی اور مالکی مساجد اور ان کے ائمہ ہی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے پیچھے نمازوں کے جواز یا عدم جواز پر یہاں کبھی سوال پیدا ہوا سوال تو ہمیشہ بریلوی، دیوبندی اور شیعہ کے پیچھے نمازوں کی ادائیگی کا ہی کیا جاتا ہے چنانچہ اس نے یہی سوال کیا ملاحظہ ہو۔

سوال :- اسلام کو سب سے زیادہ نقصان فرقہ واریت نے پہنچایا لیکن آپ خود ایک سیاسی اور مذہبی فرقے سے منسلک ہو گئے ہیں۔ جسے حضور کی زیارت اور ان سے دودھ کا پیالہ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے ملا تھا۔ وہ ایسے نقصان دہ عمل میں کیسے شریک ہو سکتا ہے؟

جواب :- (طاہر صاحب) یہ آپ کا سوال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ میں بچپن سے آج تک کسی سیاسی یا مذہبی فرقے سے منسلک نہیں رہا۔ میں فرقہ داریت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میں کسی فرقہ کا نہیں بلکہ حضور کی امت کا نمائندہ ہوں۔ میرا دین فرقے کا دین نہیں بلکہ اسلام ہے۔ میں کسی سیاسی جماعت یا مذہبی فرقے کی پالیسی سے اختلاف یا اتفاق کا پابند نہیں ہوں میں اچھائی کو پسند اور برائی کو ناپسند کرتا ہوں۔ بعض فرقے مذہبی اور سیاسی اعتبار سے منظم ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ اسلام کی خدمت کا کام کسی اور کے ہاتھ سے بھی ہو ہمارے کام سے حسد کر کے ہمیں فرقہ داریت سے منسلک کرتے ہیں ہم صرف

خدا اور رسول سے منسلک ہیں۔

سوال :۔ "آپ شیعہ سُنی اور وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

جواب :۔ پسند کیا میں جب بھی موقع ملے پڑھتا ہوں۔ یہاں اتفاق مسجد میں شیعہ سے لے کر وہابی تک سب لوگ آتے ہیں۔ اسی لئے آتے ہیں کہ یہاں محبت اور اخوت کا پیغام دیا جاتا ہے۔ اگر نفرتوں کا پیغام دیا جائے تو صرف ایک فرقہ کے لوگ ہی آئیں گے۔" (دید شنید پندرہ روزہ ۴ تا ۱۹ اپریل ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۸)

اگر طاہر صاحب کے اس جواب کو جو انہوں نے علماء حیدر آباد کو دے کر مطمئن کر دیا ان کے انٹرویو کے سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھا جاتے تو وہ تاویلِ باطل اور کذب بیانی کے سوا کچھ قرار نہیں پاتا۔ نیز اس میں دوسرا جھوٹ یہ فرمایا کہ ہم نے رسالہ مذکورہ "دید شنید" کے خلاف کارروائی کی۔ تیسرا جھوٹ یہ کہ اس کارروائی کے نتیجے میں اس کا ڈیکلریشن منسوخ ہو گیا حالانکہ وہ باقاعدہ چھپتا ہے اور اس کا ڈیکلریشن اس دوران منسوخ ہی نہیں ہوا۔

طاہر صاحب کا رسالہ دید شنید پر بہتان اور اس کا جواب

پھر دید شنید پر یہ بھی بہتان لگا دیا کہ اس نے ان کے انٹرویو میں حنبلی و مالکی کی جگہ وہابی اور شیعہ لکھ دیا۔ کیونکہ جب بعض لوگوں نے اس کے ایڈیٹر سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ تم نے طاہر القادری کے انٹرویو میں ڈنڈی ماری ہے (یعنی لسے اپنی طرف سے گھٹا بڑھا کر شائع کیا) تو دید شنید نے درج ذیل جواب اس کے بعد ہی شائع کیا۔

" ہمارے دل میں مولانا طاہر القادری کی بہت عزت ہے اسی لئے ہم نے ان کا انٹرویو شامل اشاعت کیا لیکن انٹرویو کی اشاعت کے بعد ہم سے بات کئے بغیر انہوں نے (وزیر اعلیٰ پنجاب کی تعریف و توصیف میں کہے ہوئے الفاظ سے متعلق) جس انداز میں وضاحت شائع کرائی۔ اس سے ہمیں بے حد افسوس ہوا۔ ہمارے پاس مولانا صاحب کے انٹرویو کا کیسٹ محفوظ ہے جو کوئی جب چاہے آکر وہ کیسٹ سن سکتا ہے اور اندازہ کر سکتا ہے کہ ہم نے کہاں تک ڈنڈی ماری ہے"۔

ایڈیٹر

(رسالہ دید شنید جلد ۱ شمارہ نمبر ۲۵ تا ۱۷ مئی ۱۹۸۶ء)

نیز طاہر القادری صاحب نے ایران کا دورہ کیا تو وہاں شیعہ اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ جامعہ المنتظر، ماڈل ٹاؤن لاہور میں شیعہ مسلک کا دار العلوم ہے اس کے مدرس سید بختیار حسین سبزواری کے ساتھ وہاں ایران میں ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے راقم کو خود ہی طاہر صاحب کے بارے میں ایک میٹنگ کے دوران بتایا کہ طاہر صاحب بڑے وسیع القلب ہیں۔ کیونکہ وہ میرے (سبزواری صاحب کے) ساتھ ایران میں شیعہ

اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور سبزواری صاحب نے ان کی ترجمانی کے فرائض بھی انجام دیئے. یعنی طاہر صاحب اردو میں بات کرتے تھے اور سبزواری صاحب اس کا فارسی میں ترجمہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں امام کعبہ جو وہابی عقیدہ کے ہیں جب جھنگ میں گئے تو طاہر صاحب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر ڈنمارک میں مولوی ادریس دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز پڑھی۔ ڈنمارک کے علمآ اہلسنت اس بات کے گواہ ہیں اور انہوں نے پاکستان میں خطوط بھیجے جس میں طاہر صاحب کے بارے میں یہ شکوہ کیا۔ ان خطوط کی کاپی راقم کے پاس موجود ہے۔ جسے مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب کی سرپرستی میں نکلنے والے اہلسنت کے ماہنامہ رضائے مصطفٰے نے بھی شائع کیا۔ پھر خود موصوف مدظلہ العالی نے اسے اپنی کتاب "خطرہ کی گھنٹی" میں بھی شائع کیا۔ پھر طاہر صاحب کا مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ کے خط کے جواب میں اور علمآ حیدر آباد کے جواب میں یہ کہنا کہ انھوں نے جو اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں لکھا ہے کہ

"تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی واعتقادی قدریں سب مشترک ہیں"

اور یہ کہ "اختلافات فروعی حد تک ہیں"

اور دید شنید کے انٹرویو کے بارے یہ کہنا کہ اس سے ان کی مراد حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی ہیں۔ قطعاً جھوٹ اور صریح و واضح کذب بیانی ہے۔ کیونکہ

۱۔ ہمارے ملک میں حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی کا کوئی جھگڑا نہیں بلکہ طاہر صاحب کا اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں بغداد کے حوالے سے شیعہ و سنی کا ذکر کرنا ہی خود ان کی اس تاویل فاسد اور غلط بیانی کو بے نقاب کر رہا ہے

۲۔ اس کتاب میں کہیں بھی ان فقہی مسالک کا تذکرہ نہیں۔ پھر ہم نے اس کی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" سے جو عبارات نمبروار درج کی ہیں وہ ان فقہی مسالک پہ ہرگز صادق نہیں آتیں۔ ورنہ ہم سوال کرتے ہیں کہ

۳۔ کیا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہا اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردانتے ہیں

۴۔ اور کیا وہ فرقہ پرستی تنگناؤں میں بھٹک رہے ہیں۔

۵۔ کیا یہ فقہی مسالک اپنے علمی اختلافات و نزاعات کا موضوع ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بناتے ہوتے ہیں۔

۶۔ کیا وہ فرقہ بندی کی عصبیت کی وجہ سے راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں؟ اور انتشار و افتراق کی گمراہ کن راہوں میں کھو گئے ہیں؟

۷۔ کیا وہ یہود سے بھی آگے گزر گئے ہیں

۸۔ کیا وہ ایک دوسرے کو کافر و مشرک، بدعتی، گستاخِ رسول، لعنتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں؟

پھر طاہر صاحب کا یہ لکھنا کہ

۹۔ "اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان اپنے گردوپیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے تو وہ اسلام سے بیزار ہونے لگتا ہے۔ اسے بریلویت، دیوبندیت، اہلحدیثیت، شیعیت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

کیا ان کی اس تاویل فاسد کے لئے کوئی گنجائش چھوڑتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ کیا طاہر صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ "بریلویت سے وحشت ہونے کی وجہ کیا ہے بریلوی علماء کرام نے کونسا قصور کیا ہے جس کی پاداش میں آپ ان کے مسلک کو وحشتناک قرار دے رہے ہیں اور باطل کے ساتھ حق کو بھی لائق گردن زنی قرار دے رہے ہیں اور تعجب یہ کہ اس کے باوجود بھی سنی عوام کو دھوکہ دینے کو کہے جا رہے ہیں کہ میرے اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے مسلک میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔

غرضیکہ طاہر القادری صاحب بڑی ڈھٹائی کے ساتھ سادہ لوگوں کو بے وقوف بنائے جا رہے ہیں اور سنی عوام پر تعجب ہے جو آنکھیں بند کئے موصوف کی ہاں میں ہاں ملائے جا رہے ہیں اور ان پر اپنی دولت پانی کی طرح بہاتے جا رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

سُنّی اور غیر سُنّی کے درمیان اختلافات فروعی نہیں اُصُولی ہیں

اہلِ سنت اور غیر اہلِ سنت خواہ وہابی (دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اہلِ حدیث) کہلانے والے ہوں یا شیعہ۔ ان کے درمیان اختلافات صرف فروعی نہیں اصولی اور بنیادی بھی ہیں۔

مخالفین اہلسنت اور ان کے عقائد

اب ہم مخالفین اہلسنت اور ان کے عقائد خود ان کی اپنی کتابوں کے حوالوں سے سپردِ قلم کرتے ہیں۔ تاکہ عوام اہلسنت پروفیسر طاہر القادری ایسے لوگوں کے اس جاہلانہ نقطۂ نظر سے ہوشیار رہیں کہ ان کے اور اہلسنت کے درمیان عقائد میں بنیادی اختلافات نہیں ہیں۔

تہتر اسلامی فرقے

امام ترمذی علیہ الرحمۃ اپنی صحیح ترمذی میں بسند خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال "تفرقت الیہود علی احدی وسبعین فرقۃ او اثنتین وسبعین فرقۃ" والنصاریٰ مثل ذلک وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ

(صحیح ترمذی ج ۲ ص ۸۸/۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ اسی طرح میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو اور عوف بن مالک سے بھی روایت ہے اور حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث، حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کے بعد امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ والی حدیث کو بسند خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"میری اُمت پر ضرور ضرور وہ وقت آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا۔ بالکل اسی طرح یہاں تک کہ ان میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی اور میری امت میں سے ایسا ہوگا جو یہ کام بھی کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں

بٹ جائے گی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کی مَنْ ھِیَ یارسول اللہ ؟ اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا یہ وہ فرقہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے مسلک کا ہوگا۔ (صحیح ترمذی ج ۲ صہ ۸۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل سنت دجماعت بھی ایک فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم (اہل سنت) فرقہ نہیں ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، غریب مفسر ہے۔ ہم اسے اسی طریق سے ہی پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا اس حدیث کو غریب کہنا اس بنا پر ہے کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی راوی ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور اسے حسن اس لحاظ سے قرار دے رہے ہیں کہ اس باب میں دوسرے راویوں سے بھی ایسی احادیث مروی ہیں جن سے اسے تقویت پہنچتی لہٰذا یہ ضعیف سے ترقی کرکے حسن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو والی اس حدیث کو امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اپنی مستدرک میں بھی بہ سند خود روایت کیا ہے۔ اس میں آخر میں یہ الفاظ ہیں "ما انا علیہ الیوم واصحابی" یعنی ان تہتر میں سے جنتی فرقہ وہ ہوگا جو اس مسلک پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب السنۃ میں بہ سند خود مجملاً ابوہریرہ سے اور مفصلاً ومفسراً حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کیا اس کے الفاظ کریمہ درج ذیل ہیں کہ آپ ہم میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا کہ

"الا ان من قبلکم من اھل الکتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وان ھذہ	خبردار بے شک تم سے پہلے جو اہل کتاب ہیں بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ ملت (میری امت) تہتر فرقوں میں بٹ

الملة ستفترق على ثلاث وسبعين ثنتان و سبعون في النار وواحد في الجنة وهي الجماعة ۔ وزاد ابن يحيى و عمرو في حديثهما وانه سيخرج في امتي اقوام تتجارى بهم تلك الاهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه وقال عمرو بصاحبه لايبقى منه عرق ولامفصل الادخله

(سنن ابی داؤد ج ۲ صہ ۲۷۵) و مستدرک ج ۱ صہ ۱۲۸ - ۱۲۹)

جائے گی، بہتر فرقے دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ (جنتی گروہ) جماعت ہے۔

اور ابن یحییٰ و عمرو نے اپنی دونوں حدیثوں میں اس قدر الفاظ زائد روایت کئے (آپ نے فرمایا) کہ میری امت میں کئی فرقے پیدا ہوں گے۔ جن میں یہ خواہشات (گمراہانہ عقائد) اسی طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک والے میں ہڑک (کُتے کے کاٹنے سے جو دیوانگی بیماری ہوتی ہے) سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا جس میں وہ داخل نہ ہو جائے

اس حدیث کو امام ابن ماجہ قزوینی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی صحیح میں بہ سند خود حضرت ابوہریرہ سے اجمالاً اور حضرت عوف بن مالک سے تفصیلاً و تفسیراً روایت کیا۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"یہودیوں کے اکہتر ۷۱ فرقے ہوئے ان میں سے ایک جنتی اور ستر دوزخی ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر ۷۲ فرقے ہوئے اور ایک جنتی بنا اور مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے پس ایک جنت میں جائے گا اور بہتر ۷۲ دوزخی ہوں گے۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! وہ جنت میں جانے والا فرقہ کون سا ہو گا؟ فرمایا۔ الجماعة "یعنی جماعت" اس کے بعد

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ (صحیح ابن ماجہ ص۲۸۷)

اور اس امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے، بہتر کے دوزخ اور ایک کے جنت میں جانے کے متعلق حدیث سنن دارمی میں بھی حضرت معاویہ سے مروی ہے (ج ۲ ص ۱۵۸)

جنتی فرقہ صرف اہلِ سُنّت و جماعت ہے

نیز امام علامہ، زاہد انام، فقیہ امت اور محدث ملت امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم سمرقندی علیہ الرحمۃ متوفی ۳۹۳ھ اسی حدیث تفرقہ کو اپنی مشہور کتاب تنبیہ الغافلین میں نقل کرتے ہیں۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ

وواحدۃ فی الجنۃ قالوا یا رسول اللہ ماھذہ الواحدۃ؟ قال اھل السنۃ والجماعۃ۔ (تنبیہ الغافلین ص۲۰۱)	وہ تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ جنتی گروہ کونسا ہوگا؟ فرمایا اہلِ سنت و جماعت

امام حاکم کی مستدرک میں اسی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کر کے فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (المستدرک ج ۱ ص۱۲۸)	(ترجمہ) یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ہمارے ملک کے باطل فرقے

اور ہمارے ملک کے مشہور فرقے جو فرقۂ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے مقابلہ میں ہیں، ان میں دیوبندی فرقہ ہے۔ جن کا عقیدہ تفصیل سے علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ نے الحق المبین میں بیان فرمادیا ہے۔ اس فرقے کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی و رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ہر برا کام کر سکتا ہے۔ مگر ایسا کرنے سے وہ خود ہی بچتا ہے تاکہ اس کی شانِ تقدیس مجروح نہ ہو جائے۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اردو زبان کا فیضان مدرسہ دیوبند سے حاصل کیا اور علماء دیوبند سے آپ کو اردو زبان بولنا آگئی۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے فرشتۂ موت اور شیطان کا علم زیادہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہ تھا۔ جب کہ شیطان کو پورے روئے زمین کا محیط علم حاصل ہے۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم غیب ہے یعنی خدا کے علوم کا بعض " ایسا علم غیب تو تمام جانوروں، بچوں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے" (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) اور یہ کہ قرآن کی آیت " ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " کے معنی آخری نبی کے کرنا عوام کے خیال کے مطابق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی قابل تعریف بات نہیں" درحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) درجہ اور مرتبہ میں آخری ہستی ہیں۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی اور نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کوئی فرق نہ آئے گا اور یہ کہ حضور

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ چھ خاتم النبیین (آخری نبی) اور بھی ہیں۔ اور یہ کہ " رحمۃ للعالمین " (ساری کائنات کے لئے رحمت ہونا) ہر نیک آدمی ہو سکتا ہے اور یہ کہ اشرف علی تھانوی صاحب کے فلاں مرید جو عالم بھی تھے اپنے پیر تھانوی صاحب کے حق میں جوش عقیدت میں آکر " اللھم صل علیٰ نبیتنا اشرف علی " "اے اللہ ہمارے نبی اشرف علی تھانوی پر درود بھیج " پڑھ لیا یا پڑھتے رہے تو کوئی بات نہیں اور یہ کہ نماز میں حضور کے خیال کا آنا گدھے گھوڑے کے خیال سے بھی برا ہے بلکہ اس سے نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے جو یہ ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تحذیر الناس دلغتہ الحیران اور تقویتہ الایمان وغیرہ۔

دوسرا فرقہ جماعت اسلامی ہے۔ اس کے بانی کے عقائد بھی علماء دیوبند کے سے تھے مگر کچھ زائد مثلاً حنفی، شافعی، سُنی، دیوبندی، سب اُمتیں (گروہ) جہالت کی پیداوار ہیں اور یہ کہ اسلامی نظام ہمیں ریگستانِ عرب کے ایک اَن پڑھ چرواہے نے دیا ہے (معاذ اللہ) (پردہ، خطبات و تجدید و احیاء دین وغیرہ)

تیسرا فرقہ شیعہ ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کا صحابی و خلیفہ نہیں مانتے اور نہ ہی حضرت عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم کو مانتے ہیں بلکہ ان کو منافق و مرتد کہتے ہیں اور ان بزرگوں کو بھلا بُرا کہنے کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ قرآنِ کریم کو ناقص قرار دیتے ہیں۔ آئمہ اہلِ بیت کو جنہیں یہ آئمہ معصومین کہتے ہیں، انہیں انبیاء و مرسلین سابقین علیہم السلام سے افضل ٹھہراتے ہیں (ملاحظہ ہو عقائد شیعہ و رجال کشی و احتجاج طبرسی و مجمع البیان وغیرہ)

چوتھا فرقہ قادیانیوں کا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا مسلمان، مجدد بلکہ ایک گروہ تو اسے نبی بھی مانتا ہے۔ یہ مشہور چار فرقے ہیں ان کے ساتھ اہلِ سنت کا اصولی اختلاف ہے۔ ان مندرجہ بالا عبارتوں اور عقیدوں کو جو کفریہ ہیں،

کفر سمجھنا اور ان کے قائلین کو اس کا مرتکب قرار نہ دینا بلکہ ان کو فروعی اختلافات قرار دینا بجائے خود ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ طاہر القادری جو اتحاد کا درس دیتے ہیں اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے نعرہ بلند کئے ہوئے ہیں بجائے خود ایک فرقہ بن رہے ہیں اور مسلک اہلِ سنت سے قطعاً و یقیناً خارج ہو کر راہِ راست سے دور جا چکے ہیں جو اس کی کتابیں پڑھ کر ان خیالات سے جن کے راقم نے حوالے پیش کئے ہیں آگاہ ہو کر اس کو سنی حنفی سمجھے وہ بھی سنی حنفی نہیں بلکہ اس کی طرح بھٹکا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو صحیح سمجھ دے بلکہ ہم تو سب فرقوں کے لئے دُعا کرتے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ ہدایت دے اور نارِ جہنم میں لے جانے والے عقائد سے توبہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ۔

وفاداری مرا شیوہ ، جفا کاری شعار ان کا
میں اپنی سی کہے جاؤں وہ اپنی سی کئے جائیں۔

مختلف فرقوں کے عقائد کی تفصیل

اب ان مختلف فرقوں کے عقائد کی کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مزید واضح ہو جائے گا کہ طاہر القادری کا اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں یہ کہنا کہ "تمام اسلامی فرقوں میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی اختلاف ہے" سراسر غلط ہے بلکہ ثابت ہو جائے گا کہ اہل سنت اور دیگر فرقوں کے درمیان اختلاف فروعی ہی نہیں بلکہ عقائد کے بہت سے مسائل میں اصولی و بنیادی اختلاف بھی ہے۔

تہتر فرقوں کے نام و عقائد

مواقف و شرح مواقف و شرح مقاصد میں تہتر فرقوں کے نام و عقائد تفصیل سے درج ہیں پھر وہاں سے دیگر محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سب کا تذکرہ کیا ہے کسی نے اجمال کے ساتھ اور کسی نے تفصیل سے، اردو میں بھی اس پر کئی ایک کتابیں لکھی گئی ہیں اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی، اس سلسلے میں "مذاہب اسلام" سب سے عمدہ کتاب ہے، اردو زبان میں اس سے بہتر کتاب کوئی نہیں، شاید یہ اولین کوشش ہوگی اور آخرین بھی۔ یہ حضرت علامہ و محقق و مورخ مولانا محمد نجم الغنی خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

حضرت موصوف کا ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء ۳۰ جون اور یکم جولائی کی شب میں انتقال ہوا۔ حضرت موصوف دنیائے اسلام اور دنیائے علم و ادب میں مانی ہوئی شخصیت تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کی تحقیق کی تعریف فرماتے اور شبلی نعمانی ان کی علمی جلالت و وجاہت سے اس قدر متاثر تھے کہ ان سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر جاتے تو اہل محلہ کو حضرت علامہ نجم الغنی کے مقام کا اندازہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین انکی یہ کتاب "مذاہب اسلام" رضا پبلی کیشنز مین بازار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور نے شائع کر کے اہل علم و تحقیق پر بڑی نوازش فرمائی ہے۔ جو صاحب تمام اسلامی فرقوں کی تاریخ اور ان کے عقائد کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں وہ اس کتاب کی طرف رجوع کریں، راقم حضرت علامہ امام علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری متوفی ۱۰۱۴ھ کی کتاب "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کے حوالے سے عربی زبان میں ہے۔ اردو میں خلاصہ سپرد قلم کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فرقہ ناجیہ اہلِ سنت ہیں

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فرقہ کو ناجی و جنتی قرار دیا۔ ان سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہوں گے، میرے بعد میری اور میرے صحابہ خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے والے ہوں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) اہلسنت وجماعت ہیں اور اس کی وضاحت میں کہا گیا ہے کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ جنت والے وہ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے عقیدہ وقول وفعل پر چلنے والے ہوں گے پس بلاشبہ اسبات کا پتہ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا عقیدہ وقول وفعل کیا ہے) علمائے اسلام کے اجماع سے ہی چل سکتا ہے، سو جس پر علمائے اسلام (علماء اہلسنت) ہیں وہی حق ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے باطل ہے اور معلوم ہوا کہ گمراہ فرقوں کی بنیاد آٹھ فرقے ہیں، پھر باقی ان سب سے نکل کر کل بہتر ہو جاتے ہیں۔ ایک معتزلہ فرقہ ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے اعمال کے آپ ہی خالق ہیں اور وہ قیامت کے دن دیدار الٰہی ہونے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ نیکوں کو ثواب اور بُروں کو عذاب دینا خدا پر واجب اور فرض ہے اور اس فرقہ کے لوگ اپنے ان عقائد میں بیس گروہوں میں بٹ گئے لہٰذا یہ گمراہ فرقے بیس ہوئے۔

۲۔ دوسرا فرقہ شیعہ (رافضیوں کا فرقہ) ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط وغلو کرتے ہیں اور یہ آپس میں بائیس فرقوں میں بٹ گئے۔

۳۔ تیسرا فرقہ خارجیوں کا ہے، جو رافضیوں وشیعوں کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان گھٹاتے ہیں اور ان کی تکفیر تک کرتے ہیں اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کی بھی تکفیر کرتے۔۔۔ (اسے کافر ٹھہراتے) ہیں۔ اور یہ فرقہ پھر بیس ۲۰ فرقوں میں بٹ گیا۔

۴- چوتھا فرقہ مرجئہ ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچاتا، جیسے کفر کے ساتھ نیک عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ یہ فرقہ آپس میں پھر پانچ گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔

۵- پانچواں فرقہ نجاریہ ہے یہ فرقہ افعال میں اہلسنت کے موافق ہے اور صفات باری تعالےٰ کے انکار اور کلام الٰہی کے مخلوق قرار دینے میں فرقہ معتزلہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔

۶- چھٹا فرقہ جبریہ ہے، یہ بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہیں، اِس کا ایک ہی فرقہ ہے۔

۷- ساتواں فرقہ مشبہہ ہے، مشبہہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہ قرار دینے کے ہیں، یہ فرقہ اللہ تعالےٰ کو مخلوق کے ساتھ جسمانیت میں مشابہ قرار دیتا ہے یعنی جیسے بندوں کا جسم ہے، ایسے ہی خدا تعالیٰ کا جسم ہے اور یہ حلول کے بھی قائل ہیں، یعنی اللہ تعالےٰ بندوں کے جسم کے اندر حلول کئے ہوئے ہے یعنی اُن میں اترا ہوا ہے یہ بھی ایک فرقہ ہے

میزان ان کا میزان یہ ہے: معتزلہ بیس ۲۰، شیعہ بائیس ۲۲، خارجیہ بیس ۲۰، مرجئہ پانچ ۵، نجاریہ تین ۳، جبریہ ایک اور مشبہہ ایک یہ گمراہ فرقے بہتر ہوئے اور اِن کے بعد باقی جس قدر فرقے ہیں۔ اِن سب کی کڑیاں اِن کے ہی ساتھ ملتی جلتی ہیں اور ملتی جائیں گی۔ مثلاً دیوبندی فرقہ بعض عقائد میں معتزلیہ سے اور بعض میں شیعہ سے اور بعض میں خارجیوں سے اور بعض مسائل میں جبریہ سے اور بعض میں مشبہ سے، غرضیکہ دیوبندی مذہب کسی گمراہ فرقے کو نہیں چھوڑتا ہر ایک کے عقائد سے کچھ نہ کچھ حصّہ گمراہی کا ضرور لیتا ہے۔ اور غیر مقلد یعنی اہل حدیث کہلانے والے وہابیوں کے مذہب کی

کڑی بھی اسی طرح خارجیوں، معتزلیوں اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی جا ملتی ہے۔

فرقہ ناجیہ البتہ ایک تہتر واں فرقہ، فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے جو بفضلہ تعالےٰ جنتی ہیں، امام علی بن سلطان محمد القاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

فتلک اثنان وسبعون فرقۃ کلھم فی النار والفرقۃ الناجیۃ ھم اھل السنۃ البیضاء المحمدیۃ والطریقۃ النقیۃ الاحمدیۃ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

ترجمہ:- پس یہ بہتر فرقے ہیں کل کے کل دوزخ میں جائیں گے اور فرقہ نجات پانے والا وہ اہل سنتِ بیضاء محمدیہ اور صاف ستھرے طریقہ احمدیہ والا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ:- "نجات کا راستہ اہل سنت وجماعت (خدا تعالےٰ اُن کی کثرت کرے) کی اقوال و افعال و اصول و فروع میں پیروی کرنا ہے۔ پس بےشک فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے اور ان کے سوا دوسرے فرقے تباہی و بربادی کی زد میں ہیں اور ہلاکت کے کنارے پر پہنچے ہوئے ہیں، کوئی آج اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن کل روز قیامت اُسے ہر ایک جان لے گا۔ لیکن اس وقت کا جاننا فائدہ نہ دے گا۔ اے اللہ ہمیں اس سے قبل خبردار کر دے کہ موت آکر ہمیں خبردار کرے۔" آمین (مکتوبات ج ۱ صفحہ ۰۰ طبع ترکی)

تین اہم فریضے پھر مکتوب نمبر ۱۷ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر تین اہم فریضے عائد ہوتے ہیں۔

"سب سے پہلے ہر مسلمان کہلانے والے پر فرض ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے خیالات وافکار کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کرلے اور دوسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ اس فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے مجتہدین کی آراء وافکار کے مطابق احکام شرعیہ پر عمل کرے اور تیسرا فریضہ یہ ہے کہ اپنے دل کو اس فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے صوفیہ کرام کے طریقہ کے مطابق پاک کرے اور اپنے آپ کی اصلاح کرے اور اپنے آپ کو سنوارے اور اس آخری رکن کی فرضیت استحسانی (زائد) ہے پہلے دو فرائض کے برعکس، کہ وہ دونوں پہلے ایسے رکن ہیں کہ اسلام کی بنیاد ان دونوں رکنوں کے ساتھ مربوط ہے۔

الخ (ج ۱ ص ۱۵۷/۱۵۸)

پھر فرماتے ہیں ۷۳ فرقوں میں سے جنتی فرقہ اہلسنت وجماعت ہے اور باقی فرقے دوزخی ہیں اور قابل مذمت۔ فرقہ ناجیہ علماء اہلسنت وجماعت ہیں۔

(ج ۱ ص ۱۶۷ مکتوب نمبر اسی)

پھر مکتوب نمبر ۲۱۳ میں فرماتے ہیں کہ

" علماء اہلسنت وجماعت ہی فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) ہیں ان کی متابعت وپیروی کرنا چاہیئے اور غیر سنی علماء، علماء سُو (گمراہ علماء) ہیں جو علم کو ذلیل دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے پھرتے ہیں (محض دنیوی مفاد کے لئے اپنے عقائد چھوڑ دیتے یا عقائد میں ڈھیلے جلتے ہیں۔) (ج ۱ ص ۲۴۲)

فرقہ ناجیہ اور جماعت امام احمد اور امام ابوداؤد نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

وان ھذہ الامۃ ستفترق علی ثلث وسبعین فرقۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۷۵)

اور بے شک یہ اُمت عنقریب ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتر دوزخ میں ہیں اور ایک جنت میں اور وہ (جنتی فرقہ) جماعت اہلسنت ہے۔

اور واضح ہو کہ بہتر فرقوں کا دوزخ میں جانا عقائد کی خرابی سے ہوگا۔ اور وہ سب کے سب یعنی ان کا ہر ایک فرد دوزخ میں جائے گا۔ اور اہل سنت کے بعض گناہگار غیر تائب عملی کوتاہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور عقائد کی خرابی کا عذاب عمل کی خرابی سے زیادہ سخت ہوگا۔ اور اگر اعتقاد کی خرابی کفر کی حد تک ہوگی جیسے روافض (شیعہ) ومرزائی اور دہابیہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گستاخیاں اور بےادبیاں کیں۔ اور ضروریات دین کے منکر ہوئے وہ کفر وارتداد کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(اعاذنا اللہ من شرورھم)

فرقۂ معتزلہ

فرقۂ معتزلہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ انہوں نے یہ نیا عقیدہ گھڑا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ تو مومن رہتا ہے۔ اور نہ ہی کافر ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کو جب ان کے اس عقیدہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "هٰؤُلَاءِ اعْتَزَلُوْا"، یعنی یہ لوگ اجماعِ اسلام سے کنارہ کش ہو گئے، جب سے ان کا نام "معتزلہ"، رکھا گیا، یعنی مسلمانوں کے ایک اجماع اور متفق علیہ عقیدہ سے منحرف ہونے والے کیونکہ صحابہ و تابعین کا اسبات پر اجماع و اتفاق چلا آ رہا تھا۔ کہ مکلف (انسان ہو جن) یا مومن ہے یا کافر، ان کا یہ عقیدہ اس اجماع کے خلاف تھا، (کما فی مذاہب الاسلام صفہ ۱۰۱) شرح عقائد میں ہے، کہ اس مذہب کا بانی واصل بن عطاء حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا، تو جب اس نے اہل اسلام کے اجماعی و متفق علیہ عقیدہ کے برعکس یہ نیا عقیدہ اختیار کیا تو امام صاحب نے اسے یہ کہکر "اِعْتَزِلْ عَنَّا"، کہ ہم سے الگ ہو جاؤ، دور ہو جا، تو وہ اور اس کے ہم عقیدہ لوگ فرقۂ معتزلہ کے نام سے موسوم و مشہور ہو گیا (شرح عقائد طبع مصر صفحہ ۲۰) نیز فرقۂ معتزلہ کے لوگ جہاں اس اجماعی مسئلہ سے منحرف ہوئے وہاں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے بھی قائل ہوئے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھنے لگے، اس لئے یہ لوگ شیعہ بھی ٹھہرے، مولانا نجم الغنی فرماتے ہیں "یہ بات بہت کم ہے، کہ کوئی شخص معتزلی ہو اور شیعہ نہ ہو (مذاہب الاسلام صفہ ۱۰۲) علاوہ ازیں ان کی گمراہی میں سے ایک یہ بات بھی ہے، کہ یہ اولیاء اللہ کے لئے علمِ غیب نہیں مانتے، جب کہ اہلسنت انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے علاوہ مگر ان کے وسیلہ سے اولیاء کے لئے بھی علم غیب مانتے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۳۰ صفہ ۱۶۸/۱۶۹ تحت آیت فلا یظهر علی غیبه احدا و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۷ صفہ ۱۱۸ تحت

آیت عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الاھو) لیکن معتزلہ نے اپنا نام "اصحاب العدل والتوحید" رکھا یعنی عدل و توحید والے (شرح عقائد صفحہ ۲)

فرقہ شیعہ

فرقۂ شیعہ کا عقیدہ ہے، کہ حضرت علی و دیگر ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام نبیوں اور رسولوں سے بہتر اور بلند درجہ رکھتے ہیں چنانچہ شیعہ فاضل نعمۃ اللہ موسوی انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد صفحہ ۲۱) اور اہلسنت کے نزدیک یہ عقیدہ کفر ہے، کیونکہ اس میں انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کی توہین ہے، اور توہین انبیاء کفر ہے۔ اسی طرح یہ لوگ سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان تینوں نے ناجائز طور پر اور جبر و زیادتی کے ذریعے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ درحقیقت حضور کے بعد کسی فصل کے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حقدار خلافت ہونے کی وجہ سے خلیفہ تھے اور ان سے پہلے کے تینوں خلفاء ظالم اور غاصب تھے، اس لئے یہ لوگ ان تینوں بزرگوں کی توہین و تنقیص کو نہ صرف جائز ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ اسے ثواب اور ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جسے یہ اپنی اصطلاح و محاورہ میں تبری کہتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں تولی اور تبری دونوں جزو ایمان ہیں، تولی کے معنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے محبت کرنا اور تبری سے مراد خلفاء ثلاثہ اور ان کے ماننے والوں سے اظہار نفرت و عداوت ہے۔ اور ایمان و اسلام کے مصداق میں فرق کرتے ہیں جو دل میں اخلاص و سچائی رکھتا ہو، اسے مؤمن کہتے ہیں اور جو بظاہر ایمان کا مدعی ہو، مگر دل میں کفر رکھتا ہو، اسے یہ لوگ "مسلم" یا "مسلمان" کہتے ہیں۔ جس کے دوسرے معنی منافق کے ہیں۔ اس لئے شیعہ لوگ اپنے آپ کو مؤمن اور غیر شیعہ کو مسلم کہتے ہیں۔ نیز قرآن کریم کو بھی ناقص کہتے ہیں، اور رجعت کے بھی قائل ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے قریب دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور تقیہ کے بھی قائل ہیں۔ یعنی دل میں جو کچھ ہو زبان سے اس کے برعکس ظاہر کرنا۔ بلکہ تقیہ کو دین کی روح رواں قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ

اپنی اذانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں، کہ وہ بلافصل خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یعنی خلفاءِ ثلاثہ خلیفے نہ تھے۔ بلکہ جھوٹے تھے۔ (معاذ اللہ) شیعہ مذہب کا بانی دراصل عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یہودی تھا پھر مکاری سے مسلمان ہو کر شیعہ مذہب کا بانی بنا۔

فرقۂ خوارج

فرقۂ خوارج جنہیں خارجی بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باغی ہو گئے تھے اور ان کو بُرا کہنے لگ گئے، اور حضرت معاویہ کے بھی خلاف ہو گئے۔ جب دونوں بزرگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو اپنے درمیان حکم مقرر کیا اور طے کیا کہ یہ دونوں حکم جو حکم دیں گے۔ دونوں فریق اسی پر عمل کریں گے تو فرقۂ خارجیہ نے دونوں بزرگوں پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگا دیا کہ یہ قرآن اور اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہو گئے، کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے " إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ " کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں، اور علی و معاویہ نے غیر اللہ کو حکم مان کر شرک کیا ہے۔ اور مرتد ہو گئے، مسلمانوں پر یہ پہلا فتویٰ مشرک ہونے کا خارجیوں نے صادر کیا اور آج ان کی سنت پر چلتے ہوئے۔ فرقہ وہابیہ (خواہ دیوبند کے وہابی ہوں یا نجد کے) سُنّی مسلمانوں پر شرک کے فتوے صادر فرماتے ہیں۔ خارجیوں کے اس شرک کے فتویٰ کی تفصیل ملاحظہ ہو، البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر اور الکامل امام مبرد و دیگر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ نیز خارجی لوگ ہر ایسے مسلمان کو جس سے گناہ کبیرہ سرزد ہو، کافر اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ٹھہراتے ہیں (الملل والنحل شہرستانی)

نواصب

نواصب یا ناصبی وہ فرقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں توہین و تنقیص کرتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو برحق اور جنتی کہتے ہیں۔ خارجیوں اور ناصبیوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے

کہ خارجی ان تمام صحابہ کرام کو جن کے درمیان لڑائیاں ہوئیں کا فر قرار دیتے ہیں۔ جیسے حضرت علی و معاویہ و عمرو بن عاص و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور ناصبی فرقہ حضرت علی اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت رکھتا ہے (مذاھب الاسلام)

فرقہ مرزائیہ یا قادیانیہ

مرزا غلام احمد قادیانی جو ۱۹۰۹ء کو فوت ہوا، اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اس کے ماننے والے مرزائی یا قادیانی کہلاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی ان کے کفار و مرتدین ہونے کا فیصلہ صادر کیا تھا تاہم علماء دین تو پہلے ہی سے اس کو اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو کافر و مرتد کہہ چکے تھے

فرقہ پرویزیہ

یہ فرقہ غلام احمد پرویز کا پیروکار ہے یہ حال ہی میں فوت ہوا۔ یہ منکر حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ شریعت کی تعبیر کا حق ملک کی پارلیمنٹ کو دیتا تھا۔ جو سمجھ میں آتا اسی کو مانتا تھا اور جو سمجھ میں نہ آتا، اسے نہ مانتا خواہ اس کے دلائل کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہوں، اپنے مطلب کی حدیثیں مانتا تھا اور ان کے حوالے دیتا تھا۔ اور خلاف مطلب حدیثوں کا منکر تھا، ان کو ضعیف یا موضوع یا قرآن کے خلاف قرار دیکر رد کر دیتا تھا۔ اسی ذہنیت کے بہت سے لوگ اب بھی موجود ہیں، جن میں سے پروفیسر طاہر القادری بھی ہیں۔ محمد حنیف ندوی جو فوت ہو گئے، یوسف گورایہ، امین احسن اصلاحی، جاوید غامدی وغیرہم یہ سب قریب قریب ذہنیت رکھتے ہیں۔ اور حدیث و سنت اور اجماع کے معاملہ میں اسلاف کے نظریات سے ہٹ چکے، اور راہ حق سے بھٹک کر رہ گئے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ چکڑالوی اور اس کے فرقہ کے لوگ بھی سنت کے منکر ہیں۔ لیکن شاید دوسرے لوگ تو کچھ اس قدر خطرناک نہیں جس قدر پروفیسر طاہر القادری اہلسنت کے لئے خطرناک ہے۔ کہ وہ پیر پرستی، میلاد النبی اور تصوف اور عشق رسول کا نعرہ بلند کر کے سادہ لوح سینوں کو فریب دیئے ہوئے تھے۔

دیوبندی عقائد

خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ہر بُرا کام کر سکتا ہے

۱۔ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ بلکہ ہر بُرا کام کر سکتا ہے۔

" امکانِ کذب، بہ ایں معنیٰ کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر بہ اختیار خود اس کو نہ کرے گا،

(فتاویٰ رشیدیہ جناب گنگوہی صاحب ص۸۴ طبع کراچی)

۲۔ "خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوعِ خلافِ وعید ہے جس کو صاحبِ براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں، صورت کذب ہے۔ اس کی تحقیق میں طول ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے ——— کذب داخلِ تحت قدرت باری تعالیٰ ———

کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جَلَّ وَعَلیٰ ہے۔ کیوں نہ وَھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص۹۲ طبع کراچی)۔

دیوبند کے مولا و مرشد جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی مصدقہ و جناب انبیٹھوی کی مؤلفہ کتاب براہین قاطعہ میں ہے۔

۳۔ "مسئلہ خلافِ وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے، "امکان کذب" کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں (ص۶)

پھر انبیٹھوی صاحب مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ پر طعن کرتے ہوئے کہ انہوں نے امکانِ کذب کا رد کیا تھا، لکھتے ہیں۔

۴ - "اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کذب باری تعالےٰ کو ناممکن کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا۔" صفحہ ۶

یعنی تیرھویں صدی کے اہلِ بدعت (دیوبندی وہابی سنی علماء کو اہلِ بدعت یا مبتدعین کہتے ہیں، بمطابق محاورہ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) خدا تعالےٰ کے حق میں یہ عقیدہ رکھ کر، کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا، جھوٹ سے بالذات پاک ہے، قادر مطلق کی عاجزی کا اقرار کر رہے ہیں اور " اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے برعکس اپنا مسلک ٹھہرا لیا ہے۔

پھر براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں :-

۵۔ اور مؤلف انوار ساطعہ (یعنی مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ) اس پر افسوس نہیں کرتا (کہ اس نے علماء دیوبند کا سا عقیدہ کیوں نہ اختیار کیا) اور امکانِ کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اس پر طعن کرتا ہے۔" (ص ۳)

۶۔ پھر یہی انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

" (خدا تعالےٰ وعدہ خلافی کر سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ خلاف وعدہ کے قدرت میں داخل ہونے سے کذب کا داخلِ قدرت ہونا لازم آتا ہے بلکہ حدیث میں مصرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافِ وعدہ وعہد کو کذب سے تعبیر کیا، چنانچہ قصۂ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں جو ان کو شیطان لعین کے ساتھ غلہ صدقہ میں پیش آیا الخ (ص ۲۷)

پھر لکھتے ہیں (براہین قاطعہ دیوبند)

۷۔ " اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی محدثات و ممکنات خواہ برے ہوں یا

اچھے سب اس کی قدرت میں ہیں (ص۹۰ ج۱)

اس کے واضح معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالیٰ ہر برا کام کر سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

علماء دیوبند کے مولا و مرشد اور ان کے حضرت جناب محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند خلیفہ و مرید گنگوہی صاحب۔ اپنی کتاب "الجہد المقل" میں لکھتے ہیں۔

۸۔ "صدق و کذب کلام لفظی صفات افعال میں داخل ہے۔" (ص۷۶ ج۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام لفظی کا سچا اور جھوٹا ہونا خدا تعالیٰ کی صفات فعلیہ میں داخل ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

پھر لکھتے ہیں:-

۹۔ صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہیں۔" (ص۸۱ ج۱)

وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آدم کو نہیں بھیجا۔ اسی طرح پھر اسی الجہد المقل میں لکھتے ہیں۔

۱۰۔ قضیہ غیر واقعی کا عقد و اصدار قدرت باری تعالیٰ جل سلطانہ میں داخل ہے۔"

(ص۴۴ جلد ۱)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی وہ دیدہ دانستہ ایسا جملہ بول سکتا ہے، جو واقعہ کے برعکس ہو مثلاً یہ واقعہ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا یہ واقعہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بات کہہ سکتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت نہ کی یا اس نے خدا کی نافرمانی نہ کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ وتعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا موصوف خود بھی ایک مثال دیتے ہیں۔

۱۱۔ "مثلاً حالت قعود زید (زید کے بیٹھے ہونے کی حالت) جناب باری تعالیٰ کو اس کے قعود (بیٹھنے) کا علم تام ضروری ہے اور قضیہ زَیۡدٌ قَائِمٌ (زید

کھڑا ہے) کے خلاف واقع ہونے کا پورا پورا انکشاف ہے مگر باوجود اس کے بالقصد والاختیار جملہ زید قائم (زید کھڑا ہے) کا منعقد فرمانا اور لباس حروف والفاظ عطا کر کے ملائکہ وعباد پر نازل کردینا ایزد متعال (اللہ تعالٰے) کی قدرت قدیمہ میں داخل ہے"۔

(الجہد المقل ص۴۱ ج۱)

پھر لکھتے ہیں :-

"خلاصہ یہ نکلا کہ مابہ النزاع بین الفریقین امکان کذب فی الکلام اللفظی ہے امکان کذب فی العلم ہرگز نہیں"۔ (الجہد المقل ص۴۲ ج۱)

یعنی علماء دیوبند و علماء اہلسنت میں اس بات پر اختلاف ہے کہ خدا تعالٰے کا کلام لفظی جھوٹا ہوسکتا ہے یا نہ علماء اہلسنت کہتے ہیں نہیں ہوسکتا اور علماء دیوبند کہتے ہیں ہوسکتا ہے لیکن کذب فی العلم کو کوئی ممکن نہیں مانتا۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ علمائے دیوبند اس عقیدہ کا واضح اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالٰے کا کلام جھوٹا ہوسکتا ہے اور اس کی خبر بھی خلاف واقعہ اور جھوٹی ہوسکتی ہے۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا عقیدہ کہ خدا جھوٹ سکتا ہے۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا عقیدہ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں (نام نہاد اہلحدیثوں) کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے معروف رسالہ "یک روزہ" میں لکھا ہے کہ خدا تعالٰے جھوٹ بول سکتا ہے۔ لہٰذا فرشتوں اور نبیوں پر نازل ہونے والا کلام الہٰی جھوٹ ہوسکتا ہے ورنہ بندہ کی طاقت خدا تعالٰے کی طاقت سے بڑھ جائے گی۔

مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقائے	خلاف واقعہ خبر دینا (جھوٹ بولنا)
آں بر ملائکہ انبیاء خارج از قدرت	اور اسے فرشتوں اور نبیوں پر
الہٰیہ نیست والا لازم آید کہ	نازل کرنا اللہ تعالٰے سے سرزد

قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی	ہو سکتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان
باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع	کی طاقت اللہ تعالٰی کی طاقت سے
والقاء آں بر مخاطبین در قدرت	بڑھ جائے، کیونکہ اکثر انسان خلاف
اکثر افراد انسانی است	واقعہ خبر (جھوٹ) مخاطبین (سامعین)
(یکروزہ صـ۱۷)	کے آگے بول سکتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی علماء دیوبند اور غیر مقلدوں کے پیشوا کی دلیل قارئین نے سُن لی کہ اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالٰی جھوٹ نہیں بول سکتا اور فرشتوں اور پیغمبروں پر جھوٹ پر مبنی کلام نازل نہیں کر سکتا۔ تو انسان کی طاقت اللہ تعالٰی کی طاقت سے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ اکثر انسان دوسرے انسانوں کے آگے جھوٹ بول سکتے ہیں، اسی لئے مولوی محمود حسن جہد المقل اور خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں کہہ چکے۔ اور اوپر حوالے بھی گذر چکے، کہ اس میں جھوٹ کی کیا تخصیص ہے، اللہ تعالٰی برا کام کر سکتا ہے۔ قارئین غور فرمائیں۔ ہر برا کام کر سکتا ہے۔" کے جملہ میں کونسی برائی نہیں آتی، زنا، چوری، شراب خوری، ظلم و تعدی وغیرہ وغیرہ من القبائح الخبیثۃ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

کیا ہم ڈاکٹر پروفیسر اور علامہ ایسے القاب کے حامل طاہر القادری سے سوال کر سکتے ہیں کہ جناب یہ جو فرما رہے ہیں کہ

"تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں۔"
(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے صـ۵۹)

کیا اللہ تعالٰی کی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ اُسے تمام عیوب و نقائص سے پاک اعتقاد کرنا ضروری نہیں، اگر نہیں تو قرآن میں جو اللہ تعالٰی کی صفت "سبحان اور قدوس" آئی ہے اس کا کیا مطلب ہے اور اگر اُسے عیوب و نقائص سے پاک اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ تو اللہ تعالٰی سے جھوٹ بلکہ تمام برے کاموں

کے سرزد ہونے کو ممکن ماننے کے باوجود تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی
و اعتقادی قدریں سب کس طرح بھیڑیں ۔

امکان کذب کی دلیل اور اس کا جواب

مولوی اسمٰعیل دہلوی یکروزہ میں لکھتے ہیں :۔

کذب مذکور منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر است (صـ۱۷)	کہ کذب باری تعالیٰ اس کی حکمت و دانائی کے خلاف ہے لہٰذا یہ ممتنع بالغیر ہے ۔

اور اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ :۔

امتناع بالغیر داخل قدرت الٰہیہ است ۔	ممتنع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے ۔

(یکروزہ صـ)

اور یہ بھی فرمایا چکے ۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر نہ مانا جائے تو عجز و کمزوری لازم آئے گی اور بندے کی قدرت اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی ۔ جبکہ یہ بالکل غلط ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کذب کی نسبت اگر خدا تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کو ہم اہلسنت محال بالذات قرار دیتے ہیں ۔ یعنی کذب باری تعالیٰ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی ممتنع بالغیر بلکہ محال بالذات ہے ۔ اور ہاں اگر تنزلاً اسے بالغرض ممتنع بالغیر مان لیا جائے تو بھی ممتنع بالغیر پر قدرت نہ ماننے سے اللہ تعالیٰ کی عاجزی ثابت نہیں ہوتی ، چنانچہ خیالی شرح شرح عقائد میں ہے کہ

ان عدم القدرة بناء علی الامتناع بالغیر لیس بعجز فانه	امتناع بالغیر کی بنا پر قادر نہ ہونا عجز نہیں ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

تعالیٰ لا یقدر علی اعدام المعلول مع علتہ التامۃ	علت تامہ کے باوجود معلول کو معدوم کرنے پر قادر نہیں۔

(ص۷۶)

علامہ خیالی علیہ الرحمۃ نے گروہ وہابیہ، دیو بندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی و محمود حسن مدرس اول مدرسہ دیو بند کے اس توہم کا کامل ازالہ کردیا کہ جھوٹ چونکہ ممتنع بالغیر ہے اور ممتنع بالغیر تحت قدرت ہوتا ہے اگر اسے تحت قدرت نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز و ضعف لازم آئے گا۔ علامہ نے واضح فرمادیا کہ ممتنع بالغیر پر قدرت نہ ہونے سے کوئی عجز و ضعف لازم نہیں آتا۔ جیسے علت تامہ کے وجود کی وجہ سے معلول کا معدوم کرنا ممتنع لغیرہ ہے اور یہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں، اُسے کوئی بھی عجز قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ عجز، ممکنات محضہ پر قدرت نہ ہونے کو کہتے ہیں چنانچہ حاشیہ خیالی میں علامہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

ان عدم القدرۃ علی الممتنع بالغیر لیس بعجز لانہ لیس محلا للقدرۃ اذھی یتعلق بالممکنات الصرفۃ الا یری انہ تعالیٰ لا یقدر علی اعدام المعلول مع وجود علتہ التامۃ۔	بلاشبہ ممتنع بالغیر پر قادر نہ ہونا عجز نہیں ہے۔ کیونکہ ممتنع بالغیر قدرت کا محل نہیں ہے، کیونکہ قدرت ممکنات محضہ سے متعلق ہوتی ہے کیا یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ اللہ تعالیٰ علت تامہ کے ہوتے ہوئے معلول کے معدوم کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

(حاشیہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی ص۸)

الحمدللہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ نے تو دیو بندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کی جہالت کو بے نقاب کر ڈالا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں (دیو بندیوں

اور غیر مقلدوں) نے اپنے عقائد کی عمارت کسی بنیاد کے بغیر محض ہوا پہ ہی کھڑی کر رکھی ہے اور یہ کہ ان کے عقائد مسلمانِ اہلسنت کے قطعاً خلاف و برعکس ہیں۔

علماء دیوبند کے مرشد گنگوہی صاحب کا عقیدہ کہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ سرزد ہو گیا

عام وہابیہ تو امکانِ کذب کے قائل تھے ہی لیکن جناب اسمٰعیل دہلوی کے مقلد و متبع جناب رشید احمد گنگوہی صاحب نے تو امکانِ کذب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے وقوعِ کذب کو بھی تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ان سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ شخص جو وقوعِ کذب باری کا قائل ہے۔ اس کا کیا حکم ہے تو موصوف نے اس کو گمراہ و فاسق و کافر کہنے سے منع کیا اور ساتھ ہی وقوعِ کذب کے معنی کے درست ہونے کی تصریح بھی کر دی۔

چنانچہ رسالہ "صیانۃ الناس" مطبوعہ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں جناب رشید گنگوہی صاحب کی مہر بھی تھی، علامہ زمان مولانا نذیر احمد خاں محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پاس تھا وہ اپنی کتاب "امطار الحق" میں لکھتے ہیں کہ

"مولوی رشید احمد گنگوہی نے خود وقوعِ کذب کے معنی درست ہونے کی تصریح کی چنانچہ رسالہ صیانۃ الناس مطبوعہ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا ان کی مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے، اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے۔

"بعض علماء وقوعِ خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں خلافِ واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے۔ گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو مستلزم ہے اگر انسان

ہو گا تو حیوان بالضرور ہو گا۔ لہٰذا وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو پس بناءً علیہ اس ثالث کو (جس نے اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والے دو فریقوں کے درمیان بطور ثالث کے وقوعِ کذب کا قول کیا) کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیئے۔

(امطار الحق صفحہ ۳۰ - ۴۱ طبع بمبئی ۱۳۱۴ھ)

دیوبندیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام بھی جھوٹ سے خالی نہیں

دیوبند کے مولا و مرشد جناب گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ کذب عام ہے اور وعدہ و وعید اور خبر خاص اور کذب کے انواع ہیں، جب وعدہ و وعید اور خبر کذب کے انواع ہوئے تو کذب، وعدہ و وعید اور خبر کی جنس ہوا اور جنس اپنی نوع کی جزء ہوتی ہے، جب کذب جنس خبر ہوا تو وعدہ و وعید اور خبر کی ماہیت میں داخل ہوا تو دیوبند کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہر وعدہ و وعید اور خبر میں کذب داخل ہوا (نعوذ باللہ من ذٰلک) جیسے حیوان اپنے تمام انواع کی ماہیت میں داخل ہیں اور جناب گنگوہی نے اہل معقول کی اصطلاح اور ان کے مسلک کے مطابق کذب کو جنس اور وعدہ و وعید اور خبر کو انواع قرار دیا۔ اسی لئے یہ مثال دی کہ انسان ہو گا تو حیوان ضرور ہو گا۔ پس گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ و وعید اور خبر کذب سے خالی نہیں ہے بلکہ کذب سے خالی ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جب کذب وعدہ و وعید اور خبر کا جنس و جزء ہوا تو وعدہ و وعید اور خبر کا جنس و جزء کے بغیر پایا جانا محال ہے، چنانچہ خود گنگوہی صاحب نے کہہ دیا کہ انسان ہو گا۔ تو حیوان ضرور ہو گا۔ جس سے واضح ہے کہ انسان کا حیوان کے بغیر پایا جانا محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید اور خبر میں کذب کا پایا جانا

ضروری ہوا تو اس کے وعدہ وعید اور خبر میں اس کا صدق جو کذب کی نقیض ہے محال ہو گیا۔ کیونکہ ایک ہی محل میں دو نقیضوں کا جمع ہونا محال ہے تو علماء دیوبند کے پیرو مرشد اور ہادی و قطب رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے وعیدیں اور خبریں جھوٹی ٹھہریں۔ (نعوذ باللہ من ذلک وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)
اور گنگوہی صاحب کے شاگرد و مرید و خلیفہ جناب محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند بھی اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرماتے ہیں۔
خلف وعدہ و وعید منجملہ افراد کذب ہیں۔ اس کے چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں۔ "خلف مذکور کذب کی فرد ہے جس سے کذب کا مقدور باری ہونا ظاہر ہوتا ہے۔"

(ملاحظہ ہو الجہد المقل ج۔۱ صفحہ)

اس میں محمود حسن صاحب نے خلف وعدہ و خلف وعید کو کذب کے افراد قرار دیا یعنی کذب نوع ہوا اور خلف وعدہ و وعید اس کے افراد ہوئے اور قاعدہ یہ ہے کہ کوئی فرد اپنی نوع کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ نوع اپنے افراد کی ماہیت کا عین ہوتی ہے۔ تو جب خلف وعد اور خلف وعید ان کے بقول ممکن ہوئے تو کذب بھی ممکن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ اگرچہ جھوٹ ظلم وغیرہ بڑے کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں وہ کر سکتا ہے مگر کرے گا نہیں (الجہد المقل ج۔۱ صفحہ)
اور یہی معتزلہ کا مذہب ہے۔ مرید تو امکان کی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ لیکن پیرو مرشد گنگوہی صاحب، امکان امکان کرتے کرتے "وقوع کذب باری تعالیٰ" کا عقیدہ اختیار کر لیا۔

اور یہ عقیدہ فرمان خداوندی "ومن اصدق من اللہ قیلا" آیت قرآن مجید کے برعکس اور کفر ہے، کس قدر افسوس ہے علماء دیوبند پہ کہ امکان امکان کرتے کرتے وقوع کذب کے قائل ہو گئے اور تصریح کر دی کہ "وقوع کذب کے معنی درست

ہوگئے ۔" یہ کفر و گمراہی وہابیوں کے امام ہندی جناب اسمٰعیل دہلوی کی تقلید و پیروی کے باعث علماء دیوبند میں آئی ۔ اس کے بعد ان کی علمیت و تحقیق پر صد افسوس جو ان عقائد کے باوجود اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کو محض فروعی قرار دیتے پھر رہے ہیں۔

عقائد علماء دیوبند میں عقیدہ معتزلہ وغیرہ کی ملاوٹ

علماء دیوبند کے عقائد کا بغور و بہ تحقیق مطالعہ کرنے سے علماء اہلسنت اس نتیجہ پر پہنچے ہیں بلکہ ہر سمجھدار اور ہر دانشور اس نتیجہ پہ پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علماء دیوبند کے عقائد میں بہت سے ان فرقوں کے عقائد کی آمیزش اور ملاوٹ ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی رُو سے بہتر کی تعداد میں جہنمی اور دوزخی ہیں۔ اور اہلسنت کے مقابلہ میں اُن کی ہر بات کی کڑی ان بہتر جہنمی فرقوں میں سے کسی نہ کسی سے جا ملتی ہے۔ مثال کے طور پر وہابی عقائد کی آمیزش ہی نہیں مکمل طور پر انہیں وہابی عقائد سے اتفاق ہے، چنانچہ جناب گنگوہی صاحب کے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے گذرا۔ ان کے علاوہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ کہ خدا تعالےٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بلکہ ہر برا کام کر سکتا ہے یہ اُن کی معتزلہ کے عقائد سے موافقت و مطابقت ہے، کیونکہ یہی عقیدہ معتزلہ کا ہے، چنانچہ امام علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ الباری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

انه لا یوصف الله تعالیٰ بالقدرة علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرة وعند	بے شک اللہ تعالےٰ کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ظلم پر قادر ہے۔ کیونکہ محال تحت قدرت

المعتزلة انه يقدر ولكن لا	نہیں اور معتزلہ کے نزدیک
يفعل (شرح فقہ اکبر ص۱۳۸ طبع مصر)	وہ ظلم پر قادر ہے۔ لیکن کرے گا نہیں۔

الحمدللہ امام علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ الباری نے واضح فرمایا کہ ظلم پر قدرت کا عقیدہ معتزلہ کا عقیدہ ہے اہلسنت کا نہیں اور علماء دیوبند نے مسلک اہلسنت کو چھوڑ کر معتزلہ کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے

محمود حسن دیوبندی کی بددیانتی

قارئین علماء دیوبند کی بددیانتی بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ محمود حسن صاحب دیوبندی مدرس اول دیوبند و شاگرد رشید احمد گنگوہی نے جہد المقل میں علامہ خفاجی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

قال المحقق هو لا يفعل	محقق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم
الظلم لمنافاته الحكمة لا	نہیں کرے گا۔ کیونکہ ظلم اس کی
القدرة الخ	حکمت کے خلاف ہے۔ قدرت
(جہد المقل ج ۱ ص۳۶)	کے خلاف نہیں۔

اسی عبارت سے محمود حسن صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کوئی اہلسنت کے محقق ہیں جو عقیدۂ اہلسنت بیان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس لئے ظلم نہیں کرے گا کہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ قدرت کے خلاف نہیں۔ یعنی وہ اس پر قادر ہے کہ کسی پر ظلم کرے۔ جبکہ امام خفاجی کی مراد "محقق" سے علامہ امام زمخشری معتزلی ہے، جو فرقہ معتزلہ کا امام و محقق ہے اس کا اہل سنت سے تعلق نہیں۔ اور علامہ امام خفاجی نے اس کے بعد مسلک اہل سنت اس کے برعکس بتایا جسے محمود حسن صاحب نے چھوڑ دیا۔ (ملاحظہ ہو

(حاشیہ خفاجی علی البیضاوی ج ۳ ص ۱۳۶/۱۳۷)

اور یہی عبارت جسے معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام خفاجی نے نقل کیا بعینہ تفسیر کشاف میں موجود ہے ملاحظہ ہو۔

وانه لا يفعل لاستحالته في الحكمة لا لاستحالته في القدرة	یعنی اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کی حکمت میں محال ہے۔ اس کی قدرت میں محال نہیں ہے۔

(تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۲۷)

علماء دیوبند پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لوگوں کو دھوکہ دیتے اور گمراہی کے پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں، اس سلسلے میں بڑی بد دیانتی سے بھی باز نہیں آتے، جناب طاہر القادری اور محترم جسٹس صاحب کی حالت بھی قابل رحم ہے جو ان اختلافات کو فروعی قرار دے رہے ہیں، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی شان تقدیس کے ساتھ ہے گویا خدا تعالیٰ کے کذب کا امکان بلکہ اس کا وقوع بھی ان کے نزدیک فروعی مسئلہ ہے۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

ارشاد علامہ احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ

قارئین کرام، اس سلسلے میں علامہ امام احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے علماء دیوبند کے اس عقیدۂ فاسدہ کے بارے میں فرمایا۔

"اہلسنت کہتے ہیں کہ کذب کے تحت قدرت باری تعالیٰ ہونے سے بندوں کے جھوٹ کی تخلیق اور اس کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے پر قدرت خداوندی کا ہونا مراد ہے یا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود صفت کذب سے متصف ہو سکتا ہے۔ اگر پہلی

شق مراد ہے تو اس میں آج تک کسی سنی نے اختلاف نہیں
کیا۔ پھر یہ کہنا کہ امکان کذب کے مسئلہ میں شروع سے
ہی اختلاف رہا ہے باطل محض اور جہالت و ضلالت ہے
اور اگر دوسری شق مراد ہو تو اس سے بڑھ کر شان الوہیت
میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے متصف
بالکذب ہونے کو ممکن قرار دیا جائے اہل سنت کے نزدیک
ایسا عقیدہ کفر خالص ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

(الحق المبین صـ ۴۸)

لیجئے علامہ امام احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے عقیدۂ علماء دیوبند کو کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ نہ صرف گمراہی قرار دیا ہے بلکہ اُسے کفر خالص ٹھہرایا ہے۔ اب جناب طاہر صاحب جو اپنے آپ کو سُنی قرار دیتے پھر رہے ہیں پھر اِن اختلاف کو فروعی ٹھہراتے جا رہے ہیں واضح فرمائیں کہ فرقہ دیوبندی اہلسنت سے الگ فرقہ اور باقاعدہ ایک الگ مسلک ہوا یا نہ؟ پھر ان کا انٹرویو میں کہنا کہ "دیوبندی" کوئی فرقہ نہیں، طاہر صاحب کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنے ادارہ منہاج القرآن میں دیوبندی مسلک کے لوگوں کو ممبر بنانا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ ادارہ اہلسنت کا نہیں بلکہ گمراہی کا گڑھ ہے۔

علماء دیوبند معتزلہ کی طرح علم الہٰی کے منکر

دیوبندی حضرات کے مولا و مرشد جناب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید اور خلیفہ و جانشین جناب حسین علی ساکن واں بھچراں، ضلع میانوالی اور ان کے شاگرد غلام اللہ خاں راولپنڈی اور بعض دیگر علماء دیوبند نے معتزلہ کے اس عقیدہ کی کہ :-

" اللہ تعالےٰ کو اپنے بندوں کے کاموں کا پہلے سے علم نہیں ہوتا بلکہ بندوں کے کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کو ان کے کاموں کا علم ہوتا ہے۔" تائید و حمایت کر کے معتزلہ کی طرح علم الٰہی کے منکر ہو گئے۔ چنانچہ حسین علی صاحب اپنی تفسیر " بلغۃ الحیران " میں جو انہوں نے اپنے شاگرد غلام اللہ خاں راولپنڈی کو قلم بند کرائی ہیں، فرماتے ہیں۔

" اور انسان خود مختار ہے، اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ تعالےٰ کو پہلے سے کوئی بھی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ تعالےٰ کو ان کے کرنے کے بعد بعد معلوم ہوگا۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

" اور آیات قرآنیہ جیسا کہ ولیعلم الذین وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں " (تفسیر بلغۃ الحیران ص۱۵۷ - ۱۵۸)

یہاں یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ اس لئے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے کا قرآن و حدیث جس پر منطبق ہے اس کا انکار کیوں کر سکتا ہے؟۔
(الحق المبین ص۴۴)

جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایسی آیات کی تاویل کی گئی ہے۔ مثلاً علم بمعنی تمیز بھی کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج۲ ص۴۳)

حالانکہ اہلسنت کے نزدیک علم الٰہی کا منکر اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ امام علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں :۔

من اعتقد ان اللہ لا یعلم	جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالےٰ
الاشیاء قبل وقوعہا فھو کافر	چیزوں کو ان کے واقع ہونے

وان عد قائله من اهل البدعة — سے پہلے نہیں جیا تا دہ کافر ہے اگرچہ اس عقیدہ کا قائل اہل بدعت سے شمار کیا گیا ہو۔

(شرح الفقہ الاکبر ص۲۳ مصری)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے عقائد کفریہ ہیں اور اس اختلاف کو فروعی اختلاف شمار کرنا خود کفریہ عقیدہ اختیار کرنا ہے اور طاہر القادری وغیرہ جو ان اختلافات کو محض باہمی غلط فہمیاں یا محض تحریر و قلم کی فروگزاشت اور بے احتیاطی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دانستہ یا نادانستہ کفریہ عقائد کی حمایت کر کے مسلک اہل سنت سے بیزاری یا بے خبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

علماء دیوبند مجسمہ فرقہ بھی ہیں

نیز علماء دیوبند کے عقائد میں جہاں معتزلیہ کفریہ عقائد کی آمیزش ہے وہاں فرقہ مجسمہ (جو اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں) کے عقائد باطلہ کفریہ کی آمیزش بھی ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امام ابن تیمیہ کو بھی اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں اور وہ مجسمہ فرقہ کی طرح خدا تعالیٰ کے جسم ہونے کا قائل بھی تھا، چنانچہ علامہ امام عبدالحلیم انصاری لکھنوی والد ماجد مولانا عبدالحی لکھنوی "القول الاسلم علی شرح السلم" میں فرماتے ہیں۔

رد علی قول ابن تیمیة من المجسمة حیث قال ان الله متمکن علی العرش وهو مکانه (القول الاسلم ص۳)

علامہ عبدالشکور بہاری علیہ الرحمۃ کا "لایحد" کہنا مجسمہ میں سے ابن تیمیہ کا رد ہے کہ اس نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عرش پر رہتا ہے اور وہ اس کی جگہ ہے۔

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں ابن تیمیہ اور اس کے

شاگرد ابن قیم کو گمراہ اور گمراہ کن ٹھہرایا ہے لیکن علماء دیوبند ان سے اپنا بزرگ قرار دیتے ہیں۔

علماء دیوبند شانِ قرآن کے منکر

قارئین کرام کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہو گا کہ علماء دیوبند شانِ قرآنِ کریم کے بھی منکر ہیں، مسلمانوں کے عام و خاص سب سمجھتے بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنا کلام یعنی قرآن کریم نازل کیا وہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کفار ایسا فصیح و بلیغ کلام لانے سے عاجز و قاصر ہو گئے۔ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت معجز انہ حد تک مسلم ہے لیکن علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم نے کفار کو اپنی فصاحت و بلاغت سے عاجز نہیں کیا تھا اور یہ کہ فصاحت و بلاغت سے عاجز کرنا علماءِ دیوبند کے نزدیک کوئی کمال بھی نہیں، چنانچہ دیوبندی علماء کے مولا و مرشد جناب رشید گنگوہی کے شاگرد و مرید و خلیفہ و جانشین جناب حسین علی صاحب اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں فرماتے ہیں۔

یہ خیال کرنا چاہیئے کہ کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت و بلاغت سے نہ تھا۔ کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء بلغاء کے نہیں آیا تھا اور یہ کمال بھی نہیں،" (بلغۃ الحیران ص ۱۲)

امام احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کا فرمان ذی شان

علامہ امام سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

"اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم نے یقیناً اپنی فصاحت و بلاغت سے کفار فصحاء عرب کو عاجز کیا تھا اور قرآن کی یہ شانِ اعجاز قیامت تک باقی رہے گی، جو شخص اس اعجاز قرآنی کا منکر ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو کمال نہیں سمجھتا وہ

ملحد، بے دین، خارج از اسلام ہے۔" (الحق المبین ص۶۸)

جناب طاہر القادری اور جسٹس صاحب جو ان اختلافات کو فروعی قرار دے رہے ہیں عبرت حاصل کریں کہ کیا فروعی اختلاف کی وجہ سے کسی کو ملحد و بے دین اور اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے؟

علماء دیوبند شانِ رسالت کے منکر اور مرزائیوں کے ہم عقیدہ ہیں

شانِ الوہیت اور شانِ قرآن کے انکار کے ساتھ ساتھ علماء دیوبند نے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں وہ سوءِ ادبیاں اور گستاخیاں کیں ہیں کہ آج تک کسی کافر کو بھی اس کی ہمت نہیں پڑی نیز انہوں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر بھی ہاتھ صاف کر ڈالا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے دعوائے نبوّت آسان بنا دیا بلکہ اس کے لئے راستہ کھول دیا چنانچہ۔

دیوبند کے بانی جناب نانوتوی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل شدہ کلام الٰہی "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں لفظ "خاتم النبیین" کے اجماعی معنی کا انکار کر دیا۔ جبکہ یہ معنی موجودہ چودہ سو سال سے مسلم و قطعی و اجماعی چلا آرہا تھا اور وہ معنی ہے "آخری نبی" جس کا انکار کیا گیا اور اسے عوام کا خیال ٹھہرایا گیا۔

ملاحظہ فرمائیے بانی دار العلوم دیوبند جناب محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی "خاتم النبیین" کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔

اور سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم
یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں
"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" فرمانا اس صورت میں
کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے"۔ (تحذیر الناس طبع دیوبند ص۳)

حالانکہ قرآن مجید میں جو لفظ "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" وارد ہوا۔ اس کا معنی جو چودہ سو سال سے منقول و متواتر چلا آرہا ہے وہ آخر النبیین "ہی ہے یعنی" آخری نبی" جو شخص اس کو محض عوام کا خیال قرار دیتا ہے وہ قرآن کریم کے معنی منقول و متواتر کا منکر ہے اور بانی دارالعلوم دیوبند نے اس معنی کا انکار اور دیگر دیوبندی علماء نے اس سے اتفاق اور اس کی حمایت کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔

خاتم النبیین کا من گھڑت معنی

اس کے بعد آپ جناب نانوتوی نے" خاتم النبیین" کا جو من گھڑت معنی کیا ہے۔ وہ یہ کہ

"آپ موصوف بہ وصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بہ وصف نبوت بالعرض، اوروں کی نبوت آپکا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔" (تحذیر الناس ص۴)

پھر لکھتے ہیں:

"بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض

(ص۵)

اب موصوف نے چونکہ" خاتم النبیین کا معنی ہی بدل ڈالا اور اس کا معنی یہ کیا کہ آپ

کی نبوّت بالذات اور دوسرے نبیوں کی بالعرض ہے اور اس کی مزید وضاحت بھی کر دی کہ آپ کی نبوت کی مثال سورج کی سی ہے، جس کا نور ذاتی ہے اور دوسرے نبیوں کی نبوت کی مثال ستاروں کی سی ہے، جن کا نور ذاتی نہیں بلکہ سورج ہی کے نور کا فیض ہے۔ اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ سب کے کمالات آپ میں جمع ہیں اور وہ کمالات کا سلسلہ آپ پر ختم ہو جاتا ہے۔ بایں معنی آپ خاتم النبیین ہیں۔" (صکا) اس کے بعد فرماتے ہیں۔

" قدرِ ضرورت پر اکتفاء کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاقِ خاتم اسبات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گزشتہ کا وصفِ نبوت میں حسبِ تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور، اور اگر اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلہ نبوّت بہر طور آپ پر منتہی (اختتام پذیر) ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم ممکن وللبشر ہی ختم ہو گیا۔ تو سلسلۂ علم و عمل کیا ہے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(تحذیر الناس ص ۱۳/۱۴)

قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ بانی دار العلوم دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی تسلیم نہیں کر رہے ہیں بلکہ مرتبہ و کمالات اور آپ کے وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہونے کے اعتبار سے آپ کو آخری مانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حضور کے زمانۂ اقدس میں کسی اور نبی کے فرض کئے جانے کو آپ کی ختم نبوّت کے

خلاف نہیں سمجھتے اور نہ ہی بعد میں کسی نبی کے فرض کئے جانے کو حضور کی شان خاتمیت کے منافی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اگر خاتمیت بمعنیٰ اوصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پہ آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ہیں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص۲۵)

لیکن اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ضرور فرق آئے گا۔ جیسا کہ لبفرض محال اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی دوسرا اللہ پایا جائے تو توحید باری تعالیٰ میں ضرور فرق آئے گا۔ جو شخص، اس فرق کا منکر ہے وہ توحید باری تعالیٰ کا بھی منکر ہے اور ختم نبوت کا بھی۔

علماء دیوبند کے عقیدے میں سات خاتم النبیین

قارئین :- بانئ دارالعلوم دیوبند نے "خاتم النبیین" کا جو گمراہ کن اور کفری معنی کیا اب بنا فاسد علی الفاسد کے طور پر اس پر مزید عمارتیں کھڑی کرتے چلے جا رہے ہیں، پہلے کہہ چکے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں بھی بالفرض کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کی خاتمیت میں فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کے نبی آپ کے ہی فیضان کے محتاج ہوں گے، چونکہ فیضان آپ کا ہی ہوگا اس لئے کہ وصف نبوت کیساتھ متصف بالذات اور کمالات و مرتبہ میں سب سے آخری نبی آپ ہی ہیں، اس لئے آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد کوئی اور نبی بھی ہوں تو آپ کی ختم نبوت میں فرق نہ آئے گا۔ اس کے علاوہ بانی دارالعلوم

دیوبند کے نزدیک روئے زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ چھ خاتم النبیین اور بھی ہیں اس طرح کل سات خاتم النبیین ہوئے۔ حالانکہ آج تک جملہ اہل اسلام کا متفق علیہ اور اجماعی و قطعی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ عرش الٰہی سے تحت الثریٰ تک، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کے درمیان واحد خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مگر بانی دارالعلوم دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ خاتم النبیین اور بھی مانتے ہیں (ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/ ۳۰/ ۳۱) لکھتے ہیں۔

" ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء خاتم ہیں پر ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم۔" (ص۳۱)

" ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے۔" (ص۳۱)

قارئین غور فرمائیں کہ کیا ختم نبوت فروعی مسئلہ ہے تو غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو اسلام سے کیوں خارج ٹھہرایا گیا ہے اور اگر اصولی ہے تو بانی دارالعلوم دیوبند اور اس کے پیروکار دیوبندی علماء کو کیوں مستثنیٰ کیا جائے، جناب طاہر صاحب اور محترم جسٹس صاحب اسے فروعی مسئلہ قرار دے کر اپنے ایمان و اعتقاد کی خبر لیں اور خدائے قدوس کے حضور پیش ہونے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لیں۔ پھر محترم جسٹس صاحب کا فرمانا کہ " نانوتوی صاحب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے منکر نہیں ہیں، خود ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ نانوتوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ خاتم النبیین اور بھی تسلیم کر رہے ہیں، پھر بھی مان لیا جائے کہ ختم زمانی پر یقین رکھتے ہیں ع ایں چہ بوالعجبی ست

علماءِ دیوبند کا عقیدہ کہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ)

قارئین! ان اختلافات کو فروعی اختلاف ٹھہرانے والوں کی نادانی پر تعجب آتا ہے۔ غور فرمائیے وہابیوں کے گروہ میں سے فرقہ دیوبندیہ کے بزرگ عالم جناب خلیل احمد انبیٹھوی شاگرد و خلیفہ، جناب رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۶ پر جو گنگوہی صاحب کی مصدقہ بھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُردو زبان علماءِ دیوبند سے معاملہ کر کے سیکھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہُوا۔" (ملخص) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوبند سے اُردو زبان سیکھنا اس مدرسہ کی اور اس کے علماء کی عظمت کی دلیل ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہے؟

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے اور اپنے انجام تک کا علم نہ تھا۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"شیخ عبدالحق (حدیث) روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" علماءِ دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی تنقیص کے لئے یہاں تک زور لگا رہے ہیں کہ جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔ چنانچہ یہاں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر بہتان لگا دیا۔ حالانکہ شاہ صاحب مدارج النبوۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک

کی وسعت بیان کرتے ہوئے مخالف کی طرف سے اعتراض بیان کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، پھر اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

"این سخنے اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ" کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور ایسی کوئی صحیح روایت نہیں آئی (مدارج نبوت ج:۱ صک)

پھر لکھتے ہیں:۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ (براہین قاطعہ ص۵۵)

علماء دیوبند نے اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ مانا پھر عجیب بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا محیط علم شرک قرار دیا۔ پھر اسی کو شیطان و ملک الموت کے لئے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اُسے قرآن و سنت کے نصوص و عبارات سے ثابت بھی مانا گویا شیطان و ملک الموت خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرے اور ان کا شریک ہونا قرآن و سنت سے ہی ثابت ہوا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں شیطان اور ملک الموت کو زیادہ علم والا ماننا، درج ذیل عبارت سے بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے۔

"اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں

ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔" (براہین قاطعہ ص۵۶)

حالانکہ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ فلاں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے وہ کافر ہو گیا چنانچہ آگے حوالہ آتا ہے۔

علماء دیوبند کا اپنی طرف نبوت کی نسبت پر تسلی و اطمینان

علماء دیوبند کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی صاحب کے ایک مرید نے لکھا ہے کہ اس نے خواب میں کلمہ پڑھا مگر محمد رسول اللہ کی جگہ اپنے پیر و مرشد تھانوی صاحب کا نام لیتا رہا اور "لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" کہتا رہا پھر بیدار ہوا۔ اور اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے بیداری میں درود شریف پڑھ کر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہا لیکن درود میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اشرف علی تھانوی زبان پر آتا رہا اور یوں کہتا رہا۔ "اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی" حالانکہ بیدار تھا۔ لیکن کہتا ہے کہ زبان قابو میں نہ تھی۔" اس کا جواب تھانوی صاحب نے یہ دیا "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔" "۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ"

(رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ تھانہ بھون ج ۳ ص ۳۵)

اس کے بعد تھانوی اور ان کے مرید مذکور کا معاملہ ۱۳۳۸ھ کو علماء حرمین شریفین کے پیش ہوا۔ جس پر انہوں نے دونوں کی تکفیر کی اور اسے رسالہ کی صورت میں "الجبل الثانوی علی کلوۃ التھانوی" کے تاریخی نام سے شائع کیا گیا۔

پھر یہی تھانوی صاحب جن کے نام پر لاہور میں علماء دیوبند نے "جامعہ اشرفیہ" کے نام سے مدرسہ بھی قائم کر رکھا ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص کی

وہ لکھتے ہیں۔

" آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (کہ آپ غیب جانتے ہیں) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان صـ۸ طبع دیو بند)

اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک سے شیطان و ملک الموت کا علم زیادہ بتایا گیا تھا اب "ایسا" کا کلمہ جو اُردو میں تشبیہ کے لئے ہوتا ہے استعمال کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچوں، پاگلوں اور تمام جانوروں کے علم جیسا بتایا جارہا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اسپر امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اد عابہ ونقصہ کان یقول فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم او الحق بہ نقصا فی نفسہ او مما یتعلق بخلقہ وخلقتہ او نسبہ (الی ان قال) فانہ کفر (حاشیہ نسائی از محدث سندی علیہ الرحمۃ جلد ۲ صـ۱۷۰ بحوالہ نسیم الریاض)	جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شان بات کی یا آپ کی طرف عیب کی نسبت کی یا آپ کی تنقیص کی مثلاً یوں کہا کہ فلاں کا علم حضور کے علم سے زائد ہے یا آپ کی ذات شریف کی طرف کسی نقص کی نسبت کی یا آپ کے خلق یا خلقت یا نسب شریف کی طرف عیب کی نسبت کی وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔

اس تحقیق کے بعد علماء دیو بند کے مذکورہ بالا عقائد کے کفر ہونے میں کونسا شک باقی رہ گیا۔ جس کی بناء پر ان اختلافات کو جو سنی اور وہابی دیوبندی کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ فروعی ٹھہرایا جارہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب رحمۃ للعالمین کی توہین

علماء دیوبند کے مولا و مرشد جناب گنگوہی صاحب فتاوی رشیدیہ میں فرماتے ہیں ۔

" لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں ۔ اگرچہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں ۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بول دیوے تو جائز ہے ۔"

(فتاوی رشیدیہ صہ ۹ طبع کراچی)

حالانکہ رحمۃ للعالمین کے معنی سارے جہانوں کے لئے رحمت ہونے کے ہیں ۔ بیشک ہر نبی اور ولی اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے رحمت ہیں ۔ مگر جب اس کی اضافت عالمین کی طرف جائے گی ۔ تو اس کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کیلئے بھی کسی طرح درست نہ ہوگا بلکہ اس کو حضورؐ کی شان میں تنقیص تصور کیا جائے گا ۔ جیسے "رب" کے معنی مالک کے ہیں ۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لئے بھی ہوا مثلاً "رب المال" یعنی مال کا مالک "رب الدار" گھر کا مالک ، لیکن جب اسے "عالمین" کی طرف مضاف کریں گے تو اس وقت اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے درست نہ ہوگا ۔ بے شک مجازی معنی ہی مراد لیں تب بھی ۔ مثلاً "رب العالمین" مجازاً بھی کسی کو نہیں کہہ سکتے اسی طرح " رحمۃ للعالمین " بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے ، لیکن علماء دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص القاب و اوصاف اپنے علماء کو دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ چنانچہ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن کے انتقال پر ان کی سوانح چھاپی گئی تو اس میں انکو رحمۃ اللعالمین کا خطاب دیا گیا ملاحظہ ہو ۔

• " آج نماز جمعہ کے موقع پر خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ

حضرت قبلہ "رحمۃ اللعالمین" دنیا سے سفر آخرت فرما گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔" (تذکرۂ حسن ص ۲۰۶ مرتبہ وکیل احمد جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۳۸۱ھ)

حضرات محترم بلاشبہ یہ عقائد وہابیہ نجدیہ و دیوبندیہ ، تھے جن پر علماء عرب و عجم نے کفر کے فتوے عائد کر کے اپنی دینی و شرعی ذمہ داریوں کا ثبوت دیا (ملاحظہ ہو حسام الحرمین ' الصوارم الھندیہ ، الحق المبین ، الجبل الثانوی وغیرہ) اوران عقائد کو قادیانیوں اور رافضیوں کے عقائد کی طرح قطعاً کفریہ ٹھہرایا اور ایسا کفریہ کہ اس میں ادنیٰ سا شک بھی بجائے خود کفر قرار پایا ۔

شیعہ عقائد میں بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بارہ اماموں کو انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل سمجھتے ہیں اور یہ کفر ہے ۔ یعنی غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا نبی کی توہین ہے لہٰذا ایسے شیعہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کے مرتکب ہو کر کافر ٹھہرتے ہیں اور دوسری وجہ کفر یہ ہے کہ شیعہ حضرات قرآن کریم کو ناقص قرار دیتے ہیں یہ بھی کفر ہے ۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں روافض جو قرآن کریم میں کمی بیشی کے قائل ہیں ۔ ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین میں سے کل یا بعض پر فضیلت دیتے ہیں وہ کافر و مرتد ہیں اور آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں ۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۲)

اب جناب طاہر جو روافض و شیعہ کی ممبرشپ پر فخر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ہم عقیدہ بھی بنتے ہیں اپنے گریباں میں منہ ڈال کر اپنے دل کی آواز سنیں کہ کہاں تک سینوں کو فریب دے رہے ہیں ۔

حرف حجت

غرض یہ کہ جناب طاہر اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خیال کہ تمام اسلامی فرقوں میں بنیادی قدریں سب مشترک ہیں ۔ ایمان باللہ ، ایمان بالرسل ، ایمان بالکتاب

ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر اور ایمان بالتقدیر پر متفق اور یکساں ایمان رکھتے ہیں ہماری گزشتہ تحقیق کی روشنی میں جو حرفِ حجت کی حیثیت رکھتا ہے، خیال غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ ایمان باللہ میں یہ ضرور ہے کہ اس کی تمام صفتوں کو قدیم و ازلی و ابدی، دائمی اور لازوال مانا جائے اور ہر صفت کو عیب و نقص سے پاک و منزہ جانا جائے، صدق بھی اس کی صفت ہے اور یہ صفت کمال و لازوال ہے اور کذب ایک عیب و نقص ہے مگر جب اسمٰعیل دہلوی، رشید احمد گنگوہی، محمود حسن اور خلیل انبیٹھوی نے نہ صرف خدا تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر ٹھہرایا بلکہ وقوعِ کذب تک کے قائل ہو گئے۔ بلکہ کذب کو اس کے ہر وعدہ و وعید و خبر کے لئے جنس اور بالفاظ محمود حسن نوع قرار دیا تو خدا تعالیٰ کا صدق سرے سے ہی محال ہو گیا۔ نعوذ باللہ من ھذ الضلال والنکال۔ تو خدا تعالیٰ پر ایمان کیسے متصور ہوا؟ اسی طرح ایمان بالرسل میں ان کی تعظیم و توقیر کا بجا لانا بھی شامل ہے جس کا تعلق ان کی ذات سے بھی ہے اور صفات سے بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں آپ کی خاتمیتِ زمانیہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ورنہ لفظ خاتم النبیین پر تو قادیانی بھی یقین رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن "نظم اور معنی" دونوں کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک کا انکار دوسرے کا ہی انکار ہے۔ جب "خاتم النبیین" کے معنی "ختم زمانی" کا انکار کر دیا جو اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے اور متواتر منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے اور قطعی ہے، تو لفظ "خاتم النبیین" کا بھی انکار لازم آگیا تو مسلمان کہا اور ایمان کیسے متصور ہوا۔

مسائل ضروریہ کی دو قسمیں

جناب طاہر صاحب اور ان کے ہمنوا اس حقیقت سے باخبر ہوں گے کہ مسائل ضروریہ کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جو ضروریاتِ دین اسلام کہلاتے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کا انکار بلکہ

اس میں ادنیٰ سا شک بھی کفر قطعی اور ارتداد یقینی ہے وہ وہی مذکورہ بالا چھ ہیں مع تفصیلات کے جو عقائد میں مذکور و مسطور ہیں، بعض اسلام کے دعویدار فرقوں نے اگرچہ بظاہر ان چھ کا اقرار تو کیا لیکن کتاب و سنت سے ثابت ہونے والے دوسرے تفصیل متعلقہ مسائل سے انکار کیا۔ جیسے شیعہ نے قرآن کریم کے کتاب کامل ہونے، انبیاء سابقین علیہم السلام کے بارہ اماموں سے افضل ہونے اور خلافتِ شیخین سے انکار کیا یہ کفر ہے، اس لئے اہلسنت وجماعت نے اپنے آپ کو ان فرقِ باطلہ سے ممتاز رکھنے کے لئے اور صراطِ مستقیم بتانے کے لئے ان مسائل کی تفصیل بڑی شرح وبسط سے فرمائی اور جو ضروریات مذہب اہل سنت سے شمار کئے گئے، جن میں سے کسی کا انکار ابتداع فی الدین گمراہی اور مذہب اہلسنت سے خروج شمار کیا گیا۔ آج کل وہابیہ (دیوبندی وغیر مقلدین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق علم غیب کے منکر ہیں۔ بلاشبہ یہ بھی کفر ہے۔ اور اولیاء کے علم غیب کے قائل نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ جسمانی کے قائل نہیں، استمداد کے قائل نہیں، جواز ندائے نبی وولی کے قائل نہیں، یہ مسائل اہلسنت کے متفقہ مسائل ہیں، وہابیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ اہلسنت سے جدا اور متبدع و گمراہ شمار کئے گئے۔ **ھکذا حققہ علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ**

جناب طاہر اور ان کے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اہلسنت کا دوسرے فرقوں سے اختلاف فروعی مسائل میں بھی ہے اور اصولی مسائل میں بھی۔ ہم اہلسنت نے فروعی مسائل میں کسی کو کافر و مرتد نہیں کہا اور اب پھر سن لیجیئے کہ فاتحہ و میلاد کا انکار، عرس و گیارہویں کا انکار، قیام میلاد کا انکار، جواز ندائے یا رسول اللہ کا انکار، امداد کا انکار، مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے تمام جزئیات کے علم تفصیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد۔ ہاں اصولی مسائل میں بیشک کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ آپ ہی بتلائیے کہ خدا کے لئے امکان کذب کا قائل ہونا ختم زمانی کا انکار، حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتانا بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں جیسا علم قرار دینا تو کیا توہین نہیں، اور کیا یہ نہیں، کفر

نہیں، ارتداد نہیں اور کیا یہ مسائل بھی آپ کے نزدیک فروعی مسائل ہیں۔ آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ فروعی مسائل کسے کہتے ہیں، اور اصولی مسائل کسے کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اور ذات وصفات نبی سے تعلق رکھنے والے مسائل اصولی مسائل ہیں، شریعت مطہرہ نے جو ان کی تفصیل پیش کی ہے۔ اس میں ذرہ برابر کمی ایمان کو نقصان پہنچا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ارشادِ گرامی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا "اولاً مصنف عیار کا اتنا لکھنا ہی اس کی بدمذہبی و غیر مقلدی کے اظہار کو بس تھا کہ وہ لامذہبوں کو جن کا نام اس نے لامذہبوں سے سیکھ کر اہلحدیث و محدثین رکھا ہے اور حنفیہ کرام کو ایک پلّے میں رکھتا ہے اور ان کا اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم صرف فروعی بتاتا اور دونوں فریق میں اتحاد مانتا ہے، حالانکہ غیر مقلدین کا ہم سے اختلاف صرف فروعی نہیں بلکہ بکثرت اصول دین میں ہمارا ان کا اختلاف ہے، ہماری تمام کتب اصول مالا مال ہیں کہ ہمارے اور جملہ ائمہ اہلسنت کے نزدیک اصول شرع چار ہیں، کتاب و سنت و اجماع و قیاس لامذہبوں نے اجماع و قیاس کو بالکل اڑا دیا۔ ان کا پیشوا صدیق حسن بھوپالی لکھتا ہے۔ قیاس باطل وا جماع بے اثر آمد ان کی تمام کتابیں اس سے پُر ہیں کہ وہ سوا قرآن پاک کے کسی کا اتباع نہیں کرتے اور اجماع و قیاس کے سخت منکر ہیں۔ اور ہمارے ائمہ نے اجماع و قیاس کے ماننے کو ضروریاتِ دین سے گنا ہے اور ان کے منکر کو ضروریات دین کا منکر کہا ہے اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے، پھر ان کا ہمارا اختلاف فروعی کیسے ہو سکتا ہے، مواقف و شرح مواقف موقف اول مرصدِ خامس مقصد سادس میں ہے - کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین " یعنی اجماع کا حجت قطعی ہونا ضروریات دین سے ہے کشف البزدوی شریف میں ہے قد ثبت بالتواتر

إن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم عملوا بالقیاس وشاع وذاع ذلك فیما بینہم من غیر رد وانکار یعنی تواتر سے ثابت ہؤا کہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم قیاس پر عمل فرماتے تھے۔ اور یہ ان میں مشہور و معروف تھا جس پر کسی کو اعتراض و انکار نہ تھا۔ اسی میں امام غزالیؒ سے ہے۔ فقد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابة الاجتہاد والقول بالرأی والسکوت عن القائلین به وثبت ذلک بالتواتر فی وقائع مشہورة ولم ینکرھا احد من الامة فاورث ذلك علما ضروریا فکیف یترک المعلوم ضرورة یعنی قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ جمیع صحابہ کرام اجتہاد و قیاس کو مانتے تھے۔ اور اس کے ماننے والوں پر انکار کرتے تھے اور یہ مشہور واقعوں میں تواتر کیساتھ ثابت ہؤا اور امت میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ تو اس سے علم ضروری پیدا ہوا تو جو بات ضروریاتِ دین سے ہے کیونکر چھوڑی جائے گی۔ درمختار باب السیر باب المرتد میں ہے۔ الکفر تکذیبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی شئ مما جاء به من الدین ضرورة۔ یعنی ضروریات دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی شئے کا انکار کفر ہے۔ بالخصوص امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی سے قیاس سے ان گراہوں کو جس قدر مخالفت ہے عالم آشکار ہے۔ ان کی کتابیں ظفر المبین وغیرہ امام و قیاسیات امام پر طعن سے مملو ہیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صد ۹۴ میں ہے۔ رجل قال قیاس ابی حنیفة حق نیست یکفر کذا فی التاتارخانیة۔ یعنی جو شخص کہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قیاس حق نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے۔ ثانیاً یہ چالاک مصنف خود اقرار کرتا ہے کہ اُسے کسی فریق سے مخالفت نہیں یہ بات لا مذہب بیدین ہی کی ہو سکتی ہے، جسے دین و مذہب سے کچھ غرض نہیں ورنہ دو متخالف فریقوں میں مخالف نہ ہوتی۔ کیونکر معقول

ثالثاً لامذہبوں کا اہل سنت کے ساتھ اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام بتانا صراحۃً انہیں اہلسنت بتانا ہے۔ حالانکہ ہمارے علماء صاف فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ بدعتی جہنمی ہیں"۔ (المفضل الموھبی اعلحضرت صفحہ ۵۔ ۵۱ طبع الہ آباد انڈیا)

طاہر القادری کا عوام کو کھلا دھوکہ

جناب طاہر صاحب سے جب پوچھا جاتا ہے کہ اگر آپ کا عقیدہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے عقیدے کے مطابق ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے درج ذیل فتاویٰ کی اعلانیہ تائید و تصدیق شائع کریں۔

فتاویٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

کفر اصلی سے ارتداد بدتر ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے مجوسیت اور اس سے بدتر بت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت

(فتاوی رضویہ ج ۶ صفحہ ۰)

وہابی سنیوں کو غیر مسلم مانتے ہیں (ج ۔ صفحہ ۵)

روافض

هولاء القوم (الی الروافض) خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدين (ج ۶ صفحہ ۲۵)

غیر المقلدین

بلاشبہ طائفہ تالفہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین (ج ۔ صفحہ ۳۳)

مبتدعین مثل وہابیہ و رافضہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں، کافروں کی طرح

امت ۔ وغوت سے ہیں (لہٰذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں (کما فی کتب الاصول)۔
(ج ۶ - ص ۳۴۴)

جیسا کہ عرف الجادی مصنفہ نواب صدیق خاں میں ہے کہ

اجماع چیزی نیست قیاس مصطلح کہ آنرا دلیل رابع قرار دادہ اند خود مکفی المؤنۃ شد ونماند مگر آنکہ ادلۂ دین اسلام وملت حقہ خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز دو دیگر سنت مطہرہ وما وراے این ہر دو کدام حجت نیرہ و برہان قاطع نیست۔ (صفحہ ۳)

اجماع کوئی چیز نہیں قیاس اصطلاحی جسے فقہاء نے چوتھی دلیل قرار دیا ہے خود ہی ناکارہ ہو گیا اور باقی نہ رہا مگر دین اسلام اور ملت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل دو چیزوں میں منحصر ہیں ایک قرآن کریم اور سنت مطہرہ اور ان دو کے سوا کوئی چیز روشن حجت اور قطعی دلیل نہیں۔

یہ فرقہ غیر مقلدین، جنہیں وہابی کہا جاتا ہے اور جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی تحریر اور اس فرقہ کے مسلک و اعتقاد کی ترجمانی ہے کہ اجماع وقیاس کوئی چیز نہیں ہیں۔ شریعت سے احکام کا ماخذ صرف دو چیزیں ہیں قرآن اور سنت۔

امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

اور آئمہ کرام وعلمائے اعلام، حجیت اجماع کو ضروریات دین سے گنتے اور مخالفت اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں (ج ۶ ص ۳۶۰) اور (غیر مقلدین) فقہ کے منکر ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں۔ قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم۔

بالجملہ بحکم فقہ بلکہ بحکم حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہ کثیرہ حکم کفر ہے۔
(ج ۶ - ص ۳۶۱)

شیعہ و رافض

بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہاء کرام مطلقاً کافر و مرتد ہے (ج ۶ ص۳۲۶)
تبرائی کا معنی ہے، اصحاب ثلاثہ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق اعظم
و سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے بری یعنی ان سے بیزاری اور دشمنی رکھنے والا۔ اصول
شیعہ میں تبری و تولی ایمان کا جز ہیں یعنی خلفاء ثلاثہ سے بری ہونا اور دشمنی رکھنا اور
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا۔

غیر مقلد و دیوبندی

اب جو اہلحدیث کہلاتے ہیں ضرور اسمٰعیلی و گمراہ ہیں اور دیوبندیہ ان سے
گمراہ تر، صریح مرتدین ہیں، علماء حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی
کہ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ جو ان کے (کفریہ) اقوال سے باخبر ہو کر انہیں کافر
نہ جانے بلکہ ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ج۔ ۶ ص۲۰)
قاسم نانوتوی صاحب نے لکھ دیا کہ " اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" یہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیت کریمہ و لکن رسول
اللہ وخاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے (ج۔ ۶ ص۲۴)
جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے
پھر ان کے پیچھے نماز نماز پڑھتا ہے۔ اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس
کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے
کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لئے علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر

مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ
(ترجمہ) جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانا درکنار ان کے کفر میں شک
ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے یہ بُرے لوگ بدعقیدہ
بد مذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے اشد گناہگار ہوتے ہیں اور ان کی
وہ نمازیں سب باطل و بیکار۔ واللّٰہ تعالےٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۔۲ ص۸۸)

اعلیٰ حضرت پھر فرماتے ہیں۔ جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر
میں شک کرے بہ فتویٰ علمائے حرمین شریفین ایسا آدمی خود کافر ہے کہ مَنْ شَكَّ فِيْ
كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔ پھر سردارِ مسلمانان ———— (یعنی مولانا
اور سید) کیسے ہوسکتا ہے۔ گیارھویں کی نیاز کھالینا (یا سیلاد پڑھالینا) دلیلِ اسلام نہیں۔
بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام و شرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب دوڑ دوڑ کر جاتے
ہیں، ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنہیں علما حرمین شریفین نے
کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج۔۶ صفحہ ۸۸)

تو جناب طاہر صاحب اس کا گول مول جواب دیتے ہیں کہ میں ہر گستاخِ رسول کو کافر
سمجھتا ہوں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر صاف صاف فرقۂ
دیوبندیہ و فرقۂ رافضہ شیعہ و فرقہ غیر مقلدین کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ ان کو تو اپنے ادارہ کا
ممبر بنایا ہوا ہے۔ ان سے ماہانہ چندے لیتے ہیں، پھر اس مکتب فکر کا نام کیونکر لے سکتے ہیں۔
معلوم ہوا کہ موصوف دوغلہ پالیسی اور منافقانہ چال چل رہے ہیں۔ ایسا شخص کھلے بیدینوں
اور گمراہوں سے بدتر ہے۔

فتویٰ تکفیر کی اہمیت

علماءِ دیوبند کے ترجمان جناب مرتضیٰ حسن دربھنگی (فاضل دیوبند) فرماتے ہیں۔

" جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنا دیا۔ حالانکہ کفر، کفر ہے اور اسلام، اسلام ہے، اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں، اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے جو منکر ضروری دین ہو اُسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیانِ نبوّت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو۔ (اس سے چند سطور پہلے اسی صفحہ کے شروع میں ہے) اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ احتیاط شک کی جگہ ہوتی ہے، قطع اور یقین میں احتیاط نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک چیز دور سے پوری طرح سے نظر نہیں آتی اور شک ہے کہ شیر ہے یا انسان تو احتیاط کا مقتضیٰ یہی کہ گولی نہ مارے۔ مگر جب قریب سے خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے کہ شیر آرہا ہے خود بھی جانتا ہے اور دوسرے ہزار ہا آدمی بھی کہہ رہے ہیں کہ شیر آرہا ہے مگر بھی شکاری صاحب گولی نہیں مارتے اور یہ فرماتے ہیں کہ میں احتیاط کرتا ہوں۔ کہیں یہ آدمی نہ ہو تو یاد رہے کہ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بے احتیاطی سے اپنی جان اور مسلمانوں کی جان کھو دے گا۔ یہ احتیاط نہیں بے احتیاطی ہے جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا تو خود بے احتیاطی سے کافر اور مرتد ہونا ہے۔۔۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔" (اشد العذاب صہ ۹) پھر فرماتے ہیں: اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علماء اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا اسمیں زمین آسمان کا فرق ہے اگر (مولانا شاہ احمد رضا) خان صاحب اور دوسرے علماء اہلسنت مع علماء حرمین شریفین کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب (اور علماء حرمین شریفین و دیگر علمائے اہلسنت) پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی ناگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔" "کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔" (اشد العذاب صہ ۱۳/۱۴)

وھابی کون ھیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟

حضرات علماء دیوبند کے قطب و غوث جناب رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہابی کون ہیں اور ان کے عقائد کیسے ہیں۔

" محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں الخ

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۱ طبع دہلی)

وھابی عقائد

اس کے بعد وہابی عقائد ملاحظہ فرمائیں۔ جنہیں علماء دیوبند کے قطب و غوث عمدہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ عقائد وہابی حضرات کی مشہور کتاب "کتاب التوحید" مصنفہ ابن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ اور اس کی متعدد شرحات خصوصاً ابن عبدالوہاب نجدی کے پوتے شیخ عبدالرحمن بن حسن متوفی ۱۲۵۸ھ کی تصنیف فتح المجید شرح کتاب التوحید اور قرۃ عمدۃ الموحدین اور الجامع الفرید سے نقل کئے جا رہے ہیں اور الجامع الفرید چھ کتابوں پر مشتمل ہے۔ ۱۔ کتاب التوحید از شیخ محمد بن عبدالوہاب۔ ۲۔ الزیارۃ مصنفہ شیخ ابن تیمیہ ۳۔ ماہکذا التعظیم الآثار مصنفہ شیخ عبدالعزیز بن باز ۴۔ تطہیر الاعتقاد شیخ صنعانی ۵۔ شرح الصدور شیخ شوکانی اور الرد علی شبہات المستغیثین بغیر اللہ شیخ احمد بن

ابراہیم اس مجموعہ کو سعودی حکومت کی طرف سے طبع کرا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے

وہابی علما کے نزدیک اس امت کے اکثر لوگ مشرک ہیں

شیخ عبدالرحمن بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ فتح المجید شرح کتاب التوحید مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۷ھ ملاحظہ ہو۔ وہ اپنے فرقہ وہابیہ کے سوا دنیا بھر کے سب مسلمانوں کو ابو جہل سے بھی بدترین مشرک قرار دیتے ہیں

وہابی مذہب کا بانی امام ابن تیمیہ ہے

چنانچہ فتح المجید شرح کتاب التوحید کے مقدمۃ الطبع ش، ق دادمیں لکھتے ہیں۔

" اور مسلمانوں کا معاملہ صوفیہ کی وجہ سے ہمیشہ زوال پذیر رہا۔ یہاں تک کہ باطل، حق اور حق، باطل ہو کر رہ گیا اور سنت، بدعت اور بدعت سنت سے بدل گئی۔ حتیٰ کہ ساتویں اور آٹھویں صدی میں شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور ان کے شاگرد ابن قیم نے کتابیں تصنیف کیں اور کما حقہ جہاد کیا پھر ان کے پیروکار مسلسل جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (۱۱۱۵-۱۲۰۶) نے دین کی تجدید کی اور کما حقہ جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آل سعود کی تلوار کو ان کا ساتھی کر دیا اور اس کے ذریعے انہیں قوت دی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی زبان اور آل سعود کی تلواروں کی دھار کے ذریعے دین کا بول بالا کر دیا۔ اس طرح جزیرۂ عرب میں اللہ کا دین اور اس کی نعمت کی تکمیل ہوئی اور اسلام کے نئے سورج کی شعاع سے جزیرۂ عرب جگمگا اٹھا۔ توحید کا غلبہ ہوا اور شرک ذلیل و خوار ہو گیا۔ مقدمۃ الطبع (د)

اسی کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید میں لکھتے ہیں ۔

۱۔ اس امت کے اکثر متاخرین ایسے ہی شرک میں مبتلا ہو گئے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل جاہلیت کے دور میں لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے (صفحہ ۲۰)

۲۔ اصحاب قبور کو وسیلہ ماننے والوں جو اس امت کا اکثر حصہ ہیں، نے خدائی شان کو جس کی قرآن میں مخلوق سے نفی کی گئی تھی اہل قبور کے لئے تسلیم کر کے حقیقت معنی کو الٹ دیا۔ جب ان کے سب سے بڑے متکلم پیشوا فخرالدین رازی بھی اللہ (خدا) کے معنی کو نہیں سمجھ سکا۔ تو ان کے عوام کا کیا کہنا (صفحہ ۳۵)

۳۔ ان پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے زمانوں کے مشرک زمانۂ جاہلیت کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ تو آرام و راحت کے زمانہ میں اپنے بتوں کو پوجتے اور شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ مگر مصیبت میں اپنے معبودوں کو پکارنا بھول جاتے اور خدا تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ لیکن یہ لوگ جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ آرام و راحت کے علاوہ تکلیف و مصیبت میں بھی اہل قبور کی محبت اور ان کے پکارنے سے باز نہیں آتے اس طرح یہ دونوں صورتوں میں شرک کرتے ہیں (ص ۳۸/۳۹)

۴۔ قرون ثلاثہ (صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین) کے بعد اس اُمت کے اکثر لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے (۴۵/ ۸۲)

۵۔ جس نے میت (صاحب قبر بزرگ) سے یا کسی غائب سے کسی چیز کا سوال کیا وہ مشرک ہو گیا (صفحہ ۷۰)

۶۔ یہ قبریں بت ہیں۔ اس کے باوجود کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ ان کو بھی خطرہ تھا کہ کہیں شرک میں نہ مبتلا ہو جائیں تو دوسروں کا کیا حال ہوگا جس شرک سے ابراہیم علیہ السلام ڈرتے تھے قرون ثلاثہ کے بعد اس اُمت اکثر لوگ (حتی کہ

اں کیساتھ بالفہم لوگ بھی اس شرک میں مبتلا ہو گئے اور قبروں کا احترام کیا جانے لگا اور ان پر گنبد بنا لئے گئے اور اس فعل کو دین ٹھہرا لیا گیا اور یہ قبریں اس طرح کے بت ہیں، جس طرح کے قوم نوح کے اور مشرکین عرب کے لات، عزّیٰ اور منات بُت تھے۔ (ص۴۴)

۷۔ بلاشبہ اکثر لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چاروں قطب اور ان کے اوپر ایک قطب غوث ہے وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں، شعرانی کی کتابیں پڑھئے اور دباغ کی "الابریز" اور تیجانیہ وغیرہ ایسے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کی کتابیں پڑھ لیجئے ان کی کتابوں میں تمہیں وہ شرک ملے گا، جو ابوجہل اور اس کے مشرک بھائیوں کے دلوں پر بھی نہ کھٹکا تھا۔ (۷۵)

۸۔ آج کے زمانہ میں روئے زمین کے اکثر علماء شرکانہ عقائد کے سوا توحید میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ (ص۷۶)

۹۔ جس نے کسی میت (قبر والے) کو یا غائب کو پکارا اور اس کی طرف رُخ کیا یا دل سے متوجہ ہُوا، اس کی محبت سے یا اس سے ڈر کر، خواہ اس سے کوئی سوال کیا یا نہ کیا، بس اسی بات سے مشرک ہو گیا اور اس کا یہ شرک وہی شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی کو شفاعت کا ذریعہ بنانے کو حرام ٹھہرایا اور اُسے توحید کے خلاف قرار دیا۔ (ص۷۷، ۸۰)

۱۰۔ اس میں ان مشرکوں کی تردید ہے جو بزرگوں کی کرامات کے قائل ہیں۔ (ص۹۳)

۱۱۔ شرک یہی نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جائے۔ نفع کے حصول یا نقصان سے بچنے کی غرض سے اللہ کے سوا کسی نبی و صالح اور فرشتہ کو، قبر والوں اور غائب کو بھی پکارنا شرک ہے وہ شرک کہ جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا۔ (۹۸۔۱۰۴)

۱۲۔ صالحین اور بزرگوں کو پکارنے اور ان کے وسیلے کے ساتھ خدا سے مدد طلب کرنے والے یا اس خیال سے بزرگوں سے مدد مانگنے والے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تصرف و امداد کی طاقت بخشی ہے مشرک ہیں (ص۹۹)

۱۳- سلسلوں والے صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نظروں میں شرک اور اللہ ورسول کے ساتھ کفر کو مزین اور خوبصورت بناڈالا۔ ان کے شیطانی طریقے کی بنیاد ہی (پیر) تعظیم وتکریم کرانا اور اپنے بارے میں مریدوں کو ڈرانا اور انہیں اسبات کا معتقد بنانا ہے کہ وہ اپنے مرید کے دل کے حال کو جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد اُن کی تعظیم کریں۔ اس قسم کی گمراہی اور کفر شعرانی کی کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور جیسے قیامت کے دن بُت، اپنے پجاریوں سے بری ہوجائیں گے۔ یوں ہی۔ (اہل بیت میں سے) حسینؓ اور اس کے بھائی اور اس کا باپ (علیؓ) اور اس کے بیٹے، امام شافعیؒ مصر میں اور ابوحنیفہؒ اور عبدالقادرؒ بغدادی اور ایسے ہی ان کے بڑے، قیامت کے دن ان مشرکوں (سنیوں) سے برائت کا اظہار کریں گے۔ (صـ۱۰۹)

۱۴- صالحین اولیاء اللہ کو پکارنے والے مشرک ہیں اور ان کا یہ شرک۔ شرک اکبر (سب سے بڑا شرک اور کفر ہے (صـ۱۱۴)

۱۵- ہمارے زمانہ کے مشرک اپنے خداؤں سے جنہیں وہ اولیاء کہتے ہیں، اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، بلکہ جاہلیتِ اولی کے مشرکین جو اپنے خداؤں سے محبت کرتے تھے یہ ان سے بڑھ کر اپنے خداؤں سے محبت کرتے ہیں (۱۱۵)

۱۶- جس نے کسی درخت یا پتھر یا کسی جگہ یا کسی قبر وغیرہ کو بابرکت سمجھا وہ مشرک و کافر ہوگیا (من تبرك بشجر او حجر ونحوهما كبقعة وقبر ونحو ذلك اى فهو مشرك) (صـ۱۳۳)

صالحین کی قبروں کو بابرکت سمجھنا ایسے شرک ہے جیسے لات (و) عزی اور منات (مشرکین کے بتوں) کی عبادت کرنا بلکہ یہ مشرکین کے اس شرک سے بھی بڑھ کر شرک ہے۔ (صـ۱۳۶)

۱۷- بہت سے علماء (اہل سنت) اور عوام اس زمانہ میں قبروں کے ساتھ جو (زیارت

و ادب و احترام و تبرک کا) معاملہ کرتے ہیں۔ یہ وہ گناہ (شرک) ہے جسے خدا تعالےٰ معاف نہ کریگا۔ جب بعض صحابہ کرام تک شرک کو اچھا سمجھنے اور اس میں مبتلا ہونے لگے تھے (مگر انہیں حضور نے منع کر دیا) تو باقی اُمت کا کیا ہوگا، مصر میں حسین و زینب رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں، جہاں شرک ہوتا ہے اور عبدالعزیز دباغ جیسے گمراہ کا عقیدہ ہے کہ ایک ولی اللہ کے تین سو ساٹھ (مثالی) جسم ہو سکتے ہیں اور مصر کے علاوہ دوسرے ملکوں میں قبروں پہ شرک ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اِن کو جلدی ایسے ہی شرک سے پاک کرے جیسے حجاز (عرب) کو جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود کے ہاتھ سے پاک کیا (ص ۱۳۹)

یہ مشرکین قبروں پر عرس اور ان کے یوم پیدائش مناتے ہیں۔ جیسے مصر میں احمد بدوی کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے۔ یہ شرک ہے بلکہ شرک سے بڑھ کر ہے۔ (ص ۱۰۱)

۱۹۔ جو شخص کسی نبی یا ولی کو یوں پکارے ((یاسیدی فلان انصرنی او اغثنی (الی ان قال) فکل هذا شرك وضلال يستتاب صاحبه فان تاب والا قتل)) یا سیدی فلاں میری مدد کیجئے۔ یہ شرک اور گمراہی ہے۔ ایسا کہنے والے سے کہا جائے گا کہ توبہ کرے اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

(ص ۱۶۷)

۲۰۔ تیجانی مشرک خبیث اور ابن عربی حاتمی وحدۃ الوجود کا سب سے بڑا داعی اور ابن الفارض اور ان جیسے جنہیں لوگ ولی معبود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر عظیم الشان گنبد بنائے گئے۔ الخ (فتح المجید ص ۱۷۹)

۲۱۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں :- ؏

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ

سواک عند حلول الحادث العمم

۱۳۔ سلسلوں والے صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نظروں میں شرک اور اللہ و رسول کے ساتھ کفر کو مزین اور خوبصورت بناڈالا۔ ان کے شیطانی طریقے کی بنیاد ہی (یہی) تعظیم و تکریم کرانا اور اپنے بارے میں مریدوں کو ڈرانا اور انہیں اسبات کا معتقد بنانا ہے کہ وہ اپنے مرید کے دل کے حال کو جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد اُن کی تعظیم کریں۔ اس قسم کی گمراہی اور کفر شعرانی کی کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور جیسے قیامت کے دن بُت اپنے پجاریوں سے بری ہو جائیں گے۔ یوں ہی۔ (اہل بیت میں سے) حسینؓ اور اس کے بھائی اور اس کا باپ (علیؓ) اور اس کے بیٹے، امام شافعیؒ مصر میں اور ابوحنیفہؒ اور عبدالقادرؒ بغدادی اور ایسے ہی ان کے بڑے، قیامت کے دن ان مشرکوں (سنیوں) سے برائت کا اظہار کریں گے۔ (ص ۱۰۹)

۱۴۔ صالحین اولیاء اللہ کو پکارنے والے مشرک ہیں اور ان کا یہ شرک۔ شرک اکبر (سب سے بڑا شرک اور کفر ہے (ص ۱۱۴)

۱۵۔ ہمارے زمانہ کے مشرک اپنے خداؤں سے جنہیں وہ اولیاء کہتے ہیں، اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، بلکہ جاہلیتِ اولی کے مشرکین جو اپنے خداؤں سے محبت کرتے تھے یہ ان سے بڑھ کر اپنے خداؤں سے محبت کرتے ہیں (۱۱۵)

۱۶۔ جس نے کسی درخت یا پتھر یا کسی جگہ یا کسی قبر وغیرہ کو بابرکت سمجھا وہ مشرک و کافر ہو گیا (من تبرك بشجر او حجر ونحوهما كبقعة وقبر ونحو ذلك اى فهو مشرك) (ص ۱۳۳)

صالحین کی قبروں کو بابرکت سمجھنا ایسے شرک ہے جیسے لات (و عزیٰ اور منات (مشرکین کے بتوں) کی عبادت کرنا بلکہ یہ مشرکین کے اس شرک سے بھی بڑھ کر شرک ہے (ص ۱۳۶)

۱۷۔ بہت سے علماء (اہل سنت) اور عوام اس زمانہ میں قبروں کے ساتھ جو زیارت

و ادب و احترام و تبرک کا) معاملہ کرتے ہیں۔ یہ وہ گناہ (شرک) ہے جسے خدا تعالٰے معاف نہ کرے گا۔ جب بعض صحابہ کرام تک شرک کو اچھا سمجھنے اور اس میں مبتلا ہونے لگے تھے (مگر انہیں حضور نے منع کر دیا) تو باقی اُمت کا کیا ہوگا، مصر میں حسین و زینب رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں، جہاں شرک ہوتا ہے اور عبدالعزیز دباغ جیسے گمراہ کا عقیدہ ہے کہ ایک ولی اللہ کے تین سو ساٹھ (مثالی) جسم ہو سکتے ہیں اور مصر کے علاوہ دوسرے ملکوں میں قبروں پہ شرک ہوتے ہیں۔ خدا تعالٰے ان کو جلدی ایسے ہی شرک سے پاک کرے جیسے حجاز (عرب) کو جلالۃ الملک عبدالعزیز آلِ سعود کے ہاتھ سے پاک کیا (صـــ۱۳۹)

یہ مشرکین قبروں پر عرس اور ان کے یوم پیدائش مناتے ہیں۔ جیسے مصر میں احمد بدوی کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے۔ یہ شرک ہے بلکہ شرک سے بڑھ کر ہے۔ (صـــ۱۰۱)

۱۹۔ جو شخص کسی نبی یا ولی کو یوں پکارے (یا سیدی فلان انصرنی او اغثنی (الیٰ ان قال) فکل ھذا شرک وضلال یستتاب صاحبہ فان تاب والا قتل۔) یا سیدی فلاں میری مدد کیجئے۔ یہ شرک اور گمراہی ہے۔ ایسا کہنے والے سے کہا جائے گا کہ توبہ کرے اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

(صـــ۱۶۷)

۲۰۔ تیجانی مشرک خبیث اور ابنِ عربی حاتمی وحدۃ الوجود کا سب سے بڑا داعی اور ابن الفارض اور ان جیسے جنہیں لوگ ولی معبود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر عظیم الشان گنبد بنائے گئے۔ الخ (فتح المجید صـــ۱۷۹)

۲۱۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں :- ع

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ

سواک عند حلول الحادث العمم

کہہ کر شرک کا مرتکب ہوا۔ (فتح المجید صفحہ ۲۲۶/۲۲۰)

۲۲۔ محی الدین ابن عربی روئے زمین کا سب سے بڑا کافر تھا (فتح المجید صفحہ ۲۲۱)

۲۳۔ جو لوگ کلمہ گو ہو کر قبروں اور اولیاء سے روحانی امداد اور حصول برکات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بت پرستوں سے بڑھ کر مشرک ہیں۔ ان کی نیتوں کا کوئی اعتبار نہیں کہ ہم ان کو دل میں خدا کا شریک اعتقاد نہیں کرتے یہ لوگ ہر صورت مشرک ہیں بلکہ مشرکوں سے بھی بدتر کافر اصلی ہیں (الجامع الفرید صفحہ ۵۰۳ مطبوعہ جدہ سعودی عرب)

یہ وہابیوں کے عقائد ہیں جن کی رو سے روئے زمین کا کوئی اہلسنت مسلمان مشرک قرار پائے بغیر نہیں رہتا۔

۲۴۔ اس امت کے اکثر متاخرین شرک میں مبتلا ہو گئے، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جاہلیت کے لوگ مبتلا ہوئے، متاخرین اُمت قبروں، زیارت گاہوں کی عبادت میں لگ گئے، جیسے جاہلیت کے لوگ لات وعزی مناۃ اور ہبل وغیرہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اس شرک کو دین ٹھہرایا جاہلیت کے دور کے مشرک اس اُمت کے اکثر لوگوں کی نسبت " لا إله الا الله کے معنیٰ کو زیادہ جانتے تھے، خصوصاً اس اُمت کے متاخرین علماء سے بھی بڑھ کر ان علماء میں سے ایسے بھی ہیں (امام فخرالدین رازیؒ جیسے) جنہیں بعض احکام اور علم کلام پر خاصا درک و فہم حاصل ہے تو یہ علماء توحید عبادت سے جاہل رہے تو توحید کے خلاف جاہلیت میں جاگرے، اس اُمت کے اکثر متاخرین (صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے بعد والوں) کی عبادت میں شرک اور بدعت شامل ہو گئی (الجامع الفرید صفحہ ۶)

۲۵۔ اس اُمت کے اواخر (صحابہ وتابعین و تبع تابعین کے بعد والے) شرک لوگ اس توحید کے منکر ہو گئے (جس کے جاہلیت کے دور کے لوگ منکر ہوئے تھے۔

(الجامع الفرید صفحہ ۱۱)

۲۶۔ " اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" تقویۃ الایمان مصنفہ (اسمٰعیل دہلوی صٓ۱۲)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (تقویۃ الایمان صٓ۳۴)

"حضور علیہ السلام بے حواس ہو گئے۔" (تقویۃ الایمان صٓ۴۶)

" انبیاء کرام بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں اور ہم آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنا چاہیئے۔"

اولیاء اللہ وانبیاء وامام زادہ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے (تقویۃ الایمان صٓ۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کہ آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" (صفحہ ۵۰)

" جیسا کہ ہر قوم کا چوہدری اور ہر قوم کا سردار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویۃ الایمان صٓ۵۳)

اس تقویۃ الایمان کتاب کے بارے میں علماء دیوبند کے مرشد جناب رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ

" بندے کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ صٓ۱۱۱)

" اولیاء کرام کو انبیاء کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کا ہم استاد بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کے باطن پر وحی بھی نازل ہوتی ہے۔ (صراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی صٓ۱۵)

" نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میں خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کی صورت میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہے۔ (صراط مستقیم صٓ۱۲۶)

یہ وہ عقائد ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی سے لے کر ہندوستان کے اسمٰعیل دہلوی جنہیں شاہ اسمٰعیل شہید کہتے ہیں تک وہابیوں میں آرہے ہیں۔ پھر علماء دیوبند نے ان عقائد کو اپنے مرشد رشید احمد گنگوہی کے ذریعے قبول کیا۔ ان کے علاوہ غضب در غضب یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں کہ کسی کھلے کافر کو بھی اس کی مجال نہ تھی اور وہ گستاخیاں اُن کے عقائد میں بدل گئیں۔

علماء و مشائخ اہلسنت کی تکفیر

قارئین کرام! ان وہابی حضرات کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائے تھے کہ ان کی نظروں میں خود ان کی اپنی ذات (وہابی عقیدہ والوں) کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہے، سب کے سب مشرک اور کافر بلکہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین اور کفار سے بھی بڑھ کر مشرک و کافر ہیں۔ اور ساتھ ہی اکابرین و ائمہ اہلسنت حضرت شیخ امام عبدالوہاب شعرانی، حضرت امام تیجانی، حضرت امام عبدالعزیز دباغ، حضرت امام فخرالدین رازی اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ اور حضرت امام شرف الدین بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف رضی اللہ عنہم کو ان کے نام لے کر سب سے بڑے مشرک اور سب سے بڑے کافر ٹھہرا رہے ہیں تو باقی مسلمانوں کا کیا عالم ہوگا جو ان بزرگوں کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں، حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی چاروں فقہ والے ان مشائخ و علماء حق کے علوم و معارف سے اکتساب فیض کرنے والے ہیں، یہ سب کے سب مشرک و کافر ہوگئے۔ اس کے بعد ان وہابیوں کے سوا جو پوری دنیا کے مسلمانوں کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہیں کون مسلمان رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ کیا اس کو فروعی اختلاف کہتے ہیں۔ جناب طاہر صاحب اور جسٹس صاحب غور فرمائیں کہ کیا کفر و اسلام کی نوعیت کا اختلاف بھی فروعی نوعیت کا ہوتا ہے؟ تو پھر اصولی اختلاف کیا ہوگا؟

امام عبدالغنی نابلسی کا ان ائمہ کرام اور انکے منکرین کے بارے میں فرمان

اب امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ استاذ و شیخ امام ابن عابدین صاحب علیہ الرحمۃ فتاوی شامیہ کا ان ائمہ دین اور اُن کے منکرین کے بارے میں فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن عربی، ابن الفارض، ابن سبعین، عفیف تلمسانی، جیلانی، رومی کے منکر گمراہ اور منافق ہیں۔

کما وقع من المنکرین علی ابن العربی وابن الفارض وابن سبعین والعفیف التلمسانی والجیلی والجلال الرومی وامثالهم فان من انکر علیهم فقد انکر العلم الباطن ومن انکر العلم الباطن ومن انکر العلم الباطن فقد انکر اسرار الشریعة المحمدیة فهو متبدع وضال وانما هو مؤمن بحسب ظاهر الشریعة کایمان المنافق

اس کا مفہوم یہ ہے کہ (کچھ علماء ظاہر علم باطن کے منکر ہیں جو اہل معرفت کو نہیں مانتے) جیسے ان منکرین میں سے امام ابن العربی، ابن الفارض، ابن سبعین والعفیف التلمسانی و جیلانی اور جلال رومی ایسے اہل معرفت کے منکرین ہیں، بلاشبہ جو ان کا منکر ہو وہ علم باطن کا منکر۔ اور جو علم باطن کا منکر ہے وہ شریعت کے رموز کا منکر ہے۔ پس وہ بدعتی (اہلسنت سے خارج) اور گمراہ ہے اور وہ ظاہر شریعت کے اعتبار سے ہی مؤمن ہے جیسا کہ منافق کا ظاہری ایمان ہے۔

(الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة)

(ج ا صـ ۲۴۸/۲۴۹)

یہ علامہ امام عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۴۳ھ علامہ امام سید ابن

عابدین شامی علیہ الرحمۃ کے استاذ و شیخ ہیں۔ فرماتے ہیں، امام محی الدین ابن العربی امام ابن الفارض و ابن سبعین و امام عفیف تلمسانی و امام السید الشیخ عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم و امام جلال الدین رومی صاحب مثنوی ایسے مشائخ اہلسنت کے منکر اہلسنت سے خارج اور گمراہ ہیں اور ان کا ایمان منافقوں کے ایمان کی طرح محض ظاہری ہے۔ گویا وہابی لوگ اسلام میں محض کلمہ گو ہیں۔ یعنی زبانوں سے کلمہ پڑھنے والے نہ کہ دل سے اس لئے یہ اختلاف ہرگز فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے۔ لہٰذا یہ لوگ زندیق و بے دین ہی ٹھہرے۔

تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا اقرار کہ وہ وھابی ہیں۔

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے بزرگوں جو دیوبندی مذہب کے اکابر ہیں، کا اقرار بھی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ وہابی ہیں۔ علماء دیوبند کے معروف بزرگ عالم جناب منظور احمد نعمانی نے اپنے ماہنامہ الفرقان میں لکھا ہے، جو لکھنؤ سے نکلتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کے شیخ الحدیث ذکریا سے کہا کہ

"ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت "وہابی" ہیں۔" (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ مولانا محمد یوسف نمبر ص ۲۳) (سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۱)

انہوں نے جواب دیا۔" میں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں"

(ماہنامہ الفرقان مذکور ص ۲۴ و سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۱)

پروفیسر طاہر القادری کی بشارتوں اور ان کے عروج سے غلط فہمی

بعض حضرات شاید یہ سمجھیں کہ پروفیسر طاہر القادری اگر غلط ہوتے تو ان کو ان دنوں میں اس قدر عروج کیوں کر حاصل ہوتا اس کے علاوہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتیں کیوں نصیب ہوتیں اور ان کو منہاج القرآن کی تعمیر کی بشارتیں کیوں دی جاتیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک اُس کے عروج کا تعلق ہے وہ ایک مشاہداتی چیز ہے جسے تسلیم کیا جائے گا، مگر اس کے وجوہات واسباب ہیں لیکن ان زیارتوں اور بشارتوں کی صداقت کی دلیل کونسی ہے ؟

اور رہا یہ سوال کہ ان کا دنوں میں جگہ جگہ منہاج القرآن کی شاخیں قائم کرنا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دوسرے ملکوں میں پہنچ کر منہاج القرآن کے دفاتر قائم کرنا اور تبلیغ کرنا جو لوگوں کا دھڑا دھڑ ان کی مالی معاونت کرنا یہ بھی کوئی معمولی نوعیت کی بات نہیں ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اپنے اندر کچھ اور اسباب پر مبنی بھی ہو سکتی ہیں. ضروری نہیں کہ یہ خدا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کوئی خاص لطف و کرم ہو جبکہ دنیا میں بحمدہٖ تعالےٰ اکثریت اہلسنت وجماعت کے لوگوں کی ہے. اتفاق مسجد کی خطابت ، وزیر اعلیٰ صاحب کی نسبت ، ان کے بین الملکی و بین الاقوامی تعلقات سے تعارف و تعاون، ٹی وی پہ فہم قرآن کے نام سے مسلسل پروگرام اور خصوصًا وزیر اعلیٰ صاحب کا ان کی سفارشات سے لوگوں کے کام کرنا مثلاً ایک شخص نے اُن کی سفارش سے وزیر اعلیٰ صاحب کے دستخط کرا کر ایک کروڑ روپے کما لئے تو وہ ایک

کروڑ سے دس بیس یا تیس لاکھ روپیہ منہاج القرآن کے نام جناب طاہر صاحب کو کیوں نہیں دے گا۔ ضرور دے گا اور باخبر ذرائع کے مطابق اس کی مثالیں موجود ہیں، ایسی صورت میں پاکستان بھر میں اور دوسرے ممالک میں منہاج القرآن کی شاخیں قائم کرنا اور کانفرنس کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ ہم میں سے کچھ ایسے علماء بھی ہیں جنہیں یہ سہولتیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کی یہ عنایتیں میسر آجائیں تو وہ ادارہ بنانے اور اس کی دنیا بھر میں شاخیں قائم کرنے میں طاہر القادری کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں اور وہ اس سے بھی مختصر عرصہ میں زیادہ بہتر کام کر سکتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر صلاحیت رکھتے ہیں، اس کے علاوہ قارئین کو یاد ہو گا کہ پچھلے سالوں قومی اتحاد کے زمانہ میں سُنّی حضرات نے جناب رفیق باجوہ کو اپنا سٹیج دے دیا تھا تو وہ ایسے مقبول عوام مقرر ثابت ہوئے کہ ان کی تقریر سننے کے لئے دوسرے شہروں سے بسیں بھر بھر کر لوگ اس قدر کثرت سے لاہور پہنچتے تھے کہ شاید طاہر القادری کے لئے اس قدر نہیں آتے ہوں گے۔ اگر وہ بھٹو سے ملاقات نہ کرتے اور نورانی صاحب اس بنا پر ان کو جمعیت سے الگ نہ کرتے تو شاید آج پاکستان میں رفیق باجوہ سب سے بڑے لیڈر اور راہنما سمجھے جاتے۔ لیکن اُن کے ماتھے پر ایسا کلینک کا ٹیکہ لگ گیا کہ وہ قوم میں ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ لہٰذا یہ طاہر القادری کا کمال نہیں ہے۔ یہ در اصل عوام سنیوں کی سادہ لوحی ہے کہ وہ جسے اپنانا چاہیں اُسے دنوں میں عرش نشین بنا دیتے ہیں اور جب اُسے گرا دیتے ہیں تو اس کی خاک بھی نہیں ملتی۔

بشارات کے مقابلہ میں بشارات

رہا طاہر القادری کی زیارتوں اور بشارتوں کا سوال تو اس کا جواب اگر کوئی شخص ویسی ہی بشارت سے دینا چاہے تو پھر کیا ہو گا۔ اس سلسلے میں راقم اپنے بارے میں عرض کرتا ہے لیکن طاہر القادری کی طرح شہرت حاصل کرنے اور سادہ لوح قوم کی دولت لوٹنے کیلئے

اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کو اخبارات اور ڈائجسٹوں میں چھاپنے کیلئے نہیں بلکہ مسلکِ حق کے تحفظ کے لئے اور خدائے قدوس کے فضل و کرم اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ نوازیوں کے اظہار کے لئے بہ امرِ مجبوری عرض کرتا ہے۔

اگر طاہر القادری صاحب اپنے مخصوص مفادات کے لئے جھوٹی زیارتوں اور جھوٹی بشارتوں کا اخبارات و رسائل کے ذریعے ڈھنڈورہ پیٹ سکتے ہیں تو احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے میرے جیسا فقیر بے نوا اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنے ان حقائق و واقعات کا تذکرہ کرے جو اُسے عالمِ رؤیا (خواب) میں خدائے قدوس جل شانہٗ نے مشاہدہ کرائے۔ اور راقم خدائے قدوس کو گواہ کرکے اور اپنے کلمۂ ایمان کو بھی گواہ بنا کر کے عرض کرتا ہے کہ یہ مشاہدات راقم کے علم کے مطابق حق ہیں۔ اور راقم ان کو کچھ اختصار کے ساتھ صحیح صحیح عرض کر رہا ہے۔

راقم کے مشاہدات

۱۔ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ راقم نے خواب میں دیکھا کہ میں علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں، جو ان کے اور اہل سُنت کے درمیان زیرِ بحث آتے رہتے ہیں، گفتگو کر رہا ہوں، اتنے میں وہ جھگڑا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور راقم خوف کے مارے وہاں سے چلا جاتا ہے۔ لیکن پھر معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی حضرات راقم کو پریشان کرنے کے لئے راقم کے پیچھے پیچھے بھاگے آ رہے ہیں۔ راقم پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس نظر آتا ہے تو راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر دیوبندی علماء کی شکایت کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوبندی علماء پہ ناراض ہوتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ جھوٹے ہیں" "یہ جھوٹے ہیں" "یہ جھوٹے ہیں"۔ تین بار یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر راقم بیدار ہو گیا۔

۲۔ دوسری بار ۱۹۸۰ء میں راقم بریلی شریف (انڈیا) گیا۔ راقم کے ساتھ

جناب صوفی گلزار حسین صاحب قادری ضیائی اور جناب قادری محمد غافر بخش صاحب بھی بھی بیٹھے۔ راقم نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں ہوں اور اس کے تمام دیواروں پہ " یارسول اللہ " لکھا ہوا ہے اور وہاں ایک دیوبندی عالم آجاتے ہیں ان صاحب سے راقم نے کہا کہ یہ مسجد ایک ایسے بادشاہ نے تعمیر کی جو ہم اہلسنت کا ہم مسلک تھا۔ جیسا کہ اس کے زمانہ کے ترتیب دیئے فتاویٰ عالمگیری اور تفسیرات احمدیہ کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس مسجد کی دیواروں پر جگہ جگہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے، اتنے میں راقم کو انوار گھیر لیتے ہیں اور اس قدر انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ زبان وقلم میں اس کے بیان کی طاقت نہیں۔ انہیں انوار میں کتاب فتاویٰ عالمگیری اوپر سے ہوا میں نیچے کی طرف آتی ہے اور ساتھ ہی ندا آتی ہے کہ " یہ فتاویٰ عالمگیری ہے اور تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں اللہ تعالےٰ کا دیدار ہوا نیز تم جو "یا رسول اللہ " کے قائل ہو جنتی گروہ ہو اور جو " یارسول اللہ " کے منکر ہیں ان کا انجام بُرا ہوگا " راقم پھر بیدار ہو گیا اور تہجد کا وقت تھا اور یہ خواب راقم نے اس کمرے میں دیکھا جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ محدث بریلوی کی لائبریری (کتب خانہ) کے اوپر ہے۔ راقم نے بیدار ہونے کے بعد اپنے دونوں ساتھیوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ پھر تاجدار اہلسنت صاحبزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند سیدنا و مرشدنا شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا آپ نے اس بشارت پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور اس کے چار یا پانچ سال بعد بادشاہی مسجد میں "یارسول اللہ" کانفرنس ہوئی اور سُنیوں نے اس کے در و دیوار پر یارسول اللہ کے کلمے لکھے، تو اس واقعہ سے راقم کے اس خواب کی تصدیق بھی ہو گئی۔ الحمدللہ الحمدللہ۔

۴۔ شاید اسی سال یعنی ۱۹۶۳ء میں لیکن یقینی یاد نہیں رہا یا اس سے پہلے

یا اسی سال یا اس کے قریب قریب بعد میں راقم نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ غزالیٔ زماں سیدی وشیخی واستاذی سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو روضہ اقدس کا دروازہ کھل گیا، سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور تھی وہ بھی کھل گئی، میں نے دیکھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ آپ کے چہرۂ انور کی تابانی اور چمک کا عالم نہ پوچھیئے، آپ نے ہمیں اپنی قبر انور میں آنے کا حکم دیا۔ حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ اور یہ راقم تعمیل حکم اقدس کرتے ہوئے قبر انور میں اتر گئے، پھر قبر انور اوپر باہم مل گئی۔ اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ ناچیز اور حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امن اور امان ہے اور ان کے لئے بھی جو تمہارے ساتھ ہوں گے یعنی ہم مسلک ہوں گے، پھر آنکھ کھل گئی۔

۴۔ ایک بار خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمرہ میں ہیں۔ اور میں باہر ہوں، ایک شخص آکر کہتا ہے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں، راقم کمرے میں داخل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں اور تین یا دو حضرات آپ کے دائیں اور تین آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہیں، راقم نے آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اس بوسے سے جو روحانی سرور نصیب ہوا اور پاؤں مبارک کی جو لطافت محسوس ہوئی وہ کبھی فراموش نہ ہوگی۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ آپ کا کوئی کام ہے۔ راقم نے کچھ عرض کرنا خلاف ادب سمجھا۔ بس ایک کام تھا، جس کا فوراً دل میں خیال آیا اور وہ کام ایک شخص سے تھا جو کرنے سے انکاری تھا۔ آپ دل کے خیال سے مطلع ہوئے اور پاس بیٹھے ہوئے حضرات میں سے ایک صاحب سے فرمایا کہ اس شخص سے کہو مفتی صاحب کا کام کردے، پھر راقم بیدار ہوگیا، کچھ عرصہ بعد اس شخص سے ملاقات ہوئی، تو وہ اس دوران حضور کی نظر کرم سے راضی ہو چکا تھا چنانچہ وہ کام ہوگیا۔

۵۔ آج سے قبل ایک سال کی بات ہے کہ راقم خواب میں دیکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر سفید چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ راقم کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں وہ راقم کو امام کی طرح آگے کھڑا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کی درخواست کرتے ہیں، تو راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔ تو وہ پیچھے دست بستہ ویسے ہی پڑھتے ہیں جیسے راقم سے سنتے ہیں۔ تقریباً ۳ منٹ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں اور وہ لوگ از راہ ادب و جلال و غلبہ انوار سے کچھ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ تقریباً پچاس فٹ کے فاصلہ پر پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راقم کو اپنے قریب حاضری کا اشارہ کیا جونہی راقم قریب ہوا آپ کی چارپائی ہوا میں بلند ہو گئی۔ اس قدر بلند ہو گئی کہ کرسی پر پاؤں رکھ کر آپ کی چارپائی کو چھوا جا سکتا تھا۔ راقم نے دیکھا کہ قریب ہی کرسی پڑھی ہے جس پر کھڑے ہو کر راقم نے ہوا میں معلق سرکار کی چارپائی تک ہاتھ لے جا کر آپ کے مبارک پاؤں کو چھوا۔ پھر چارپائی از خود نیچے فرش پر آگئی اور راقم فرش پر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کی ٹوپی زیب سر فرمائی ہوئی تھی اور منہ مبارک میں کوئی چیز چبا رہے تھے جیسے کوئی پان والا پان کھاتا ہے، راقم کے دل میں خیال آیا کہ حضور اپنے دہن اقدس سے کچھ تبرک عطا فرماتے تو اچھا ہوتا۔ آپ اس خیال سے خود ہی مطلع ہوتے اور چھالیہ کی مانند ناخن کی چوتھائی کے برابر ٹکڑا زبان مبارک سے اٹھا کر راقم کو عطا فرمایا جسے راقم لے کر کھانے لگا تو دیکھا کہ پیچھے راقم کی اہلیہ بھی بیٹھی ہیں جو بڑی حسرت و تمنا سے کچھ مانگتی ہیں راقم نے اس میں سے کچھ حصہ اپنی اہلیہ کو دیا اور باقی اپنے منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔ پھر راقم کے دل میں خیال آیا کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک عطا فرماتے آپ اس خیال سے بھی مطلع ہوئے اور راقم کو منہ کھولنے کا اشارہ فرمایا۔ راقم نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اپنے دہن اقدس کی لیف چیز زبان اقدس سے کے

ذریعے راقم کے منہ میں ڈال دی، راقم نے اُسے تناول کرنے کا شرف حاصل کیا اور اس کا ذائقہ میٹھا اور معطر تھا کہ دنیا کی کوئی نعمت اس طرح کی کبھی سننے اور کھانے میں نہیں آئی۔

۶۔ راقم نے ہارون آباد میں ایک مرتبہ فتویٰ صادر کیا کہ سنیوں کو شیعوں کا جنازہ نہیں پڑھانا چاہیئے اگر کسی نے پڑھا ہے تو وہ توبہ کرے کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں۔ اس پر شیعہ حضرات نے راقم کے خلاف دفعہ ۱۲۔ ۲۹۸ء کے تحت پرچہ درج کرا دیا جس پر راقم کی گرفتاری عمل میں آئی اور یہ بھٹو صاحب کا دور تھا۔ تو راقم کو سنٹرل جیل بہاولنگر بھیج دیا گیا۔ جہاں ایک ہفتہ رہنے کے بعد ضمانت پر رہائی ہو گئی۔ اس ہفتہ جیل میں راقم کو ایک رات خواب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ آپ سفید لمبے کرتہ کو زیب تن کئے ہوئے تھے اور سر پر کپڑے کی سفید ٹوپی تھی اور چہرہ اقدس نہایت نورانی، آپکے ساتھ ایک شخص کو بھی دیکھا، معلوم نہیں کہ وہ کون تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ آپ اِن کو پہچانتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کا فتویٰ حق ہے آپ فکر نہ کریں۔ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ پس اس کے بعد راقم بیدار ہو گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

۷۔ سنہ ۔۔۔ میں تخیب راقم حج کو گیا اور مدینہ منورہ میں حاضری دی تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی۔ بڑے بڑے بزرگان دین، اولیاء و علماء و مشائخ جو گزر گئے اور جو اس وقت زندہ تھے ان میں سے بہت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے

راقم نے صرف دو بزرگوں کو پہچانا۔ ایک امام الفقہاء قدوۃ الاولیاء سیدنا ومرشدنا مفتی اعظم ہند فنا فی الغوث الاعظم شاہ مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمۃ بریلوی قادری (اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں قریب ترین نہایت ہی ادب کے ساتھ دو زانو گردن جھکائے پایا حتیٰ کہ داڑھی شریف فرش کو چھوتی نظر آتی تھی۔ آپ کے پیچھے اور ہوا میں تھوڑے سے بلند حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ پھر خواب سے بیدار ہو گیا۔

۸۔ وہاں مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کچھ اہل وعیال سے خط وکتابت کا رابطہ نہ رہا نہ ہی فون ہو سکا۔ کچھ تفکر کے عالم میں روضۂ اقدس پر حاضری دی اور دل ہی دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیریت اہل وعیال کے بارے میں تفکر پیش کیا پھر رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے بچوں کو میرے سامنے کر کے فرماتے ہیں دیکھ لیجئے یہ خیریت سے ہیں۔ بس خواب سے بیدار ہو گیا اور صبح کو خط بھی خیریت کا مل گیا۔ جس سے خواب کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی عینی وعیانی تصدیق ہو گئی۔ جبکہ خواب میں ایمانی تصدیق تو پہلے ہی حاصل ہو گئی تھی۔

۹۔ سنہ ۸۳ء میں راقم صبح کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بھی کچھ مشاہدات ہوئے۔ مگر ان سے طوالت ہو جائے گی۔ اس لئے انہیں چھوڑتا ہوں اور کئی ایک رموز ناقابل افشا ہیں۔

۱۰۔ سنہ ۸۴ء میں مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ کے لئے جنوبی افریقہ کے سنی مسلمانوں کی دعوت پر نیروبی سے ہوتا ہوا جنوبی افریقہ پہنچا۔ وہاں کے ساحلی شہر ڈربن میں الامین مسجد میں قیام رکھا۔ جہاں مولانا احمد مقدم صاحب کی رہائش بھی تھی۔ راقم

جہاں سے چار فروری سنہ ۸۴ء کو روانہ ہوا۔ اور چھ کو وہاں پہنچا تو آٹھ تاریخ کو غالباً بدھ کا روز تھا۔ ظن غالب کے طور پر یاد آ رہا ہے۔ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا آپ کا دورہ کامیاب ہوگا۔ راقم نے صبح کو مولانا احمد مقدم کو اور دوسرے رفقاء کو خوشخبری سنائی۔ پھر کیپ ٹاؤن پہنچے جہاں مرزائیوں کا مرکز ہے تو وہاں کے علماء کے ذریعے مرزائیوں کو گفتگو کی دعوت دی۔ خواہ عدالت میں یا کھلے طور پر عوام کے اجتماع میں۔ مگر مرزائیوں نے مقابلہ میں آنے سے انکار کر دیا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ سامنے آنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کو بہت اطمینان ہوا کہ یہ لوگ سچے ہوتے تو سامنے آتے۔ راقم پانچ ماہ وہاں رہا اس کے بعد یہ کہہ کر واپس وطن آ گیا کہ اگر کبھی مرزائی مناظرہ و مباحثہ کو تیار ہوں تو مجھے پھر بلا لینا۔ راقم کے چلے آنے کے بعد مرزائیوں قادیانیوں نے سر اٹھایا اور اپنے مسلک کی صداقت و حقانیت کے دعوے کرنے لگے تو وہاں کی جماعت اہلسنت نے راقم کو جنوبی افریقہ بلایا۔ راقم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں لاہور سے نیروبی روانہ کر دیں۔ خود عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ کی حاضری دے کر نیروبی پہنچا وہاں کتابیں لے کر جنوبی افریقہ گیا اور کیپ ٹاؤن میں قادیانیوں سے مناظرہ شروع ہوا تین دن کے بعد ان کے سب سے بڑے عالم سلیمان ابراہیم نے شکست تسلیم کرتے ہوئے مرزائیت سے توبہ کر لی۔ اس کا بہت بڑا اثر ہوا۔ وہاں کی جماعت اہل سنت نے اور عوام سنی مسلمانوں نے اس عظیم الشان کامیابی پر خوشی منائی۔ وہاں کے اخبارات و رسائل نے راقم کو خراج تحسین پیش کیا وہ تمام ریکارڈ مطبوعہ اور قلمی اور ٹائپ شدہ راقم کے پاس موجود ہے۔ اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا جو آپ نے راقم کو خواب میں ارشاد فرمائی تھی کامل طور پر ظہور ہوا۔

۱۱۔ گزشتہ رمضان سنہ ۱۴۰۷ھ کی چار تاریخ کو راقم خواب میں دیکھتا ہے۔ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار شریف لگا ہے اس میں متعدد بزرگانِ دین حاضر ہیں۔ راقم کے سامنے ایک بزرگ بیٹھے تھے، سفید پگڑی اور سفید لباس عمر تقریباً چالیس پینتالیس سال۔ راقم کی طرف رُخ کئے ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ داڑھی کے بال سفید اور سیاہ ملے جلے تھے۔ راقم کے ساتھ دائیں طرف خالی کرسی پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس محفل میں طاہر القادری کے دیت کے اجماعی مسئلہ پر شور مچا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے پر ناراضگی کا اظہار کیا جارہا تھا۔ اور طاہر القادری کی اس نام نہاد تحریک منہاج القرآن اور طاہر القادری کے خلاف شدت کے ساتھ ناراضگی ظاہر کی جارہی تھی، اتنے میں جناب میاں محمد شریف مدظلہ العالی چیئرمین اتفاق گروپ کو طلب کیا گیا۔ آپ آگئے اور راقم کے دائیں طرف کی خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔ راقم کے سامنے بیٹھے ہوئے بزرگ نے راقم سے فرمایا کہ آپ میاں صاحب کو، میاں نواز شریف و میاں شہباز شریف کو کہہ دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف سے طاہر القادری کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اس سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ آپ حضرات اس کی سرپرستی اور معاونت چھوڑ دیں ورنہ اس کے ہاتھوں دین کو پہنچنے والے نقصان میں آپ حضرات بھی برابر کے شریک ہوں گے، پھر راقم خواب سے بیدار ہوگیا اور میاں صاحب کی خدمت میں اس کی اطلاع بھجوا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کو اتفاق مسجد میں خطبہ دینے کی اجازت دینا بھی اس کی معاونت کرنا ہے۔

۱۲۔ پھر اسی رمضان کے بعد ٹھیک ایک ماہ بعد شوال کی ۴ تاریخ کو کچھ اسی طرح کا خواب دوبارہ دیکھا۔

۱۳۔ قریب قریب کچھ عرصہ ہوا کہ طاہر القادری کے نام نہاد منہاج القرآن کا بعض خود غرض پیروں اور مطلب پرست نام نہاد چند علماء نے دورہ کیا اور اس کی تحریک کو سراہا اور اخباری بیان جاری کئے، جس کا راقم کو رنج ہوا کہ ایک شخص نے کھلے بندوں اجماع

ںت کی واجماع صحابہ کی مخالفت کرتے ہوئے اُمت کے اجماعی موقف کے خلاف
ت کی دیت کے مسلہ پر دین کا مذاق اڑایا، دین کی سنت کی توہین کی اور نصف دیت
ظلم قرار دیا، مرد کے عضو تناسل تک کے ساتھ اس کا تقابل دے کر نہایت بھونڈے
مذاق میں اس اجماعی مسئلہ کی وہ مٹی پلید کی کہ آج تک دشمنان اسلام کو اس قدر جسارت نہ
ہوسکی۔ اس نے ائمہ کو فرلق کہا ان کے حوالوں کو سند تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ تمام باتیں
کیسٹ میں میرے پاس محفوظ ہیں ہر شخص سن سکتا ہے، چھوٹے پر خدا کی لعنت بلکہ یہ شخص اس بد
اعتقادی اور دین کی بے حرمتی اور ائمہ کی توہین و تنقیص پر مستوجب سزا تھا مگر تعجب ہے
دین کے درد رکھنے والے حضرات الحاج میاں محمد شریف صاحب مدظلہ العالی و میاں نواز شریف
صاحب و دیگر سنی عقیدہ کے دعویداروں حتیٰ کہ حضرت قبلہ سید طاہر علاؤ الدین صاحب
مدظلہ العالی نے ہماری طرف سے اطلاع پہنچانے کے باوجود اس شخص کو برداشت کیا ہوا
ہے اور یہ نام کے علماء دینی حمیت سے عاری ہو کر اس کے ادارہ نام نہاد منہاج القرآن
کے دورے کرتے پھر رہے ہیں اور اسے خراج تحسین دے رہے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بس اسی رنج و غم میں دن گزر گیا اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک کمرہ
ہے نہایت ہی نورانی اس کے بیچ میں حجاب اور پردہ ہے اور حجاب و پردہ کے
پیچھے ہماری اور سارے مسلمانوں کی ماں سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف
رکھتی ہیں، ام المومنین کی صورت مبارکہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ کیونکہ آپ پس پردہ
تھیں۔ آپ نے وہاں سے راقم کو ارشاد فرمایا "فکر نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم آپ سے خوش ہیں۔" اس کے بعد راقم بیدار ہو گیا۔ راقم کو اس خواب مستطاب
سے جو سکون اور روحانی طمانیت نصیب ہوئی بیان سے باہر ہے۔ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

کا کرم ہے کہ اس ناچیز کو مسلک و دین کا اس قدر جذبہ عطا کیا اور حمیت و غیرت بخش کہ راقم کے لئے کسی دشمن دین سے خواہ وہ اپنوں کے ہی روپ میں ہو مفاہمت و مصالحت ممکن نہیں رہی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ دراصل اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی برکت ہے ع ورنہ من آنم کہ من دانم یہ مشاہدات ہیں جنہیں راقم نے آخرت کے دن کی جوابدہی کی ذمہ داری کے ساتھ بیان کیا اور اس میں کہیں بھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر کوئی تسلیم کرے تو اس میں اس کی اپنی بھلائی ہے، ورنہ کم از کم یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص عورت کی دیت جیسے اہم اور اجماعی مسئلہ اور اسی طرح دوسرے متفق علیہ مسائل کا انکاری ہو جائے وہ راہ راست پر کیسے ہو سکتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ تم جماعت کے مسلک پر رہو جماعت کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ ہو جانا اور جو ادھر اُدھر ہوا، جماعت سے بچھڑ گیا وہ جہنم میں گیا۔

بڑے لوگوں کے ذریعے دین کی ترقی

نیز بالغرض اگر طاہر القادری صاحب کے ذریعے بعض لوگوں کی اصلاح ہوئی ہو یا کوئی غیر مسلم مسلمان ہوا ہو یا دین کو کوئی فائدہ پہنچا ہو یا پہنچ رہا ہو، تو یہ اس کے خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ بڑے لوگوں کے ذریعے بھی دین کو ترقی دے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ :۔

إن الله يُؤَيِّدُ الدين باقوام لاخلاق لَهُمْ ه	بے شک اللہ تعالےٰ دین مدد بہم پہنچائے گا۔ ایسے لوگوں کے ذریعے جن کے لئے آخرت میں کوئی بھلائی نہیں

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن حبان نے حضرت انسؓ سے اور امام احمد اور طرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام عبد الرؤف مناوی فرماتے ہیں کہ

ومنهم عالم طالب للرياسة والمقبول واقامة الجاه ونيل الشروة والعز والوقار وهو فى نفسه هالك ويصلح بسببه الدين والخلق الخ (فیض القدیر ج ۲ ص ۲۷۹)	ان میں سے وہ عالم بھی ہے جو بڑا بننے کا اور عوام میں مقبولیت اور رعب داب قائم کرنے اور دولت و عزت اور وقار کا طلبگار ہو، حالانکہ فی نفسہ (عند اللہ) ہلاکت میں ہو، اس کے سبب سے دین اور خلق کی اصلاح ہو اکوئی تعجب کی بات نہیں!

اس حدیث کے بعد طاہر القادری صاحب کی اس ظاہری ترقی پر نہیں بھولنا چاہیئے۔